تمھاری تاریخ سے بڑھ کر تمھارے لئیے کوئی معلّم نہین ہو سکتا

سیرۃ الفاروق

یعنی

فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ ثانی کی

سوانح عمری و حالاتِ خلافت

مولفہ

خاکسار سراج الدین احمد اڈیٹر سرمؤر گزٹ وغیرہ

مطبوعہ مطبع بلالی ساڈھورہ باہتمام منشی محمد بلال صاحب

سنہ ۱۸۹۲ع

بحضور عالی

ہز ہائینس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الدولہ حضرت میر محبوب علیخان
بہادر فتح جنگ۔ جی سی۔ ایس۔ آئی۔ آصف جاہ سادس پادشاہ حیدرآباد دکن
خلد اللہ سلطنتہم

حضور والا —

مین نہایت ادب اور انکسار کے ساتھ اوس بزرگ اسلامی ہیرو کی لیف جو
ہر زمانہ مین پادشاہون کے واسطے سب سے عمدہ ہدایت نامہ ہوسکتی ہے باسم گرامی حضور
بغرض اظہار شکریہ
اون شاہانہ فیاضیون کے جو مسلمانان ہندوستان پر عموماً اور مدرستہ العلوم
مسلمانان واقعہ علی گڈھ پر خصوصاً حضور کی سلطنت نے فرمائی ہین
بامید قبولیت معنون کرتا ہون — (اہیچمیرز مولف)

دکن کی موجودہ سلطنت کی ایک خاص دلچسپ کیفیت بھی اس کتاب کو پادشاہِ
دکن کے اسم گرامی سے معنون کرنے کی محرک ہوئی ہے کہ پادشاہ وقت خاندان سادات
صدیقی کا چراغ ہین اور مدار المہام دولت عالی ہز اکسلنسی نواب محمد مظہر الدین خان
رفعت جنگ بشیر الدولہ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر سر آسمان جاہ بہادر
کے سی۔ ایس۔ آئی
خاندان سادات فاروقی سے ہین جس سے خلافت راشدہ کا وہ پاک زمانہ جب کہ
حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول اللہ اور حضرت فاروق اعظمؓ اون کے وزیر
اور مشیر تھے یاد آجاتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ وعذرِ مولف

شاید اس امر کی جواب دہی میرے ذمہ ہو کہ مین نے خلفاء راشدین مین سے حضرت عمرؓ کو اون کے حالات لکھنے کے واسطے کیون منتخب کیا ہے سب سے اول تو اس کا جواب وہ خاص واقعات اور حالات دین گے جو مجھ کو پیش آئے اور جو مجھ کو اپنی استعداد سے بڑھ کر ایک ایسے بزرگ کام کے اختیار کرنے کی ترغیب دینے کا باعث ہوئے ہین اور جن کے لحاظ سے میرے اس کام کو اختیار کرنے کا نام انتخاب نہ رہے گا۔ لیکن ہمارے زمانہ کے اسلامی مورخ نے خلفاء راشدین مین سے اگر حضرت عمرؓ ہی کو ہیرو منتخب کیا ہے تو ہماری اون اغراض کے لحاظ سے جو اس زمانہ مین قوم کے سامنے ناموران اسلام اور اسلام کی گذشتہ ترقیون اور عروج کے حالات پیش کرنے کی ہین بجا اور درست ہے۔ سر سید احمد خان صاحب کا یہ مقولہ ہمارے اس قول کی تشریح
ت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت تو شمار کرنا نہین چاہیے کیون کہ
عمرؓ ہی کی خلافت کا زمانہ تھا اور وہی بالکل دخیل و منتظم تھے حضرت عمرؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ کیا بہ نظر انتظام اور کیا بہ نظر فتوحات و امن و حکومت و رعب و داب جو ابقائے
صلاح امت و اصلاح تمدن کے لیے ضرور تھا ایک بے نظیر زمانہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے زمانہ خلافت مین جو کچھ ہوا وہ صرف حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کا اثر تھا۔ اصلی زمانہ خلافت حضرت
عثمان اون کی خلافت کا اخیر زمانہ تصور کرنا چاہیے جس مین تمام اصول سیاست ملکی اور وہ اصول سلطنت
جمہوری جس پر اس عالیشان محل کی بنیاد قائم ہوگئی تھی سب کے سب پست اور درہم برہم ہوگئے بلوے
اور غدر ہونا اوس کا ایک ضروری نتیجہ تھا جو ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام تک جب خلافت پہونچی
تو ایسی ابتر اور خراب ہوگئی تھی جس کا درست ہونا اگر نا ممکن نہ تھا تو قریب قریب ناممکن کے تھا اوس
کی اصلاح مین جہان تک ممکن تھا کوشش کی گئی۔ ملک دیئے گئے دوسری حکومتین تسلیم کی گئین مگر
اصلاح نہ ہوئی اور روز بروز خرابی بڑھتی گئی[1]" سرسید کے اس قول سے بڑھ کر جس کی صحت اور صداقت
کے تسلیم کرنے مین کوئی صحیح تاریخی واقعات کو جاننے والا ایک لمحہ بھی تامل نہین کرسکتا۔ ہم سر ولیم میور کا
قول نقل کرسکتے ہین کہ "پیغمبر صلعم کے بعد اسلامی سلطنت مین حضرت عمرؓ ہی سب سے بڑا رتبہ
(greatest) رکھتے ہین کیون کہ اونھین کی دس سالہ خلافت مین یہ تمام کامیابی ہوئی کہ
اون کی دانائی۔ استقلال اور قوت اور جوش سے شام مصر اور ایران کی سلطنتین فتح ہوگئین جو اوس وقت
سے ہمیشہ مسلمانون کے تسلط مین رہی ہین[2]" ہمارا اپنا تو یہ مقولہ ہے کہ خداوند کریم ہی کی یہ مرضی تھی کہ
شارع اسلام علیہ التحیات والسلام کی پاک تعلیم کے نتائج کی صورت مین اسلامی سلطنت کا ایک نمونہ
جو آیندہ نسلون کے واسطے ایک نظیر ہو دنیا کو دکھا دیا جائے اور وہ نمونہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا
دکھلایا گیا ۔۔

اون کا بزرگ نام اس قابل ہے کہ ہر ایک مسلمان اپنی اور بیگانی دنیا کے سامنے جپنا چاہیے اوسپر
فخر کرے۔ مگر افسوس ہے ہزاران ہزار افسوس ہے اپنی تمام بد قسمت قوم کے حال پر جس کو خیر الامم کا
معزز لقب دیا گیا تھا۔ مگر آخر اوس نے اپنے آپ کو اس لقب کے لائق نہ رہنے دیا اور اون

[1] تصانیف احمدیہ جلد اول حصہ اول صفحہ ۴۔ [2] انلس اوف اریلی خلافت صفحہ ۲۸۳ ۔۔

برکتون اور انعامون سے جو خدا نے اُوسے بخشنے تھے اپنے آپ کو محروم کرلیا۔ بزرگان دین کے نام سے فخر کرنا تو درکنار رہا اون کے نامون کے ساتھ ایسے الفاظ کا استعمال کرنا اور اون کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا جو نیکی اور حسن اخلاق کے خلاف ہین روا رکھے گئے ہین۔ صرف روا نہین رکھے گئے بلکہ اون کو مذہبی جامہ پہنایا گیا ہے اور خود ہمارے لیے نہایت شرم کی بات ہے کہ کلمات شنیعہ کے بزرگان دین کے حق مین استعمال کرنے کو فرائض مذہبی کا ایک ضروری جزو اور باعث نجات قرار دیا گیا ہے یہ تمام نتیجہ ہماری بدبختی اور بدقسمتی کا ہے ورنہ یہان تک نوبت پہونچنے کے واسطے تو بہت کم اسباب موجود تھے۔ صحیح اور اصلی واقعات پر غلطیون اور غلط فہمیون اور جوش مذہبی کے غلط عقاید کا ایک اتنا بڑا انبار جمع کر دیا گیا ہے کہ اوس کو اوٹھانے اور صحیح اور اصلی واقعات کے دکھانے کی کوشش جس قدر کہ ایک کٹھن کام ہے اُسی قدر حیرت انگیز ہوگی۔ سادہ اور سیدھے قدرتی واقعات سے عجیب وغریب مطالب نکالے گئے ہین اور اون سے حیرتناک استدلال کیے گئے ہین۔ ہزارہا غلط روایتین اور بیہودہ کہانیان جوڑی اور وضع کی گئی ہین جن کی غلطیون کو ثابت کرنے بیٹھنا ایک مرنے سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔

اسلام دنیا مین اس غرض سے آیا تھا کہ دنیا کے تفرقون اور تمیزون اور دشمنیون کو مٹا کر محبت اور برادری کے ایک ہی رنگ مین رنگ دے کل مومن اخوۃ کی دلکش صدا اوس کی پاک تعلیم کا دیباچہ تھا مگر افسوس کہ مسلمانون نے بہت جلد اوس بزرگ تعلیم کی طرف سے اپنی آنکھین بند کرلین اور اس پاک روشنی سے کچھ فائدہ نہ اوٹھایا اور اوسی راستہ مین جس کے صاف اور روشن کرنے کے واسطے وہ چلے تھے خود ہی ٹھوکرین کھا کر گر پڑے ہمارے ایک بزرگ عالم اسی کیفیت پر تاسف کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "مذہب کی تاریخ کے ہر ایک فلسفیانہ طالب علم کو اس کیفیت سے اگر رنج نہ ہوگا تو حیرانی ضرور ہوگی اور ہر ایک مسلمان کو جو بانی اسلام کے پاک نام کا محب ہے غم اور شرمندگی ہوگی۔ افسوس کہ تمام نوع انسان کا اور بالعموم اخوت کے پھیلانے والا مذہب بھی اندرونی جھگڑون اور تفرقون سے نہ بچ سکا اور وہ دین جو پریشان اور متفرق دنیا کو امن اور راحت بخشنے کے واسطے آیا تھا غضبناک

نفسانیتون اور قوت و اقتدار کی پرحرارت خواہشون سے وہ خود ہی چیر پھاڑ کر پارہ پارہ کر دیا گیا۔ جن برائیون کی ہم مذہب عیسوی کی نسبت شکایت کرتے ہین کہ اوس مذہب کے ناکمل ہونے اور انسانی ضروریات کے واسطے ناکافی ہونے سے پیدا ہوئین وہ اسلام مین دنیوی قوت اور اقتدار کی حرص اور لوگون کی انقلاب پسند طبائع اور اخلاقی قانون اور انتظام کی عدم پیروی سے پیدا ہوئی ہین [۱]"

اگرچہ ہر ایک تفرقہ اور ہر ایک اختلاف اور مخالفت پر افسوس ہے مگر اکثر اون مین سے فروعی مسائل مین اختلاف اعتقادات سے پیدا ہوئی ہین اور سوائے جہلا کے اون کو کوئی ضرر دینے والا نہین بنا سکتا سنیون مین حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی۔ اور اون کے بہت سے چھوٹے بڑے فرقہ اور اسی طرح شیعون کے چند در چند فرقہ زیدیہ۔ اسماعیلیہ۔ اثنا عشریہ یا امامیہ قیبتیہ غالیہ جن مین سے بعض مین مذہبی اختلافات سے بڑھ کر تفرقہ ہین اور اون کے فرقہ ایک دوسرے کے ساتھ کم و بیش رضامند ہین اور اپنے اختلافات کو مخالفتون تک بہت کم کھینچتے ہین۔ لیکن سنی اور شیعہ وہ مہیب اور خوفناک فرقے ہین جن کے درمیان اختلاف نہین ہے بل کہ دشمنی اور مخالفت ہے مگر تعجب اور افسوس ہے کہ وہ دشمنی اور مخالفت جو کہ درحقیقت امور ملکی مین اختلاف رائے ہونے سے جن کو مذہب سے کچھ تعلق نہ تھا پیدا ہوئی تھی مذہبی جامہ پہنا دی گئی ہے۔ اور نجات ابدی کا دارومدار اوس پر کر لیا ہے۔ اس مخالفت کو جو صدیون تک ملکی اختلاف رائے سے بڑھ کر کسی صورت مین کم ظاہر ہوئی تھی یہ مذہبی جامہ اوس وقت پہنایا گیا جب کہ اوس کی ضرورت اور سود مندی کا وقت گذر چکا تھا اور اوس اختلاف کے اسباب ہی اٹھ گئے تھے۔ مگر شاید واقعات کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا۔

اس زمانہ مین ہم کو اپنی اس بدبختی پر صرف افسوس کرنے پر قانع نہین ہونا چاہیے بل کہ علمی روشنی اور دانشمندی کے دقتون پر بھروسہ کر کے اس اختلاف اور مخالفت کے اسباب کو

[۱] سپرٹ آف اسلام مولفہ مولوی سید امیر علی صاحب صفحہ ۲۷۴۔

اپنی آیندہ نسلون کے سامنے پیش کرنے کے واسطے ظاہر کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ اوس کو اوس کی صحیح حالت مین دیکھ کر اوس کی اصلی وقعت سے زیادہ وقعت اوس کو نہ دین اور اون تفرقون اور دشمنیون کو مٹا کو جن کی صرف وراثت مین پانے کے سبب سے وہ حفاظت کرتے ہین اسلام مین پھر اتفاق اور یک جہتی پیدا کرین اور اسلام کی مبارک نسلین کہلانے کے مستحق ہون۔ یہ کام ہمارے زمانہ کے علما اور خیر خواہان قوم کی مستقل تصانیف کا کام ہونا چاہیے۔ ہم صرف چند لفظون مین اوس کی طرف اشارہ کرین گے۔

سنی اور شیعہ جو آج ہم کو دو مختلف الہیئت کشتیون مین سوار دکھائی دیتے ہین اور جن کو کہ زمانہ کی مخالف ہواؤن نے ایک دوسرے سے اس قدر دور پھینک دیا ہے اور اس دوری ہی کے پسند کرنے کو اون کی عادت اور طبیعت بنا دیا ہے درحقیقت ایک ہی بزرگ جہاز لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ کے سوار تھے۔ اور ایک ہی ملاح اور ناخدا کے سایۂ رحمت اور حفاظت مین دنیا کے اس پرطوفان سمندر کو عبور کر کے نجات پانے والے تھے۔ حوادث زمانہ نے اس جہاز کے درمیان ایک بال کے برابر سوراخ کر دیا جس نے اوس کے سوارون کو اوسی قدر فاصلہ پر دو حصون مین ایک دوسرے سے ہٹا دیا۔ وہ زمانہ دراز تک شگاف کے اندازے کے موافق ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے مگر ایک ہی جہاز پر سوار رہے یہان تک کہ اوس مخالف اور مضر عنصر کے جہاز مین کثرت سے بھر جانے سے جہاز کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اگر سچ پوچھو تو جہاز ڈوب گیا جس کے ساتھ لاکھون اور کروڑون اجل رسیدہ غرق ہو گئے۔ دو ٹکڑون پر جو بچ کے رہ گئے اون کے نام سنی اور شیعہ ہوئے۔ دو دشمنون کی طرح وہ ایک دوسرے سے فاصلہ پر رہتے ہین۔ اگر ایک دوسرے کی طرف کبھی بڑھتے بھی ہین تو جنگ اور لڑائی کے لیئے۔ اون کو یاد ہی نہین رہا کہ وہ تو درحقیقت ایک ہی جہاز کے سوار ہین جن کو زمانہ کے بد حوادث نے جدا کر کے دشمن بنا دکھایا ہے۔

کیا درحقیقت سنی اور شیعہ کے درمیان کوئی مذہبی اختلاف ہے؟۔ کیا ایک سے زیادہ خدا کی کتابین کسی کے پاس ہین؟۔ کیا ایک کی کتاب دوسرے کی کتاب سے مختلف ہے؟

کیا ایک ہی نبی کی وہ امت نہین ہین ؟ - کیا ایک ہی ہادی اعظم کے نام سے وہ فخر کرنے والے نہین ہین ؟ - کیا اسلام کی پاک تعلیم مین اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد الرسول اللہ کے سوا ے کوئی اور شہادت بھی شارع اسلام نے تعلیم کی تھی ؟ - کیا انھین دونون شہادتون کو وہ اپنی نجات کا باعث نہین سمجھے ؟ - کیا سرور کائنات صلعم کی تعلیم سے زیادہ کوئی تعلیم داخل اسلام ہوسکتی ہے ؟ کیا خاتم النبیین کے بعد کسی اور کو نبی بنانا اور کسی اور تعلیم پر ایمان لانا اسلام کہلا سکتا ہے ؟ اگر شیعہ اور سنی ایک ہی خدا پر ایمان رکھنے والے اور ایک ہی فخر انبیا کی امت اور انھین کے سکھلائے ہوے اسلام کے نام لیوا ہین تو اون کے درمیان مذہبی اختلاف کوئی نہین ہے - فروعی اختلاف عقائد پر ہماری نجات کا مدار نہین -

شیعہ اور سنی کی باہمی مخالفت اور دشمنی کی تاریخ اگرچہ بہت دور پیچھے نہین ہے مگر اون کے اختلاف کے آغاز کو زیادہ سے زیادہ ہم کو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے زمانہ خلافت تک لے جانا چاہیئے - جب کہ اسلامی خلافت کے اتفاق اور یک جہتی مین تزلزل آیا اور شام مین امیر معاویہ نے ایک جدید سلطنت قائم کر لی اور وہ آنے والے سینکڑون برسون کے جھگڑے اور فساد اور کشت وخون جن کی اس طرح پر بنیاد پڑ گئی تھی آخر کار اسلامی خلافت کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا باعث ہوئے حضرت علیؑ کے زمانۂ خلافت کے افسوسناک واقعات زندہ نہ رہے ہوتے اور اُن کی تکالیف اور مشکلات پر بہت کم نوحہ خوانی ہوتی اگر بنی فاطمہ خلافت کے حاصل کرنے مین کامیاب ہو گئے ہوتے اور یزید اور اوس کے عمال کے بے رحم - بے ترس - اور ظالم ہاتھون سے حضرت امام حسینؑ کی دردناک شہادت کا عالم آشوب واقعہ نہ ہوا ہوتا جو محبان اہل بیت اور آل رسول کو قیامت تک خون کے آنسو رلائے گا آیندہ تمام زمانہ مین بنی فاطمہ کی مسلسل ناکامیابیون اور جور برداریون نے ان پر درد واقعات کے زندہ رکھنے اور اون کے راویون کے دردناک تذکرون کو موثر اور جگر خراش بنانے اور اون کی تاثیر کو بڑھانے مین مدد دی اور خونی تلوار کے زخمون کا بدلا تیغ زبان سے لینا شروع کیا گیا جو ایک ہی چارہ تھا -

اب ایک شخص جس کا دل اہل بیت کی ہمدردی اور محبت سے لبریز ہے اس پر غور کرتا ہے کہ یہ غم آلودہ واقعات کس طرح پر ہوئے اور ان کا الزام کس پر لگایا جائے۔ یزید اور اوس کے عاملوں کو ظلم اور بے رحمی کا مجرم اور ملعون ٹھیرانے مین اوس کو کچھ دقت نہین پیش آتی۔ اوس کے ظلم اور ستم آشکارا ہین۔ کربلا کے جان سوز واقعہ کے واسطے وہ کوئی عذر نہین پیش کرسکتا۔ امیر معاویہ کی بغاوت اور خلافت سے سرکشی کے جرم کا بھی وہ بہت جلد فیصلہ کرلیتا ہے اور پھر اس بغاوت کے اسباب سوچتا ہے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کمزوری اور بنی امیہ کی رعایت اور امیر معاویہ کو اپنی قوت اور اقتدار بڑھانے کا موقع دینے کا الزام لگاتا ہے۔ لیکن یہان پہونچ کر بھی وہ بس نہین کرتا اور اوس کا جوش اوس کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ناجائز ٹھہرانے اور اُن پر غصب کا الزام لگانے تک پہونچا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر حضرت علیؑ ابتدا ہی مین خلیفہ ہوگئے ہوتے تو واقعات کی یہ صورت جو ایسے اندوہناک نتائج پیدا کرنے والی ہوئی پلٹ گئی ہوتی۔ ہم کو بھی اوس کے ساتھ ہمدردی ہے مگر اوس کی اس غلط منطق پر حیرت اور تعجب بھی ہے۔ کسی ایک واقعہ کے تلاش مین اتنی بلند پروازی کرنا اور اون بزرگون پر الزام لگانا جن کے وقتون مین اون واقعات کا کسی کو خواب وخیال بھی نہ تھا ایک حیرت انگیز بات ہے۔ اور ایسا ہی ہے جیسا کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی بربادی کا افسوس کرتے ہوئے ہم بابر اور تیمور پر الزام لگائین کہ جس سلطنت نے آخر برباد ہونا تھا اوس کی بنا اونھون نے کیون ڈالی۔ وہ کونسی خلافت تھی جس کا کہ حضرت علیؑ کو مستحق اور حضرت ابوبکرؓ کو غاصب ٹھرایا جاتا ہے۔ کیا وہ عرب اور شام اور ایران اور مصر کی سلطنتین تھین؟ یا کچھ اور تھا۔ تاریخی واقعات کو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خوشی اور رضامندی اور درخواست اور خواہش سے خلافت حاصل کی یا اوس نازک موقعہ پر جب کہ خانہ جنگی شروع ہوجانے کے اسباب پیدا ہوگئے تھے مجبور ہو کر طوعاً وکرہاً اوس کو منظور کیا؟ اور جو خطرہ سامنے تھا اوس کو دفعہ کرنے سے اسلام پر احسان کیا۔ اسلامی خلافت مین اوس وقت کچھ عیش و عشرت کے سامان تھے جن کی اون کو حرص اور طمع تھی یا ایک بہت بڑی ذمہ داری اور جوابدہی کا

کام سمجھ کر کوئی اوس کے منظور کرنے پر راضی نہین ہوتا تھا؟ وہ پھولون کی سیج تھی یا کانٹون کا بچھونا تھا۔ اب اوس کی وسعت کو دیکھو۔ تمام عرب مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تھی ایک مدینہ باقی تھا جس کا باغیون نے محاصرہ کیا ہوا تھا اور ہر ایک کو اسلام اور اپنی جان کے بچانے کی پڑ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر کی خلافت کا چندروزہ زمانہ اوس بغاوت اور فتنہ وفسا کے فرو کرنے مین گذر گیا۔

اون کی وفات کے وقت صرف عرب مسلمانون کا تھا۔ مگر ان آتشین عنصرون سے جو ہوا کے ایک جھونکے سے ہمیشہ بھڑک اوٹھنے کو تیار تھے خالی نہین تھا۔ اگر اچھے نتائج اچھے سبب کے ہوتے ہین تو خلافت کا حضرت عمرؓ ہی کے ہاتھون مین پہونچنا اسلام اور مسلمانون کے واسطے بہتر ہوا۔ اون کے قوی اور زبردست ہاتھون نے نہ صرف اعراب کی بے چین اور پرشر طبائع کو قابو مین رکھا بلکہ شام مصر اور ایران یعنی قیصر اور کسریٰ کی سلطنتین فتح ہوگئین اور وہ عظیم الشان اسلامی خلافت بن گئی جس کے حاصل کرنے کی خواہشون اور کوششون نے پاک اور بزرگ جانون کے ساتھ دشمنی کی۔ پس حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر کوئی الزام لگایا جاسکتا ہے تو صرف یہ ہوسکتا ہے کہ انھون نے بغاوت اور مفسدہ کو کیون فرو کیا اور کیون وہ اسلامی خلافت اور سلطنت پیدا کردی جس کے حاصل کرنے کی کوششون نے ایسے بڑے انقلاب دنیا مین پیدا کیے۔ غرض اگر اسباب دنیا کے بعض نتائج کی ناراضی کے سبب سے اون کا الزام اون کے مسبب پر لگانا (معاذ اللہ منہا) درست ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ پر بھی الزام لگانا جائز ہے ورنہ نہین۔ خود شیعون کے درمیان ان امور مین باہمی اختلاف ہے اور اسی اختلاف پر مختلف فرقون کی بنا ہے۔ مثلاً فرقہ زیدیہ اصول انتخاب کو مانتے ہین اور پہلے خلفائے ثلاثہ کی امامت کو درست جانتے ہین اور اسی اختلاف کے سبب سے رافضی کے نام سے پکارے گئے ہین اسی طرح بعض فرقے مثلاً سلیمانیہ اور صالحیہ پہلے دو خلفا کی امامت کو درست جانتے ہین۔ جو زیادہ سرگرم ہین وہ سوائے حضرت علیؓ کے کسی کی امامت کو صحیح نہین سمجھتے اور جو ان سے بھی بڑھے ہوئے ہین وہ پہلے خلفائے ثلاثہ کو خلافت کا حق غضب کرلینے کے الزام پر برے الفاظ سے یاد کرنا جزو ایمان سمجھتے ہین

کم سے کم یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ ان تمام فرقون کی بنا ملکی امورمین اختلاف ہونے پر ہے اور مذہب سے اون کو کچھ علاقہ نہین ہے مثلاً فرقہ زیدیہ اس اختلاف کے سبب سے جدا فرقہ ہوا ہے کہ وہ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت زین العابدینؑ کے بعد امامت کا مستحق اون کے بیٹے زید کو سمجھتے ہین اور اثنا عشریہ امام محمد باقر کو مانتے ہین۔ ان بڑے فرقون کے جو آگے چھوٹے چھوٹے فرقے ہین وہ بھی اسی قسم کے اختلافات کے سبب سے جدا ہوئے ہین مثلاً زیدیہ کے چار فرقے ہین۔ جارودیہ۔ تبریہ۔ اور سلیمانیہ۔ اور صالحیہ ہین جنکو محمد نفس الزکیہ اور سلیمان ابن جریر وغیرہ کی راون اور استحقاق کے معاون ہونے کے سبب سے یہ نام دیے گئے ہین اور یہ آخری دو فرقہ پہلے دو خلفا کی خلافت کو درست سمجھتے ہین۔

اسی طرح دوسرے فرقون کے آگے چند در چند فرقہ ہین۔ مگر بڑا دھوکا یہی ہے کہ امور ملکی مین مختلف الرائے ہونے اور مختلف بزرگون کو مستحق امامت اور اقتدار ملکی سمجھنے سے یہ سب فرقہ پیدا ہوئے ہین اور جدا جدا مذہبی فرقہ بن گئے یا بنا لیے گئے ہین حالانکہ مذہب کو جس کا خلاصہ اور نجات کو جس کا وسیلہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر ایمان لانا ہے ان زائد اعتقادون سے کچھ واسطہ نہ تھا۔

سنیون کے فرقہ شیعون کے فرقون سے مختلف قسم کے ہین شیعہ سب سے پہلے ایک ملکی اختلاف کے سبب سے علیحدہ ہوے اور آیندہ اسی قسم کے اختلافات کے سبب سے جو مختلف بزرگون کے نام سے سلطنت حاصل کرنے کی ناکامیاب یا جزوی کامیاب کوششون مین مصروف ہونے سے ہوئے اون کے جدا جدا فرقے ہوتے گئے۔ اگرچہ مسائل فروعی مین اختلاف اجتہاد کے سبب سے بھی اون مین مختلف فرقے ہین مگر زیادہ ممتاز یہی فرقے ہین جو امور ملکی مین ایک دوسرے سے مختلف الرائے ہین سنیون کے فرقون کی تفریق مسائل اجتہادی کے اختلاف پر مبنی ہے سلطنت اون کو حاصل تھی پس مختلف علما اور امامون کے اجتہاد کا معتقد ہونے کے سبب سے اون کے متعدد فرقے ہوگئے۔

اب ہم ابتدائی خلافت کے استحقاق وغیرہ کی نسبت چند کلمات کہین گے ہر ایک عقل مند

اور دوسرا شخص کو سب سے پہلے سرسید احمد خان صاحب کے اس قول کو جس کو وہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہین کہ "مذہب اہل سنت وجماعت اور شیعہ اثنا عشریہ مین جو مباحث افضلیت خلافت خلفاء اربع کے ہین اور مذہب خوارج مین جو عقائد شیخین و اہل بیت کی نسبت اور مذہب نواصب مین علی مرتضی اور اہل بیت کی نسبت ہین اون سے زیادہ بیہودہ ولغو مباحث وعقائد کوئی نہین ہین" تسلیم کرلینا چاہیے کہ "استحقاق خلافت آن حضرت صلعم کا من حیث النبوۃ کسی کو بھی نہ تھا - اس لیے کہ خلافت فی النبوۃ تو محالات سے ہے باقی رہ گئی خلافت فی انتظام صلاح امت و اصلاح تمدن اوس کا ہر کسی کو استحقاق تھا جس کی چل گئی وہی خلیفہ ہوگیا - خلافت بعد آن حضرت صلعم کوئی منصوص نہ تھا نہ کسی شخص خاص کی خلافت اسلام کا کوئی جزو یا کوئی حکم تھا" اس کے بعد یہ بحث کرنی چاہیے کہ خلافت کس کا حق تھا - مگر جس وقت ہم یہ بحث کرنے لگین اوس وقت پہلے ہم کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ خلافت کے استحقاق کا فیصلہ کرنے کے واسطے قوانین تمدن مین جو مختلف اصول استخلاف کے ہین اون مین سے کون سے اصول کی بنا پر ہم یہ فیصلہ کررہے ہین - انتخاب کی بنا پر یا وراثت کے اصول پر - وراثت کا اصول عموماً ہمارے دلون پر قبضہ کیے ہوئے ہے اور اوسی کو مدنظر رکھ کر ہم فیصلہ کرنے کی طرف مائل ہوتے ہین - وراثت کے اصول کے لحاظ سے تو آن حضرت صلعم کے بعد دنیوی خلافت کا حق نہ حضرت ابوبکر کو تھا نہ حضرت عمر کو نہ حضرت عثمان کو نہ حضرت علی کو سب سے پہلے حضرت امام حسن اور اون کے بعد حضرت امام حسین کا حق تھا - اون کے بعد اون کی اولاد کا - بلاشبہہ عرب کے واسطے یہ سب سے بہتر اصول ہوتا اگر اس کو اختیار کرلیا جاتا - مگر عرب مین اوس وقت سیاست مدن کا جو طریقہ تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا - نہ پورا جمہوری تھا نہ شخصی نہ پورا انتخابی تھا نہ موروثی - اسلام نے تو اس کی نسبت کوئی حکم نہین دیا تھا اور کوئی فیصلہ نہین کیا تھا - قدیم عرب اور خصوصاً حجاز مین جو طریقہ اسلام سے پہلے ایک مدت سے چلا آتا تھا اسلامی مساوات نے اوس کی تائید کی اور کسی قدر تبدیل صورت کے ساتھ وہی دخیل اور مروج رہا - پس اب جو فیصلہ ہم کو استحقاق خلافت کا کرنا چاہیے وہ اوسی ایک غیر معین سے اصول کی

بنا پر کرنا چاہیے۔

آن حضرت صلعم کو انتظام امور دنیا کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا۔ اون کا پاک منصب اس سے بہت بلند اور برتر تھا۔ عرب کے قدیم دستور کی وجہ سے اگر وہ مسلمانون کے درمیان امور دنیا مین سردار ہونے پر مجبور نہ ہوتے اور مسلمان ایسے امور مین اون کو اپنا مرجع نہ بنا لیتے تو آن حضرت صلعم دنیوی امور کے انتظام وغیرہ مین کچھ دخل نہ دیتے۔ امور دنیا سے آن حضرت نے آخر اپنی بے تعلقی ظاہر فرمائی کہ امور دنیا کے انتظام کے واسطے اپنے اصحاب مین سے کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین موسوم کرنے سے پرہیز فرمایا۔

حضرت ابو بکر کے لیے نماز مین امامت کا حکم فرمایا جو مسلمانون کے امور کا مذہبی حصہ تھا۔ اور گو اس سے اون کے امور دنیا مین خلیفہ ہونے کا پہلو نکلتا تھا مگر آن حضرت صلعم کا کوئی صریح فیصلہ اس امر کی نسبت نہین تھا جو درحقیقت دانستہ اونھون نے نہ فرمایا۔

حضرت ابو بکر کے انتخاب کی بنا جس واقعہ سے ہوئی اوس وقت کوئی خاص اصول انتخاب وغیرہ کا مرعی نہین رکھا گیا۔ حضرت سید المرسلین صلعم کی وفات کو چند ساعتین ہی گذری تھین اور اصحاب رسول اللہ ابھی حضرت سرور کائنات کی تکفین و تدفین کی فکر کر رہے تھے کہ اون کے پاس خبر آئی کہ انصار یعنی اصحاب مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ مین اس غرض سے جمع ہوئے ہین کہ اپنے مین سے ایک شخص کو امیر اور خلیفہ منتخب کرین۔ اسلام کا اتفاق اور یکجہتی معرض خطر مین پڑ گئی تھی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر باوجود خطرہ کے سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف دوڑے اور حضرت ابو عبیدہ راستہ مین اون کے ساتھ ہو لیے۔ انصار نے سعد بن عبادہ کو موسوم کر ہی لیا تھا۔ ابھی اوس کے ہاتھ پر بیعت نہین ہوئی تھی کہ یہ تینون اصحاب مجمع انصار مین پہونچ گئے اور بہت دقت کے بعد اون کو اپنے ارادہ سے باز رکھنے مین کامیاب ہوئے۔ انتخاب خلیفہ کی نسبت حضرت ابو بکر نے کہا کہ حضرت عمر یا حضرت ابو عبیدہ مین سے ایک کو منتخب کر لو۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ نہین حضرت ابو بکر اس کے لائق ہین اون کو منتخب کر لو۔ اگر حضرت علی اور حضرت عثمان وہان موجود ہوتے تو وہ بھی ایک دوسرے کی نسبت

یہی کہتے اور خود اوس بوجھ کے اوٹھانے پر راضی نہ ہوتے چہ جائے کہ درخواست اور خواہش کرتے
اوس وقت رفع تفریق اور اختلاف کے واسطے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھون پر بعیت کر لی اور
انصار نے اون کی مثال کی پیروی کی اور آخر عام طور پر اون کے ہاتھ پر بعیت ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ کا
زمانہ خلافت بغاوت اور فساد کے دفع کرنے مین گذر گیا جس مین تمام اصحاب رسول اللہ دل وجان سے
شریک تھے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت ابوبکر کو حضرت عمرؓ سے سب سے زیادہ مدد ملی۔ اون کی قابلیت
اور قوت کے سب قائل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے وقت اون کو اپنا جانشین موسوم کیا اور
مسلمانون سے بعیت کرائی۔ حضرت ابوبکرؓ کے اِس انتخاب کی عمدگی حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کی کامیابیون
سے ظاہر ہے جس مین حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ اور تمام اصحاب رسول اللہ شریک اور مشیر اور صلاح
کار اور معاون اور معین تھے۔ حضرت عمرؓ کو اپنی ناگہانی وفات کے باعث اپنی جانشینی کے متعلق کوئی
قطعی اور قابل اطمینان فیصلہ کرنے کا موقع نہین ملا۔ انھون نے اصحاب رسول اللہ مین سے چھ
شخصون حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ عبدالرحمن۔ سعد۔ زبیر۔ اور طلحہ کو ایک شخص کو خلیفہ منتخب کرنے
کے واسطے اس خیال سے مقرر کیا کہ ان سب کے اتفاق اور تائید سے جو خلیفہ ہوگا اوس کی نسبت
پھر کوئی جھگڑا اور اختلاف نہ ہوگا۔ حضرت علیؓ ایک گونہ شخصی خلافت کے خواہشمند تھے وہ منتخب
نہ ہوئے اور حضرت عثمان منتخب ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین اون کی طبیعت کی نرمی اور نظام
خلافت مین نرم اور کمزور ہاتھ سے کام لینے سے سیاست مدن اور انتظام سلطنت کے تمام اصول
درہم برہم ہوگئے۔ اور آخر حضرت عثمانؓ مسلمانون کے بے رحم ہاتھون سے ذبح کیے گئے اور اون
کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ حضرت علیؑ اون کے جانشین ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کا اون
کے قاتلون سے بدلا لینے کے واسطے بغاوت ہوئی اور امیر معاویہ نے حضرت علیؑ کی خلافت کو
تسلیم کرنے سے بظاہر اسی وجہ سے انکار کیا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلون سے بدلا لیا جائے
حضرت علیؑ اس پر قادر نہین تھے۔ اعراب کوفہ کو اپنا مخالف بنا لینا جن مین حضرت عثمانؓ کے
قاتل بھی تھے حضرت علیؑ نے اُس وقت تک جب تک کہ اون کی خلافت کو پورا استحکام حاصل نہ ہو جائے

مناسب نہین سمجھا اور بدلا نہ لیا گیا - امیر معاویہ کو شام مین اپنی جدا خلافت قائم کر لینے کا یہ عذر ہو گیا اور وہ جدا ہو گئے - باہم صلح اور صفائی ہونے کی کوششین بے سود ثابت ہوئین اور ہتھیار اُٹھانے تک نوبت پہونچی - اگرچہ جمل کی لڑائی مین پہلے مسلمان مسلمانون کے خلاف ہتھیار اُٹھا چکے تھے مگر اتنی بڑی خونخوار لڑائی جس مین صفین پر چالیس ہزار مسلمان مسلمانون کے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ پہلی ہی تھی - حضرت علیؑ کو فتح حاصل ہو گئی تھی اگر عمرو بن العاص کی خطرناک حکمت اپنا کام نہ کر گئی ہوتی - طرفین سے ایک ایک شخص حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے واسطے منصف مقرر کیا گیا - ابو موسیٰ حضرت علی کی طرف سے اور عمرو بن العاص امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص نے ابو موسیٰ کی سادگی سے فائدہ اُٹھا کر اوس سے کہلا دیا کہ حضرت علیؑ اور امیر معاویہ دونون خلافت سے معزول کر دیے جائین اور خود اوس نے ابو موسیٰ کی توقع کے خلاف امیر معاویہ کو خلیفہ پکار دیا - ایسی حکمت اور تدبیر سے حضرت علیؑ اپنے حق سے معزول نہین کیے جا سکتے تھے - وہ کوفہ مین جس کو اُنھون نے مدینہ کو چھوڑ کر دار الخلافت بنایا تھا خلیفہ رہے - شام اگرچہ ایک خود مختار اور جداگانہ صوبہ بن گیا تھا مگر حضرت علی شام کو فتح کرنے کے واسطے پھر تلوار سے کام لینا چاہتے تھے لیکن کوفہ کے اعراب نے جن کی بے ضبط اور سرکش طبائع کو حضرت علی کی ابتدائی مصلحت اور نرمی نے جو اُنھون نے حضرت عثمان کے خون کا بدلا نہ لینے پر کہ اون کے قاتلون کے سرگروہ مالک بن اشتر کو اپنی فوج کا سردار بنا دینے سے ظاہر کی تھی اور بھی گستاخ کر دیا تھا اور اُنھون نے اون کا ساتھ دینے مین پس و پیش کی اور حضرت علی اپنے اِس ارادہ کو چھوڑ دینے پر مجبور ہوے - پچھلے دنون مین اون کو مصر کی اون کی خلافت سے علیحدگی کا رنج برداشت کرنا پڑا اور آخر اون کی پاک زندگی کا ایک خوارج کی زہر آلود خنجر نے خاتمہ کر دیا جس نے اپنی گہری سازش سے امیر معاویہ اور عمرو بن العاص امیر مصر کو بھی اوسی روز دو مقرر کیے ہوے شخصون سے قتل کرانا چاہا تھا مگر امیر معاویہ اپنے قاتل سے زخمی ہو کر اور عمرو بن العاص صاف بچ گئے تھے - حضرت امام حسنؑ نے امت رسول اللہ سے اس فتنہ اور فساد کے دور کر دینے کے واسطے تمام خلافت امیر معاویہ کے سپرد کی اور خود گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی - اور اوس کے بعد بہت مدت تک اس دار فانی مین

زندہ نہ رہے۔ امیر معاویہ نے دنیاداری اور دنیا پرستی کا ثبوت آخر اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کرنے
اور اوس کے ہاتھون پر بیعت کرانے سے دیا جس کے نام پر حضرت امام حسین کی الم ناک شہادت اور آل
رسول اللہ پر ظلم ہونے کے پر درد واقعہ کا داغ قیامت تک نہ اوٹھے گا۔

یہ وہ تاریخی واقعات ہین جو چند الفاظ مین ہم نے بیان کر دیے ہین اور جو مسلمانون مین ایک
ایسی خوفناک مخالفت اور تفریق پیدا کرنے کا باعث ہوئے ہین۔ ان کے درمیان وہ صدہا واقعات
ہین جن مین بہت کچھ گفت وگو کی گنجائش ہے۔ مگر حاشا جو ہم اوس کی طرف متوجہ ہون۔ درحقیقت
خلفاء اربعہ کی نسبت افضل اور مفضول کی بحث کرنے سے زیادہ لغو اور بیہودہ کوئی مباحثہ نہین ہے
اور درحقیقت کوئی ضرورت اور کوئی فائدہ اس سے نہین ہے۔ سر سید کے اس قول سے بہتر کچھ نہین کہا
جا سکتا کہ "مقدم خلیفہ ہونے مین کوئی وجہ فضیلت تھی نہ موخر خلیفہ ہونے مین کوئی وجہ منقصت تھا۔ یہ تمام
واقعات اتفاقی تھے جو واقع ہوئے تھے جیسے کہ ہمیشہ دنیا مین واقع ہوتے ہین۔ اسلام سے ان واقعات کو
کچھ تعلق نہ تھا۔ کسی کو غاصب اور کسی کو حق بجانب کہنا لغو باتین ہین" فضیلت کے مباحث مین
[illegible] اور حجتین استعمال کیے جاتے ہین وہ اور بھی حیرت انگیز ہین۔ تقرب الی اللہ، تقرب
رسول اللہ اور خدمات اسلام اون کو معیار فضیلت قرار دینا سب سے پہلی غلطی ہے۔ تقرب الی اللہ
اور تقرب رسول اللہ جس سے مطلب ہمارا روحانی تقرب ہے ان کے تولنے کے واسطے ہمارے
پاس کوئی ترازو نہین ہے جس سے ہم ایک کے اعمال کو بھاری اور ایک کو ہلکا ٹھہرا سکین۔
خدمات اسلام مین بھی اون کے حالات اور حیثیتین مختلف ہین کسی کی قوت سے اسلام کو تقویت ہوئی کسی نے
مصائب مین ساتھ دیا کسی نے مال سے اور کسی نے جان سے خدمت کی۔ درحقیقت وہ بھی اسلام پر اپنی
جانین قربان کرنے کے لیے یکسان تیار تھے۔ جو جس طرح کے امتحان مین ڈالا گیا اوس مین پورا اترا۔
اب اس سے ایک کی ترجیح اور فضیلت کی بحث کرنا کیسا فضول کام ہے۔ پہلے اور پیچھے اسلام لانے
مین بھی کوئی وجہ فضیلت نہین تھی۔ جناب رسول اللہ نے اون کی خدمات اور جانثاریون کو
دیکھ دیکھ کر مختلف اوقات اور مختلف مواقع پر اون کی تعریف مین کلمات ارشاد فرمائے ہین جن سے

سب کی یکسان تعریف اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے تعجب ہے کہ اس زمانہ کے بزرگ علما کو بھی ہم اوسی لعل مین پھنسا ہوا اور ایسی ہی احادیث سے ایک کو دوسرے سے افضل ٹھہراتے اور مستحق خلافت قرار دیتے ہوئے دیکھین جس سے بڑھکر نادانی کی بات کوئی نہین ہوسکتی بفرض محال ہم مان لیتے ہین کہ ان احادیث سے ایک کی دوسرے پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوسکتا ہے کہ تقرب الی اللہ اور تقرب رسول اللہ اور خدمات اسلام مین ایک دوسرے سے افضل تھا لیکن کیا یہ افضلیت استحقاق خلافت کی دلیل ہوسکتی ہے۔ کیا وہ خدا کی عبادت اور خدا کی پرستش اور رسول اللہ کی محبت اور دین کی خدمت دنیا حاصل کرنے کی توقع سے کرتے تھے۔ کیا رسول اللہ کے اون کلمات اور الفاظ کا صلہ جو اونھون نے اون کے مناقب مین فرمائے ہین دنیا کی دولت اور حکومت سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کیا اپنے دین اور اسلام کی بزرگیون کا انعام وہ دنیوی خلافت سمجھتے تھے اون کے تقرب الی اللہ یا تقرب رسول اللہ یا خدمات اسلام مین افضل ہونے سے اون کو دنیوی خلافت کا مستحق ٹھہرانا گویا اون پر دین فروشی کا الزام لگانا ہے جس سے بڑھکر کوئی نالائقی نہین ہے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جو اون کو رشتہ اور قرابتین تھین وہ بھی ایک حیثیت کی تھین تھین رشتہ مین کوئی خسر تھا اور کوئی داماد تھا۔ ان مختلف حیثیتون سے کسی کی افضلیت نہین ثابت کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ شیعہ علما نے بعض خاص شرائط اور قواعد استحقاق خلافت کے واسطے مقرر کیے ہین مگر وہ شرائط اور قواعد اوس وقت مقرر کیے گئے ہین جب کہ اسلامی خلافت دنیا سے گذر چکی تھی اور اوس کے قانون کی کوئی ضرورت نہ تھی تعجب ہے کہ ایک شخص صدیون پہلے کے گذرے ہوئے واقعات کی اصلاح کے واسطے اب قواعد اور قانون بنائے اور عرب کے اوس زمانہ کے سیاست مدن کی غلطیان خلفا کی افضلیت ثابت کرنے کے واسطے نکالے۔ ہم بھی مان لیتے ہین کہ بےشک استحقاق خلافت کے واسطے ایسی ہی شرائط اور قواعد ہونے چاہیے تھے مگر اس سے فائدہ۔

ان سب سے بڑھکر ہم ایک اور حیرت انگیز امر دیکھتے ہین جو صرف حیرت انگیز اور تعجب خیز ہی نہین ہے بلکہ اس لائق ہے کہ ایک مسلمان اوس کو دیکھ کر اور سن کر روئے اور فریاد کرے اور سر پیٹے

کہ دنیا کے جھگڑون نے اون پاک بزرگون کی بزرگی پر بھی بدنما دھبے لگائے بغیر نہین چھوڑا شیعہ علمانے (ہم اون کو علما اون کے ادب کے سبب سے کہتے ہین ورنہ وہ لوگ پرلے درجہ کے جہلا تھے جنھون نے مسلمانون کے درمیان تفرقہ اور فساد پیدا کرنے کے واسطے ایسے کام کیئے ہین) ایک سلسلہ احادیث اور روایات کا پیدا کیا ہے جس مین اونھون نے یہ بیان کیا ہے کہ خلفا اور اصحاب کبار رسول اللہ صلعم کے دلون مین دشمنی اور کینہ اور بغض اور عداوت اور ایک دوسرے سے نفرت اور نفاق تھا یہان تک کہ اون کا اسلام ہی نفاق تھا۔ جناب رسول اللہ کے ساتھ بھی وہ منافقانہ برتاؤ کرتے تھے اور اون کے آزار کے درپے تھے اور درپردہ دشمن رہتے تھے اور اسی بنا پر اونھون نے بزرگان دین کی نسبت کافر اور مرتد اور منافق کے لفظ استعمال کرنے کی جرأت کی ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کے روبرو جو ایک ذرہ کے برابر بھی عقل رکھتا ہے ایسی نالائق باتون کا جواب دینے کی کوشش کرنا بجائے خود حماقت ہے۔ اب ایسے سادہ لوح لوگون کا زمانہ گذر گیا ہے جن پر اس قسم کی لغو اور بیہودہ روایتون اور تدبیرون کا جادو چل جاتا تھا اور وہ اون کو سچ مان لیتے تھے یا اون سے متاثر ہوتے تھے ایک واقعہ ہم بطور مثال کے بیان کرتے ہین۔ اصحاب کبار رسول اللہ صلعم کے درمیان جو برادری اور محبت اور اخلاق اور اتحاد تھا اوس کے رو سے یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی کہ اون کے درمیان رشتہ اور قرابتین ہون چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت علیؑ کی بیٹی حضرت ام کلثوم سے جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھین نکاح کیا تھا۔ جو لوگ اون بزرگان دین کے درمیان دشمنی اور عداوت کا ہونا بیان کرتے ہین اور اصحاب کبار کو معاذ اللہ منہا کافر اور منافق اور مرتد کہتے ہین اونھون نے اس واقعہ سے انکار کرنے کی عجیب وغریب کوششین کی ہین۔ بعض نے اس نکاح کے ہونے سے سرے سے انکار کیا ہے۔ کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضوی ہونے ہی کا منکر ہے کسی نے نکاح پر غصب کا اطلاق کیا ہے۔ کوئی بعد نکاح ہونے کے ہم بستری ہونے سے منکر ہے اور بعض یہ عجیب بات کہتے ہین کہ ایک جنیہ بشکل حضرت ام کلثومؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئی تھی اور بعض اس سے بھی زیادہ عجیب بات کہتے ہین کہ ابتدا ہی مین جب حضرت علیؑ نکاح کر دینے کو مجبور

کیے گئے تو ایک حنفیہ سے جو ام کلثوم کی شکل بن کر آئی تھی نکاح کرا دیا بعض اس کو حضرت علیؓ کا انتہا درجہ کے صبر اور تحمل کا نتیجہ سمجھتے ہین - بعض اس کو تقیہ بیان کرتے ہین - مگر اوس سیدھے سادے صحیح واقعہ کے سامنے یہ سب کہانیان لغو اور بیہودہ ہین -

اس قسم کی غلط اور جھوٹی روایتون کے پھیلانے اور ایجاد کرنے سے مطلب یہ تھا کہ اون کے سننے والون کو صحابِ کبار کے برا سمجھنے اور اون کے حق مین ناشایستہ الفاظ استعمال کرنے کی جرأت ہو اور اُن کی اصلیت ہم ایک واقعہ سے بطور مثال کے سمجھ سکتے ہین سر سید احمد خان صاحب بیان کرتے ہین کہ "ایک میرے نہایت دوست شیعہ مذہب تھے اون کے ہان ایک چھوٹا بچہ تھا جس کو ایک بکری کا بچہ پال دیا تھا اور وہ خوب اوس سے ہل گیا تھا - ایک دن اوس بکری کے بچہ کو ذبح کر ڈالا - اور وہ چھوٹا بچہ خوب رویا اوس کے باوا نے اوس سے کہا کہ عمرؓ یہ کام کر گیا ہے وہ بچہ عمر کو برا بھلا کہتا تھا - یہ کام صرف اس لیے کیا تھا کہ بچپن ہی سے اوس کے دل مین عمرؓ کی عداوت اور اُن کے نام سے نفرت پیدا ہو" یہی اصلیت اون روایتون اور کہانیون کی ہے جن مین صحابہ کے درمیان باہمی دشمنی اور عداوت ہونا بیان کیا جاتا ہے اور جن پر مذہب کا مدار [illegible] اور [illegible] مذہب بنائی گئی ہین -

جیسے کہ شیعون مین جھوٹی اور غلط روایتین [illegible]

جھوٹی اور وضعی حدیثین وضع کی گئی ہین جن مین [illegible] حضرت [illegible] عمر اور پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کا بیان [illegible] سے منسوب کیا گیا ہے بلاشبہہ یہ حدیثین اوس وقت وضع کی گئی ہین جب کہ اون کے [illegible] لیے رحلت فرما گئے تھے - مگر دونون فریقون کی وضعی حدیثون مین اتنا فرق ہے کہ شیعہ [illegible] روایتین فتنہ اور فساد پیدا کرنے والی تھین اور سنیون کی شر اور فساد کو مٹانے [illegible] مصلحت آمیز کی مانند تھین مگر اہل بصیرت کے نزدیک نہ پہلے قسم کی روایتو [illegible] ہو گی اور نہ دوسری قسم کی احادیث کی کوئی ضرورت اصحاب رسول اللہ باہم [illegible] ایک حدیث سے جو نہایت سچی ہے اوس کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے کہ آن حضرت صلعم کی وفات کے دن حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہین کہ مین صحابہ کے ساتھ متفکر بیٹھا ہوا تھا حضرت عمرؓ ہمارے پاس سے گذرے اور سلام کہا۔ مین فکر مین ڈوبا ہوا تھا مین نے سلام نہ سنا اور جواب نہ دیا حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت ابوبکرؓ کے پاس کی وہ یہ سن کر اون کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دونون میرے پاس آئے اور سلام علیک کہ کر حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ تم نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیون نہین دیا پہلے تو مین نے کہا کہ اونھون نے سلام نہین کہا مگر آخر اپنے فکر مین مستغرق ہونے کے عذر سے معافی چاہی۔ یہ حال تھا اون بزرگان دین کا کہ اس قسم کی ذرا سی بات کو گوارا نہین کرتے تھے چہ جائے کہ اون مین بغض اور عداوتین ہون۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین حضرت علیؓ اون کے دست و بازو اور معین اور مشیر اور صلاح کار تھے۔ رتبہ مین وہ ایک دوسرے کے مساوی اور مساویانہ برتاو کرتے تھے حضرت عمرؓ اپنے زمانہ خلافت مین ایک دن کسی مسئلہ مین کچھ دریافت کرنے کے لیے حضرت علیؓ کے مکان پر گئے۔ اور آدمی بھی ساتھ تھے۔ جب وہان پہونچے تو حضرت علیؓ نے کہا یا امیرالمومنین مرحبا اور اون کی بات سن کر فرمایا کہ آپ نے مجھے وہین کیون نہ بلا لیا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مین خود آنے کو اچھا سمجھتا ہون[1]۔

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے حضرت عمرؓ کو اس درجہ محبت تھی کہ اپنی اولاد سے نہ تھی ایک دن نہ دیکھتے تھے تو چین نہین پڑتی تھی اون کے حالات سے یہ بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ اگر یہ ایک لمحہ کے واسطے بھی سچ مان لیا جائے کہ اصحاب کبار کے درمیان باہم دشمنی اور عداوت تھی تو درحقیقت یہ اسلام اور شارع اسلام کی تعلیم پر ایک الزام اور سخت حملہ ہے۔

اگر اسلام یہی تھا اور اوس کی تعلیم یہی تھی کہ وہ مسلمانون کے سرتاج اون سب سے پہلے مسلمانون کو جنھون نے خود حضرت سرور کائنات سے تعلیم پائی تھی سوائے بداخلاقی کے کچھ نہ سکھلا سکا اور اوس اخوت اور برادری کی بجائے جس کی وہ تعلیم کرتا تھا بغض اور عداوت اور کینہ ہی دلون مین پیدا کرتا رہا تو ایسے اسلام کو سلام ہے ایسا اسلام ایک لمحہ کے واسطے دنیا مین سچا سمجھا جانے کے

[1] ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک۔

لائق نہین ہے اور نہ وہ انسان کی کسی مرض کی دوا ہوسکتا ہے ۔ مگر خدا کی قسم ہے کہ اسلام کسی ایسے الزام اور بہتان سے پاک ہے ۔

خلافت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نزدیک ایسی تھی کہ خوشی سے اوس کو منظور نہین کیا اور افسوس سے اوس کو چھوڑا نہین ۔ اوس کو اتنا بڑا ذمہ داری اور جواب دہی کا کام سمجھتے تھے کہ بسا اوقات خوف خدا سے روتے تھے ۔ خلافت سے جو اونھون نے حظ اور آرام اوٹھایا وہ اون کے حالات سے معلوم ہوجاوے گا ۔ انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ " خلافت کی ذمہ داری کا حضرت عمرؓ کی طبیعت پر اتنا بوجھ تھا کہ اون کو یہ کہتے ہوئے لوگ سنتے تھے کہ " کاش میری مان مجھ کو نہ جنتی اور کاش مین ایک گھاس کا تنکا ہوتا[۵] "

اب یہ بات کہ خلفا سے امور خلافت مین غلطیان ہوئی ہین یا نہین کچھ شور و غل اور بحث کرنے کے لائق بات نہین ہے ۔ انسان غلطی کرتا ہے اور ان سے بھی غلطیان سرزد ہوئی ہون گی ۔

سرسید احمد خان صاحب لکھتے ہین کہ " مطاعن صحابہ ایک ایسا لغو اور بیہودہ اور جھوٹا کام ہے جس کے برابر دنیا مین دوسرا نالائق کام نہین ہے ۔ نہ ہمارے پاس صحیح صحیح واقعات موجود ہین جو یقین کے لائق ہون اور اگر بالفرض واقعات بھی ہون تو وہ کیفیت اور حالات جن پر باہم صحابہ کے شاجرات واقع ہوئے ہرگز ہماری آنکھ کے سامنے نہین ہین پس جو لوگ صحابہ کے مطاعن پر بحث کرتے ہین وہ بلا کافی شہادت اور بلا موجودگی روداد کے اپنا فیصلہ قائم کرتے ہین علاوہ اس کے انسان سے غلطی اور خطا کا واقع ہونا خصوصاً ایک ایسی بڑی سلطنت کے انتظام مین جو صحابہ کے ہاتھ مین تھی ایک ایسا امر ہے جو ناگزیر ہے ۔ صحابہ معصوم نہ تھے اگر بالفرض اون سے غلطیان واقع ہوئی ہین تو کیا آفت ہوئی اور کیون بری سمجھی جاوین ۔ اگر انھین روایتون پر جو موجود ہین نکتہ چینی کا مدار ہو تو اوس نکتہ چینی سے نہ حضرت علی مرتضیٰ بچتے ہین نہ خلفاء ثلاثہ ۔ اور ہم تو باوجود تسلیم کرلینے ان نکتہ چینیون کے جو خوارج و نواصب اور شیعہ اون بزرگون کی نسبت پیش کرتے ہین اون مین سے کسی بزرگ کو برا اور بد خیال نہین کرتے ۔ وہ تمام واقعات ایسے ہی ہین

جو دنیا مین ہمیشہ پیش آتے ہین وہ ہوئے ہون یا نہ ہوئے ہون اُون سے نہ اون بزرگون کی بزرگی مین کچھ نقصان لازم آتا ہے اور نہ مذہب اسلام کو اون سے کچھ تعلق ہے"۔ درحقیقت اون علما کی رائے نہایت قابل قدر ہے جو ان مباحث کی اجازت نہین دیتے اور اون کی نسبت خاموشی اختیار کرنا بہتر سمجھتے ہین ۔ اگر مخالفت اور نکتہ چینی کو اصول بنا کر کسی کی طرف دیکھا جائے تو کوئی بھی دنیا مین نہین بچ سکتا خود حضرت فخر انبیا کی ذات پاک مخالفین کی نکتہ چینی سے نہین بچی اور جس حال مین کہ خلفا کے حالات کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے ۔ پس اون کے حالات سے بحث کرنا اور اسلام مین تفرقہ ڈالنا نہایت نقصان دینے والا امر ہے ۔ بقول سرسید احمد خان صاحب کے کہ "جو امور مذہب اسلام سے علاقہ رکھ سکتے تھے وہ آن حضرت صلعم کے بعد ختم ہو گئے اور جو واقعات اون کے بعد ہوئے اون کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے نہ وہ مذہب اسلام کے جزو ہین ۔ نہ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد الرسول اللہ کے بعد اشہد ان ابا بکر الصدیق اول خلیفہ رسول اللہ کہنا ہمارا جزو ایمان ہے اور نہ اشہد ان علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فاصلہ ماننا ہم کو ضرور ہے ۔ بل کہ اسلام کے لیے پہلے ہی دو تشہد کافی ہین "۔

سنی اور شیعہ کے اختلاف کے تاریخی حالات کو جو محض ملکی امور اور واقعات پر مبنی تھا اور رفتہ رفتہ مخالفت اور دشمنی کی صورت پکڑ گیا اور اس بات کو کہ مسلمانون کو اِس سے کس قدر نقصان پہونچا ہم بہت اختصار کے ساتھ بیان کرین گے ۔ زیادہ تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہین ہے ۔

اسلام نے تو کوئی اِس قسم کا اختلاف اور تفرقہ پیدا نہین کیا تھا ۔ بل کہ اوس کا کام تو دنیا کے تمام تفرقون کو مٹانا تھا اور اوس نے اپنی وسعت کے اندر مٹا دیے تھے ۔ پہلے دونو خلفا کے زمانہ خلافت مین بھی اس قسم کے کسی تفرقہ کو تعلق نہین ہے ۔ حضرت عثمان رض کی خلافت مین اِن آنے والے واقعات کی بنیاد رکھی گئی کہ امیر معاویہ کو اس قدر اقتدار اور قوت حاصل ہو گئی کہ حضرت عثمان رض کے قتل کا بدلا لینے کے عذر سے خلافت سے بغاوت کرین ۔ اس مین بھی کچھ شبہہ نہین ہے کہ حضرت عثمان رض کے قتل کے واقعہ اور اوس کا بدلا نہ لیے جانے نے ایسے اشتعال کے اسباب پیدا کر دیے تھے ۔

جن کی آڑ مین امیر معاویہ کو اپنی دوگونہ غرض پورا کرنے کا موقعہ ل گیا۔ ورنہ امیر معاویہ کی اپنی خواہشین اہل عرب کے ہاتھون پر پوری ہونی ناممکن تھین۔ عمرو بن العاص کی حیلہ ساز طبیعت نے امیر معاویہ کی اغراض کی ایسی مدد کی کہ کوئی بڑی سے بڑی فوج بھی نہین کر سکتی تھی حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت کو بڑی مجبوری سے مسلمانون کے درمیان خونریزی اور شام کی اور مصر کی خلافت سے علیحدگی کو دیکھنا پڑا۔ مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ بنانے کا نتیجہ اچھا نہ پیدا ہوا کوفہ کی اقوام اعراب نے بجائے اس کے کہ حضرت علیؑ کی خلافت کو اپنے درمیان دیکھنے پر فخر و ناز کرتے بہت بے اعتنائی اور نافرمانی بلکہ مخالفت ظاہر کی۔ اون کی بے اعتنائی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جب ایک نسل کے گذر جانے کے بعد حضرت علیؑ کی تعظیم اور تکریم اور امامت وغیرہ کے عجیب وغریب خیالات کا جوش پیدا ہوا تو حضرت علیؑ کے مدفن اور مقبرہ کا بھی کوئی نشان نہ بنا سکا۔

بنی امیہ کی خلافت کے ساتھ دنیا طلبی اور قوت و اقتدار اور غلبہ کی خواہش اور ہوس کا زمانہ شروع ہوا۔ امیر معاویہ کو حضرت امام حسنؑ کو خلافت سے محروم کر کے تمام مفتوحہ ممالک پر اپنا تسلط بٹھا لینے کا موقعہ ل گیا اپنے بیٹے یزید کو بظاہر رفع شر کے بہانہ سے صرف اپنا جانشین ہی نہ مقرر کیا بلکہ کہا جاتا ہے کہ اوس کو وصیت کی کہ تین شخصون کی طرف سے مدعی خلافت ہین ہوشیار رہے عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؑ کی طرف اوس کا اشارہ تھا عبد اللہ بن عمرؓ کی طرف تو امیر معاویہ کا شبہہ درست نہین تھا۔ وہ دنیا کی کوئی خواہش نہین رکھتے تھے۔ چنانچہ یزید نے جب بیعت چاہی تو عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباس نے فوراً بیعت کر لی عبد اللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؑ نے بیعت نہ کی اور مدینہ سے مکہ چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا وہ عالم آشوب واقعہ ہوا جس نے گو بظاہر ایک مستحق خلافت کو اپنے ظلم اور بیرحمی سے راستہ سے اوٹھا کر یزید کی حکومت کو بے کھٹکا کر دیا مگر درحقیقت بنی امیہ کی خلافت کی بیخ کنی کے واسطے اوس کی بنیادون مین بارود بھر دیا۔ کوئی فوج اور کوئی تلوار بنی امیہ کی بربادی کے واسطے اتنا کام نہین کر سکتی تھی جتنا کہ شہداے کربلا کے المناک واقعہ نے کیا۔ اہل بیت کے استحقاق کی طرف

اس وقت تک جو ایک بے اعتنائی اور بے پروائی کا اظہار کیا گیا تھا وہ اون کی حمایت اور اون کا بدلا لینے کے جوش سے مبدل ہو گیا۔ عبد اللہ بن زبیر نے جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اوس نے اپنے دعوی خلافت کو بلا مزاحمت پیش کرنے اور حضرت امام حسینؑ کے دعوون کی روک اوٹھا دینے کے واسطے دانستہ حضرت امام حسینؑ کو کوفہ جانے کی رائے دی تھی اب شہدائے کربلا کا بدلا لینے کے واسطے علم اوٹھایا۔ اس کا نتیجہ مکہ اور مدینہ مین خرابی خون ریزی۔ کعبہ کی تباہی اور انصار کی بربادی اور جور بر برداری کے سوائی الحال کچھ نہ پیدا ہوا۔ ابن زبیر کی مکہ اور مدینہ مین گو خلافت تسلیم ہو گئی مگر انجام اوس کا بھی کچھ اچھا نہ ہوا۔ مختار نے عبد الملک کی خلافت مین شہدائے کربلا کا بدلا لیا۔ اور اگر آیندہ دنیا طلبی اور دنیا پرستی کی اغراض کے واسطے شہدائے کربلا کا بدلا ایک بہانہ نہ بنا لیا جاتا تو یہ بدلہ کافی سمجھ لیا جاتا۔ اب دنیا کے واسطے تمام جھگڑے اور لڑائیان تھین دین اور دینی مسئلے اور شیعان علیؓ کا یہ نیا نام اختیار کرنا اور امامت کے نئے مسئلہ کو پیدا اور شایع کرنا یہ ایک آڑ تھی جس کے پیچھے چھپنا اور دنیوی اقتدار کے حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ ان اندرونی جھگڑون اور لڑائیون سے اسلامی سلطنت کو یہ ایک اصلی نقصان پہونچا تھا کہ عرب کی فتوحات جو ایک بے روک سیلاب کی طرح دنیا مین پھیل رہی تھین بالکل بند ہو گئین اور مسلمانون کی قوت اپنی قوت سے ہی ٹوٹ رہی تھی۔ لیکن ولید بن عبد الملک کی خلافت نے وہ پچھلے اچھے دن پھر یاد دلا دئیے اور ملک گیری اور فتوحات مین وہ نام پایا کہ سر ولیم میور اوس کے زمانہ کو ابتدائے خلافت سے انتہا تک عدیم النظیر کہتے ہین۔ مگر جو آگ گھر مین لگ چکی تھی اور جس کی چنگاریان دبی ہوئی تھین آیندہ خلیفون کے وقتون مین وہ نئی نئی صورتون مین بھڑکتی رہین اور آخر بنی امیہ کی بدنام خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

بنی عباس نے گو خلافت شہدائے کربلا اور اہل بیت اور بنی فاطمہ کا بدلا لینے کے نام سے حاصل کی مگر بہت جلد انھون نے ثابت کر دیا کہ یہ سب دنیا اور دنیوی اقتدار کے حاصل کرنے کے واسطے ایک آڑ تھی اور کچھ نہ تھا۔ بنی امیہ سے بدلا لیا گیا۔ اون کے گذرے ہوئے آبا و اجداد کے مظالم کے

بدلے اون کو ذبح کر کے اون کی لاشون پر فرش کر کے دسترخوان بچھایا گیا - تلوار بدلا لینے والون کو
ٹھنڈا نہ کر سکی اور لاشون کو آگ کے سپرد کیا گیا مشرقی دنیا کی زمین کے اوپر ایک متنفس بھی اوس
بدنام نام سے پکارے جانے کے لائق نہ چھوڑا گیا - مگر کیا یہ بنی فاطمہ کا بدلا لیا جا رہا تھا - اوس وقت
گو یہی خیال کیا جاتا - مگر بنی فاطمہؑ کے ساتھ جو سلوک ہوا اوس نے بہت جلد بتا دیا کہ اس سب کا
مطلب خلافت اور بادشاہی کے میدان کو صاف کرنے کے واسطے روکنے والی اور بدنما جھاڑیان
اور درخت آیندہ بڑھ جانے کے خوف سے کاٹے جا رہے تھے - بنی فاطمہ پر بنی عباس کے ظلم اور
تشدد کی تاریخ بنی امیہ کی تاریخ سے بہت لمبی ہے اور سُنی اور شیعہ کے درمیان دشمنی اور مخالفت
پیدا ہونے کے بڑے واقعات اسی زمانہ مین ہین - اب ہم کو شہدائے کربلا کے پاک نامون اور اون کے
بدلا لینے کے بہانون کے ذکر کو چھوڑ دینا چاہیئے - اگرچہ بنی فاطمہ کی آیندہ کوششون مین جو خلافت کے
واسطے کی جاتی تھین اون کا بڑا معاون یہی بہانہ تھا - لیکن در اصل بنی عباس اور بنی فاطمہ مین خلافت
کے واسطے لڑائیان اور جنگ شروع ہوئے - بنی عباس نے خلافت حاصل کرتے ہی بنی امیہ کی طرف سے
اون کا نام و نشان دنیا کے صفحہ سے مٹا کر جب اطمینان کر لیا تو اب اون کو بنی فاطمہ کی فکر ہوئی کہ
جن کے نام کو اونھون نے اپنی کامیابی کا وسیلہ بنایا تھا - لیکن اب ایسی رکاوٹون کو وہ اوٹھا دینا چاہتے
تھے - ابو مسلم اوس زمانہ کا بے نظیر سپہ سالار تھا جس نے دولت عباسیہ کی بنیاد رکھی اور عدم سے نکال کر
اوس عظیم الشان سلطنت کا مالک بنا دیا او زمین سے اوٹھا کر اوس آسمان مرتبہ تخت پر بٹھا دیا اور
اس کوشش مین اپنے ہاتھون کو لاکھون مسلمانون کے خون مین رنگ لینے مین تامل نہ کیا اوس کا
اقتدار اور قوت سب سے پہلا کانٹا تھا جو عباسیہ کے پہلے خلیفون کی آنکھون مین کھٹک رہا تھا - ابو جعفر
منصور نے آخر اوس اپنے وفادار محسن اور بے گناہ اور بے خطا نامور سپہ سالار کو ذبح کرا ہی دیا - بنی
فاطمہ باقی تھے - عبد اللہ کو معہ اون کے کنبہ کے قید مین ڈال دیا اور اس پر بھی اکتفا نہ کر کے ایک
یا دوسرے بہانہ سے اون کو مار ڈالا - محمد اور ابراہیم اگر بھاگ نہ گئے ہوتے تو وہ بھی اس قسمت مین
شریک ہوتے بنی فاطمہؑ کے خلافت کے واسطے کم زور کوششین کرنے اور بنی عباس کے اُن پر

سختیان اور جور وجفا کرنے کے واقعات تاریخی جھگڑے ہین سبز اور سیاہ رنگ کے نشان
اور جھنڈے دونون فریقوین اور توجون کو تمیز کرتے تھے بنی فاطمہ مین سے جن بزرگون نے دنیاوی
تعلقات اور جھگڑون سے کنارہ کشی اختیار کر لی وہ امن مین رہے لیکن جنھون نے اپنے نسبی
فخرون کے عوض مین دنیا مول لینی چاہی اور سلطنت مین خلل انداز ہوئے اُنھون نے اپنی
قسمتون کو دوسرون کے واسطے باعث عبرت بنانے کے سوائے اور کچھ نہ حاصل کیا۔ خلافت
کے امن مین خلل ڈالنے کا جرم اون کی بغاوتون کی اون کو سزا دینے کا کافی عذر تھا۔ اور قوت اور
اقتدار اُنھین کا تھا جن کے ہاتھ مین تھا۔ خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ خلافت نے بنی فاطمہ کے
حق مین ایک مفید پلٹا کھایا۔ مگر اون کی بدقسمتی نے حضرت علیؑ رضا کو خلافت کا وارث بننے کے
واسطے زندہ نہ رہنے دیا اور زمانہ بہت جلد اون کے خلاف پھر گیا خلیفہ متوکل باللہ نے بنی فاطمہ
کی مخالفت کو انتہا درجہ تک پہونچا دیا۔ حضرت امام حسینؑ کی قبر پر اوس نے ہل پھروا کر اوس زمین
کھیتی بوادی اور زائرین کربلا کو سخت دھمکیون سے منع کر دیا۔ ایک عالم شخص کو اس جرم مین کہ اوس نے
خلیفہ کے دونون بیٹون کو امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر ترجیح دینی پسند نہین کی تھی پاؤن مین روندوا دیا۔
غرض یہی جھگڑے اور لڑائیان سنی اور شیعہ مین مخالفت اور دشمنی بڑھاتی گئین اور اُن کی
عجیب عجیب صورتین پیدا کرتی گئین۔ انھین ملکی جھگڑون سے دراصل سنی اور شیعہ کے نام سے
دو مذہبی فرقہ پیدا ہو گئے۔ معز الدولہ دیلمی نے چوتھی صدی ہجری مین خلیفہ مطیع اللہ کے زمانہ مین یوم
عاشورہ کا رواج دے کر ایک عمدہ کام کے ساتھ اس تفریق کے اور پختہ کرنے کا ایک سبب
پیدا کر دیا۔ گو شیعون مین نئے نئے مذہبی مسائل اور مذہبی تفرقہ عجیب وغریب قسم کے پیدا ہوئے
مگر وہ اس اصلی اختلاف سے جدا سمجھنے چاہیے۔ یہ اصلی اختلاف تو خلافت کی بابت تھا بنی فاطمہ
جس قدر کوششین کرتے رہے سب مین ناکامیاب ہوئے اور اس ضعف نے تلوار کی کمی کو زبان
سے پورا کرنا چاہا اور شکستین اون کے جوشون کو بڑھاتی اور نئی نئی صورتون مین ظاہر کرتی رہین
جو مذہبی رنگ پکڑتی گئین۔ بنی فاطمہ ہی اگر دنیوی اقتدار اور دنیا کی ہوس چھوڑ دیتے تو ممکن تھا

کہ ان دشمنون کا خاتمہ ہوجاتا مگر اون سے بھی یہ نہ ہوسکا اور خلافت کو ایک دم چین سے نہ بیٹھنے دیا ایشیا مین گو اون کو کوئی دیرپا کامیابی نہ حاصل ہوئی ہو مگر مصر مین اون کی ایک خلافت آخر قائم ہو ہی گئی جو سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے وقت تک جس نے پھر مصر مین عباسیہ خلافت قائم کردی تھی قائم رہی۔ مصر کی یہ عباسیہ خلافت مملوکیون کے زمانہ تک برائے نام مصر مین رہی اور سلطان سلیم کے زمانہ مین ترکان عثمانی کی طرف منتقل ہو گئی۔

خلفاء اربعہ کے سوا اول سے آخر تک جس قدر جھگڑے اور لڑائیان اور کشت وخون ہوئے سب کی تہ مین ایک ہی وجہ دنیا کی طلب اور دنیا کی ہوس تھی اور کچھ نہ تھا۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے تعلقات قبل الاسلام کو بلا ضرورت زندہ کیا جاتا ہے بنی ہاشم ہی نے بنی ہاشم سے کون سا اچھا سلوک کیا جو بنی امیہ کے سلوکون کو اتنی دور پیچھے لے جایا جائے دنیا کے واسطے جو کچھ بنی امیہ نے کیا وہی کچھ بنی عباس نے کیا اور وہی بنی فاطمہ نے کیا۔ تاریخ گواہ ہے جس سے جو ہوسکا کسی نے کمی نہین چھوڑی مسلمانون کا خون سب کی خلافتون پر ایک ہی جیسا دعوی کرسکتا ہے۔

جس قدر کشت وخون مسلمانون کا ان جھگڑون اور لڑائیون مین جو رفتہ رفتہ مذہب بن گئی عین ہوا وہ شمار کے حد حساب اور اندازے سے باہر ہے۔ اور آج ایک رونے والے کو اوس پر صبر کرلینا بھی مشکل ہے اگرچہ رونا اور فریاد کرنا ہی ایک چارہ ہے۔ اسی دشمنی نے اسلامی خلافت کا نام دنیا سے رخصت کردیا عباسیہ کی وہ شان وشوکت پھر نہ آنے کے واسطے اسی مخالفت کی نذر ہو گئی۔ اسی سنی اور شیعہ کے جھگڑے نے ہلاکو سے خونخوار اور خون ریز ہتیارون کو مسلمانون کے گھر مین بلایا اور اسلامی سلطنت کی شان وشوکت علم وفضل اور صدیون کی جمع کی ہوئی بزرگیون کو اوس غارتگر کے ہاتھون سے فنا کروادیا۔ اور عالمون اور فاضلون اور شاعرون اور ادیبون ہزارہا باکمال لوگون کو جو انتخاب روزگار اور دنیا کا فخر تھے جاہل درندون کے ہاتھون سے ذبح کروا ڈالا وہی تباہی اور بربادی اور زوال اور مدینۃ الاسلام کی ویرانی کا واقعہ تھا جس کو دیکھ کر شیراز کا علامہ خون کے آنسو روتا ہوا ہمارے رولانے کے لیے یہ اشعار کہتا ہوا گیا ہے۔

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین	بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
اے محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک	سر برآر و این قیامت در میان خلق بین
دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام	قیصران روم بر سر خاک و خاقان بر زمین
خون فرزندان عم مصطفیٰ شد ریختہ	ہم بران خاکے کہ سلطانان نہادندے جبین
نازنینان حرم را خون خلق نازنین	زآستان بگذشت و ما را خون دل از آستین
زینہار از دور گیتی و انقلاب روزگار	در خیال کس نگشتے کانچنان گردد چنین

الخ

سعدی اس ہیبتناک تباہی اور ویرانی پر جس نے صدیون کے اسلامی آثار اور بزرگیون کو ایک دم مین مٹا دیا تھا اور بغداد کی بزرگیون اور زمانہ کے فخر کے اسباب کو آگ اور تلوار کے حوالہ کر دیا تھا کیون کر صبر کر سکتا تھا اُس کا عربی مرثیہ دلون کو نہین پتھر دن کو پاش پاش کر دینے والا ہے

عربی مرثیہ کے چند اشعار

نسیم صبا بغداد بعد خرابہا + تمنیت لو کانت تمر علے قبری	کاش ایسا ہوتا کہ بغداد کی تباہی کے بعد اُس کی ہوا کا جھوکا میری قبر پر گذرتا۔
زجرت طبیبا جس نبضی مداویا الیک فاشکوای من مرض یبری	مین نے طبیب کو جب کہ اوس نے علاج کے لیے میری نبض کو چھوا جھڑک دیا کہ جا اپنا کام کر مجھ کو ایسے مرض کی شکایت نہین جو اچھا ہو سکے۔
ولا تسألن عما جری یوم حصرہم وذالک مما لیس یدخل فی الحصر	نہ پوچھو جو حال بنی عباس کی قید کے دن گذرا یہ وہ حال ہے جو قید بیان مین نہین آسکتا۔
أدیرت کؤوس الموت حتیٰ کانہ رؤس الاساریٰ تحرکن من السکر	شراب مرگ کے جام گردش مین لائے گئے یہان تک کہ قیدی کشتون کے سر (تڑپتے ہوئے) ایسے معلوم ہوتے تھے گویا نشے مین جھوم رہے ہین۔

بکت جدر المستنصریۃ ندبۃً
علی العلماء الراسخین ذوی الحجر +

علماے راسخین پر جو کہ اصحاب عقل و دانش تھے مدرسۂ مستنصریہ
کی دیوارین زار زار رو رہی ہین —

نوائب دہر لیتنی مت قبلہا +
ولم ار عدوان السفیہ علی الحبر

یہ زمانہ کے سخت حادثے ہین کاش مین ان سے پہلے مرجاتا اور
جاہلون کا ظلم دانشمندون پر نہ دیکھتا —

وقفت بعبادان ارقب دجلۃً
کمثل دم قان تسیل الی البحر

مین نے شہر عبادان مین ٹھہرکر دجلہ کے پانی کو دیکھا کہ نکتر خون
کی مانند سمندر کی طرف بہتا تھا —

وفائض دمعی فی مصیبۃ واسطٍ
یزید علی مد البحیرۃ والجزر

میرے آنسو جو شہر واسط کی مصیبت مین جاری ہین خلیج فارس
کے مد وجزر کو اور بڑھا دیتے ہین —

وہب ان دار الملک ترجع عامرًا
ولغیل وجہ العارفین عن الغفر

یہ نہ سمجھو کہ اب دار الخلافہ پھر آباد ہوگا اور علمار کے چہرے غبار ذلت سے
پاک کیے جائین گے —

فاین بنو العباس مفتخر الورٰی +
ذوو الخلق المرضی والغرر الزہر

کہان ہین بنی عباس جن سے عالم کو فخر تھا جن کے اخلاق برگزیدہ
اور پیشانیان نورانی تھین —

غدا سمرًا بین الانام حدیثہم +
وذا سمر یذمی المسامع کالسمر

اُن کا ذکر اب دنیا مین ایک افسانہ ہوگیا اور یہ وہ افسانہ ہے
جو کانون کو برچھیون کی نوک کی طرح خون آلودہ کرتا ہے —

آذکر فی اعلی المنابر خطبۃ +
ومستعصم باللہ لم یک فی الذکر

کیا منبرون پر خطبہ پڑھا جائے گا اور مستعصم باللہ کا اوس مین
ذکر نہ ہوگا —

ضفادع حول الماء تلعب فرحۃً
اصبر علی ہذا ویونس فی القعر

کیا اسپر صبر ہوسکتا ہے کہ مینڈک پانی کے اِدھر اُدھر خوشی سے
کھیلتے پھرین اور یونس پانی کی تہ مین ہو —

ولیت صماخی صم قبل استماعہ
بہتک اساتیر المحارم فی الاسر

کاش ایسا ہوتا کہ قید مین محلون کے لیئے بے پردہ ہونے کی خبر
سننے سے پہلے میرے کان بہرے ہوجاتے —

کانّ صباح الاسر یوم قیامۃ

قید کی صبح گویا قیامت کا دن تھا کہ امتین سرمین خاک ڈالے ہوئے

علی امم شعث تساق الی الحشر	میدان حشر کی طرف ہکائی جاتی تھین ۔
ومستصرخ یا للمروۃ فانصروا	بہت سی فریاد کرتے تھے کہ دھائی ہے مروت کی کوئی مدد کرو ۔ مگر باز کے پنجے مین چڑیا کی فریاد کو
ومن یصرخ العصفور بین یدی صقر	کون پہونچتا ہے ۔
یساقون سوق المعزی کبد الفلا	جو لوگ زجر اور دھمکی سننے کے عادی نہ تھے اُن کے
عزائز قوم لایعودون بالزجر	حرم محترم صحرا مین بکریون کی طرح ہکائے جاتے تھے
جلبن سبایا سافرات وجوھہا	جو لڑکیان پردہ مین چادرون سے چہرے باہر نہ نکالتی
کواعب لاتبرزن من حلل الخدر	تھین اون کو کھلے منھ اسیر کرکے لے گئے ۔
رعی اللہ انسانا تیقظ بعدھم	خدا حمایت کرے اُس شخص کی جو دولت بنی عباس کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہو گیا کیون زید کی مصیبت
لان مصاب الزید مزجرۃ العمرو	عمرو کے لیے تازیانہ ہے ۔

اِس آخری بڑی تباہی اور ویرانی کا سبب صرف سنی اور شیعہ کی دشمنی اور مخالفت تھی ۔ اس کی تفصیل کے معلوم کرنے کے واسطے تاریخ کو کھولنا چاہیے اگرچہ بنی عباس کی خلافت کا انجام ویسا ہی ہوا جیسا کہ پانچ صدیان پہلے اون کے ہاتھون سے بنی امیہ کا ہوا تھا مگر وہ آیندہ مسلمانون کے واسطے اوس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے واسطے کافی سے زیادہ تھا ۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانون نے اوس سے عبرت نہ حاصل کی اور سلطان سلیم اور شاہ اسمٰعیل صفوی کے زمانہ مین وہ چنگاریان ایک دفعہ پھر بھڑکین اور مسلمانون کی ہزارہا جانین صرف اس تفرقہ اور مخالفت کی نذر ہو گیئن ۔ ہندوستان مین بھی یہ آگ مسلمانون کے گھرون کو جلائے بغیر نہ رہی ۔ مگر چھوٹے بڑے تمام واقعات کا بیان کرنا کچھ ضروری نہین ہے ۔ عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے واسطے یہی واقعات کافی ہین ۔ سعدی اگر اپنے زمانہ مین ایسی مصیبت اور تباہی دیکھکر زندگی سے بیزار تھا اور موت طلب کرتا تھا تو ہمارے زمانہ مین مسلمانون کے

سامنے رونے اور فریاد کرنے اور مرجانے کے واسطے اوس سے بھی زیادہ حوادث موجود ہین یورپ اور افریقیہ اور ایشیا اور ہندوستان مین اسلامی سلطنتون کی تباہی اور اپنے بُرے انجام سے بھی اگر ہم سبق نہین حاصل کرسکتے تو ہماری ان زندگیون سے درحقیقت موت ہزار درجہ بہتر ہے۔

اے اسلام کی نسلون! تمھاری تاریخ سے بڑھکر تمھارے واسطے کوئی معلم نہین ہوسکتا۔ اپنی تاریخ اور اپنے حال سے عبرت حاصل کرو۔ دنیا کی خلافت اور سلطنت کے جھگڑون نے جو تفرقے تمھارے درمیان پیدا کیے ہین کم سے کم اب تو اون کو درمیان سے اوٹھا دو۔ نہ وہ خلافت رہی نہ وہ سلطنتین رہین نہ وہ دعوے اور نہ وہ دعویدار رہے مگر افسوس ہے کہ وہ تفرقے اور مخالفتین باقی ہین۔ ذرا غور کرو کہ کوئی عقلمند ہمارے اس حال پر سوائے ہنسنے یا افسوس کرنے کے کیا کرے گا۔ ہم اپنے ان تفرقون سے دوگونہ نقصان اوٹھا چکے ہین۔ خدا کی مرضی یہی تھی۔ اگر یہ دشمنیان ہم کو اپنے ہی گھر مین مصروف نہ رکھتین تو یہ دنیا اسلامی سلطنت کے سوا کوئی دوسرا نام سننے کے لائق باقی نہ رہتی۔ مگر ایسے خوابون کا وقت گذر گیا ہے۔ ہم اپنی امن بخش موجودہ سلطنت کے تحت مین اپنی زندگی کے اعلیٰ اغراض پورے کرکے اپنے بہت سے نقصانون کی تلافی کرلینے کے لائق ہین ـــ

آؤ اتفاق کرین محبت اور اخوت کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑ کر اپنے اسلام کا ثبوت دین۔ اور زمانہ جو کچھ ہم سے چاہتا ہے وہ کرین اور اسلام کی مبارک نسلین کہلانے کے مستحق ہون ـــ

بزرگان دین کے حق مین بُرے اور ناشایستہ الفاظ کا استعمال کرنا اون کو کوئی نقصان نہین پہونچاتا۔ تمام تر نقصان ہمین کو پہونچتا ہے کیونکہ انسان کے دل مین اوس سے بدی اور بدطینتی اور بداخلاقی پیدا ہوتی ہے جو اسلام کے مقصد اعلیٰ کے برخلاف ہے۔ اور اوس کی برائی کا بجائے خود یہی ایک ثبوت ہے۔ بلاشبہہ آل رسول اللہ کی محبت اور ہمدردی نہایت نیکی کا کام ہے اور دل کو پاک اور ایمان کو مضبوط کرتا ہے مگر بزرگان دین کے حق مین برے اور ناشایستہ الفاظ استعمال کرنے سے وہ تمام نیکی برباد ہوجاتی ہے اور برائی حاصل ہوتی ہے آدمین

بزرگان دین کے اخلاق اور اطوار کو ہمین اپنا شعار بنانا چاہیئے اور آج وہ زمانہ آگیا ہے کہ دھوکا دینے والے پردہ درمیان سے اوٹھ جایئن ہم اپنی غلطیون پر نادم ہون اور بزرگان دین کے نام کی جو عزت اور تعظیم و تکریم ہم کو کرنی واجب ہے وہ کرین ۔

مجھ کو دیباچہ کے آخر مین اپنی استعداد اور مقدور سے بڑھکر ایک ایسا بزرگ کام جیسا کہ حضرت عمرؓ کے حالات کا لکھنا ہے اختیار کرنے کی نسبت چند الفاظ کہنے ہون گے ۔ اصل یہ ہے کہ مین نے کوئی خواہش اور ارادہ نہین کیا اور کسی طرح ایسا ارادہ کرنا واجب نہین تھا جبکہ ہمارے اس زمانہ کے اسلامی مورخ مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی اس کے کرنے کا وعدہ اور اعلان کرچکے تھے ۔ مگر بعض واقعات نے مجھے اس کام کی طرف کھینچا ۔ کئی برس سے ایک قلمی مسودہ حضرت عمرؓ کے حالات پر ترتیب دینے اور شایع کرنے کے واسطے فرمایشاً میرے پاس تھا ۔ اوس کی صحت کے خیال نے مجھے اس مضمون پر زیادہ حالات پڑھنے کی طرف مائل کیا اور اوس وقت وہ مسودہ مجھ کو حضرت عمرؓ کے بزرگ اور عظیم الشان حالات کے روبرو بے کار معلوم ہوا اور اون کے دلچسپ حالات اور اوس عظیم نفع کے خیال سے جو ہر ایک مسلمان ایک بادشاہ سے لے کر عامی تک حضرت عمرؓ کے حالات کے مطالعہ سے حاصل کرسکتا ہے مین اپنے چندروزہ مطالعہ کے نتیجہ کو جمع کرنے اور شایع کردینے کی طرف مائل ہوا کیونکہ مین یہ یقین کرتا ہون کہ ہماری اُردو زبان مین جس کو چھ کروڑ مسلمان ہندوستان مین بولتے ہین ایک ہی مضمون پر ایک سے زیادہ کتابین موجود ہونے مین کوئی نقصان نہین ہے ۔

لیکن میری کتاب سے یہ امید کرنا غلطی ہوگی کہ جناب مولوی محمد شبلی صاحب کی کتاب الفاروق کی ضرورت کو اس نے رفع کردیا ہو ۔ یہ کتاب زیادہ تر سہل الحصول ماخذون سے تالیف کی گئی ہے اور عالمانہ تحقیقات اور تدقیقات کی صرف مولوی صاحب کے علم و فضل سے ہی توقع کی جاسکتی ہے ۔ اور مجھ کو امید ہے کہ یہ کتاب بوجہ اون اعلی امیدون کے جو مولوی صاحب کی کتاب سے ہین اوس کے اشتیاق کو زیادہ کرنے کا باعث ہوگی ۔

اگرچہ مین نے یہ بات کہی ہے کہ میری کتاب سہل الحصول ماخذون سے تالیف کی گئی ہے لیکن باین ہمہ مین نے ضعیف روایات اور غیر معتبر تاریخون کو وہی وقعت دی ہے جس کی کہ وہ لائق تھین اور مین نے اون کی طرف مطلق کچھ التفات نہین کیا۔

سب سے زیادہ مین شاہ ولی اللہ صاحب کی قابل قدر اور بیش بہا کتاب ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا اور سر ولیم میور کی انگریزی تاریخون کا جو اونھون نے خلافت پر لکھی ہین مشکور ہون مولوی محمد شبلی صاحب کی کتاب الفاروق جو اطمینان اس مضمون کی طرف سے دلا چکی ہے اور دلاتی ہے اوس نے مجھے اس سے زیادہ محنت اور تجسس اور تلاش کرنے سے جس قدر کہ مین نے اپنی استعداد کے موافق کی ہے بے پروا کر دیا ہے ورنہ ممکن تھا کہ مین اپنی ناچیز محنت اور سعی اور اوس کے نتائج کو بڑھاتا تاکہ ہر ایک شخص کو جو حضرت عمرؓ کے حالات جمع کرنا اور لکھنا چاہیے گا آخر کار شاہ ولی اللہ صاحب کی طرح یہی شعر پڑھ دینا پڑے گا۔

وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ
یفنی الزمان وفیہ ما لم یوصف

یعنی

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

ایسے حالات اور مباحثون اور مذہبی مسائل اور تنازعہ اور تکرار کی باتون کو جن کا ذکر مین اپنے سب سے بڑے مقصد کے لحاظ سے نامناسب سمجھتا تھا مین نے ترک کر دیا ہے مین اپنے ناظرین سے یہ امید کرنے کے بعد دیباچہ کو ختم کرتا ہون کہ وہ میری استعداد کا خیال کرکے جو بہت تھوڑی ہے اور اس بات کو معلوم کرکے کہ ان پانچ چھ مہینون مین جس عرصہ مین مین نے اس کتاب کے متعلق تمام کام کیے اور کرائے مین بہت کم وقت اطمینان اور فراغت کا مجھے ملا ہے میری غلطیون کے ساتھ سختی سے سلوک

نہ کرین [۱] گے —

ناہن ۱۰- دسمبر ۱۸۹۲ء

خاکسار سراج الدین احمد-

[۱] کتاب کے شایع کرنے کی جلدی کے سبب سے مین فہرست مضامین اور نقشہ ملک عرب و فتوحات اس وقت ساتھ شایع نہین کر سکا لیکن تھوڑے زمانہ مین فہرست اور نقشہ تیار ہو جاوین گے اور کتاب کے ساتھ لگا دیے جاوین گے جو اصحاب اس سے پہلے کتاب منگوا چکے ہون وہ اوسی جگہ سے فہرست اور نقشہ طلب کرین —

پہلا باب

نام و نسب ولادت بچپن سن رشد عرب جاہلیت

عمر نام ۔ ابو حفص کنیت ۔ فاروق خطاب امیر المومنین لقب ۔ القرشی العدوی نسب شجرۂ[1] نسب کے بارے میں مورخین میں کسی قدر اختلاف ہے ۔ تاریخ الخلفا سیوطی میں شجرۂ نسب عمر ابن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن قرط بن زراج بن عدی بن کعب بن لوی ہے اور طبری میں عمر ابن خطاب ابن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن عدی بن کعب بن لوی[2] ہے بہر صورت حضرت عمر کا شجرۂ نسب آٹھویں پشت میں یعنی کعب بن لوی پر آنحضرت صلعم سے مل جاتا ہے پس آپ اشراف قریش[3] میں سے تھے ۔ والد آپ کے مشہور اور عمدہ متکلم اور اپنے قوم اور قبیلہ کے امیر اور سردار تھے آپ کی ماں خثیمہ بنت ہشام ابن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھی ۔

حضرت عمر کے نام کے بارے میں ایک دلچسپ روایت استیعاب میں ہے کہ ایک دن آپ مسجد سے نکلے جارود آپ کا غلام ساتھ تھا ۔ سامنے سے ایک عورت (خولہ بنت حکیم) آئی جس کو آپ نے سلام علیک کہا اس نے جواب دے کر کہا کہ اے عمر کچھ اور کہوں میں تجھے پہچانتی ہوں ۔ تیرا نام عکاظ کے بازار میں عمیرہ تھا اور تھوڑے دنوں بعد تجھے عمر کہنے لگے اور اب بہت عرصہ نہیں ہوا کہ تو امیر المومنین کہلانے لگا ۔ اس نام کی تبدیلی کی بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی

---

[1] لیف آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور ۔ [2] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی [3] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا ۔

ممکن ہے کہ بچپن مین یا ایام جاہلیت مین لوگ آپ کو عمیرہ کے نام سے پکارتے ہون گو نام آپ کا عمرؓ ہی ہو ۔

نووی کے قول کے مطابق حضرت عمرؓ عام فیل سے جو آنحضرت صلعم کی ولادت کا سال ہے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے اور ذہبی کی روایت کے حساب سے آپ عام فیل سے اُنیس برس بعد پیدا ہوئے ۔ یہ اختلاف چھ برس کا آپ کی نسبت آخر تک پایا جاتا ہے جیسے کہ طبری لکھتا ہے کہ بعضون نے اُن کی عمر ساٹھ سال کی اور بعضون نے تریسٹھ سال کی لکھی ہے مگر ذہبی کی روایت زیادہ قابل اعتبار ہے ۔

اگر ہر ایک شخص کو جو اسی قسم کا کام اختیار کرے جیسا کہ میرے ہاتھ مین ہے زمانہ جاہلیت کے حالات کے نہ ملنے کے ساتھ مجبوراً رضامند ہونا پڑتا ہے تو مجھ کو تو اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے سب سے پہلے اپنی عاجزی کا اعتراف کرنا چاہیے ۔ افسوس ہے کہ حضرت عمرؓ کے بچپن کے زمانہ کے حالات بھی ایسی ہی تاریکی مین ہین اور مشکل سے آج کوئی وسیلہ اُن کے تلاش اور معلوم کرنے کا دستیاب ہوسکتا ہے عرب کی عجیب و غریب شاعری اگر اُن حالات کے زندہ رکھنے کا جو آج دستیاب ہوسکتے ہین اور اُن کے تاریخی اور سوشل حالات اُس سے اخذ کیے گئے ہین ایک ذریعہ نہ بنتی تو طریقہ تحریر کے موجود نہ ہونے اور حالات کو قلمبند نہ کرنے کی عادت نے اُن کی قدیم تاریخ کے علم کا خاتمہ ہی کر دیا تھا ۔ اگرچہ غیر اقوام کی تحریرون اور قدیم کتب مذاہبی سے بھی عرب کے پرانے حالات جمع کرنے مین مدد ملی ہے مگر سب سے بڑا منبع اُن کی وہ شاعری ہی ہے جس کے وہ اس قدر دلدادہ تھے ۔

مگر حضرت عمرؓ کے بچپن اور عموماً زمانہ جاہلیت کے حالات نہ لکھنے اور نہ بیان کرنے کی نسبت تو ہم کہ سکتے ہین کہ مسلمان مورخون اور راویون نے دانستہ چشم پوشی کی ہے ۔ اُن کے زمانہ جاہلیت کے حالات لکھنا یعنی جب تک کہ وہ اسلام نہین لائے تھے اُن کی شان کے خلاف اور

لہ تاریخ الخلفا سیوطی ۔ ۲ طبری فارسی نسخہ مطبوعہ لکھنؤ

بے ادبی سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ اسی بنا پر ہم دیکھتے ہین کہ بعض مسلمان مورخون نے اُن کے زمانۂ جاہلیت کے ساتھ ایک غیر ضروری رعایت کرنے کی کوشش کی ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ دانستہ حضرت عمر کے زمانۂ کفر کے حالات نہین لکھے گئے۔ بہرحال اسی ناکامی کے ساتھ رضامند ہونا سب سے آخری چارہ ہے۔

اگر پھل سے ایک درخت کی اور پیڑ سے پودے کی حالت کا ہم کچھ اندازہ کر سکتے ہین تو ایک سادہ اور سنجیدہ مزاج شخص کے زمانۂ بچپن کے حالات سے کسی غیر معمولی دلچسپی اور تبدیلی کی توقع نہین کی جا سکتی حضرت عمر کے بچپن کے زمانے کا بڑا حصہ جاہلیت کے ایک سادہ زندگی بسر کرنے والے کنبہ کے اس قسم کے کامون مین مصروف رہنے مین گذرا ہے جس کی ایک مثال وہ خود ایک دفعہ ضجنان کے جنگل مین سے گذرتے ہوئے مکہ کے قریب ہے بیان کرتے ہین کہ "مین اُس جنگل مین خطاب (اپنے باپ) کے اونٹ چرایا کرتا تھا اُن کا مزاج بہت سخت تھا۔ اُس کی طبیعت کے خلاف اگر مین کوئی کام کرتا تھا تو سر سے پیچھے پڑ جاتا تھا اور اگر مین قصور کرتا تھا تو مجھے مارتا تھا"[1] اس سے حضرت عمر کے باپ کی طبیعت کا ایک عنصر بھی معلوم ہوتا ہے اور حضرت عمر کی طفولیت کا زمانہ جس قسم کے کامون مین گذرا اس کی بھی ایک مثال ہے۔

سن رشد بھی حضرت عمر کا جاہلیت کے انھین گم شدہ حالات مین پوشیدہ ہے مورخین اُن کے اس تمام زمانے کے حالات کو جو اسلام لانے سے پہلے کے ہین ایک جملہ مین ختم کر دیتے ہین کہ "حضرت عمر قبل از اسلام قریش مین ایک بڑا رتبہ اور وجاہت رکھتے تھے۔ اشراف قریش مین سے تھے اور جاہلیت مین سفارت کا کام کرتے تھے۔ قریش مین جب کوئی باہمی لڑائی یا کسی دوسرے قبیلہ کے ساتھ جنگ ہوتا تھا تو اُن کو سفیر کر کے بھیجتے تھے۔ گاہ گاہ ثالث مقرر ہوتے تھے اور اگر کسی کی تذلیل اور توہین اور خفت کرنے اور عیوب اور برائیان بیان کرنے یا اپنے آبا و اجداد کی بزرگیان اور اپنے حسب و نسب کے فخریہ بڑائیان بیان کرنے کی ضرورت ہوتی تو ایسے

---

[1] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔ ۱۲

موقع پر قریش کی طرف سے حضرت عمر منتخب کیے جاتے تھے"۔ اِن پچھلے الفاظ کے مطلب کی شاید کچھ تشریح کرنے کی ضرورت ہو۔ یہ جاہلیت کی ایک خاص رسم کی طرف اشارہ کرتے ہین کہ منافرت اور مفاخرت یعنی دوسرے قبیلون کی بزدلی اور عیوب اور اپنی بہادری اور اوصاف اور حسب نسب کی بڑائیان بیان کرنا جاہلیت کی ایک عام رسم تھی شاعرون کو اپنی طباعی اور ذہانت اور جودت طبع ظاہر کرنے کا ایک بڑا موقع ہوتا تھا وہ برجستہ اور برمحل اشعار تصنیف کر کے پڑھتے تھے بعض اوقات وہ ان منافرت اور مفاخرت کے معرکون مین حد سے گذر جاتے تھے مثلاً بنی عبد مناف اور بنی قصی اور بنی سہم کے درمیان یہان تک نوبت پہونچی کہ اپنی فضیلت اور کثرت کے فخر کو ثابت کرنے کے واسطے قبرین کھود کر اپنے مقتولین کا شمار کیا جسپر سورۂ "الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر" نازل ہوئی ہے زیادہ تر رواج اشعار مین منافرت اور مفاخرت کرنے کا تھا۔ مثلاً حارث بن ہمام ابن زیابہ کو کہتا ہے کہ۔

اشعار	ترجمہ
ایا ابن زیابۃ ان تلقنی	اے زیابہ کے بیٹے اگر تو مجھ سے ملے۔
لا تلقنی فی النعم العازب	تو مین تجھ سے اونٹون مین جو اپنے مالکون سے دور ہون نہین ملون گا یعنی مین شتر چرانے والا نہین ہون اور گھوڑون اور سوارون مین ملون گا
و تلقنی یشتد فی اجرد	اور تو مجھ کو ایسے وقت مین ملے گا۔
مستقدم و البرکۃ کالراکب	کہ گھوڑا مثل اپنے سوار کے بلند و فراخ سینہ مجھے تیز لیجاتا ہو

ابن زیابہ اسکا جواب دیتا ہے

یا لھف زیابۃ للحارث	مطلب شعر کا یہ ہے کہ زیابہ کو اس بات کا بڑا افسوس ہے
الصابح فالغانم فالآئب	کہ حارث صبح کو لوٹ کر سلامت چلا گیا۔

لہ از التقاط الخفا عن خلافۃ الخلفا و تاریخ الخلفا سیوطی

والله لولاقيته خاليا
لآب سيفانا مع الغالب

بخدا اگر مین اُس سے تنہا ملتا
تو بیشک ہم دونون کی تلوارین غالب کے ساتھ جاتین یعنی
اُس کی تلوار چھین لیتا ۔

انا ابن زيابة ان تدعني
آتك والظن على الكاذب

مین زیابہ کا بیٹا ہون اگر تو مجھ کو (لڑائی کے واسطے)
بلاوے گا تو مین تیرے پاس آؤن گا اور تردد کا انجام
جھوٹے کے حق مین بُرا ہوتا ہے ۔

ایک دوسرا شاعر مفاخرت کے طور پر کہتا ہے کہ

رويد بني شيبان بعض وعيدكم
تلاقوا غدا خيلي على سفوان
عليها الكماة الغر من آل مازن
ليوث طعان عند كل طعان

اے بنی شیبان اپنی دھمکیان کسی قدر کم کرو ۔
کیونکہ اب سفوان پر کل تم سے میرے گھوڑون کی مٹ بھیڑ ہوگی
اُن گھوڑون پر مشہور و نامی بہادر لوگ آل مازن کے
سوار ہون گے جو ہر قسم کی نیزہ بازی مین مثل شیرون کے
حملہ آور ہین ۔

تلاقوهم فتعرف كيف صبرهم
على ما جنت فيهم يد الحدثان

اُن سے ملوگے تو جانوگے کہ یہ لوگ حوادث
اور مصائب دہر پر کیسا صبر کرتے ہین ۔

مقاديم وصالون في الروع خطوهم
بكل رقيق الشفرتين يماني

وہ لوگ لڑائی مین سب سے آگے رہنے والے ہین
اور خوف کی جگہ مین اپنے قدم ہر دو دھاری یمانی تلوار سے
بڑھانے والے ہین ۔

اذا استنجدوا لم يسألوا من دعاهم
لاية حرب ام باي مكان

جب اُن سے کوئی مدد مانگتا ہے تو مدد خواہ سے نہین
پوچھتے کہ کس لڑائی کے لیے مدد مانگتا ہے اور ہم کو کہان
لے جاویگا یعنی نہایت بیدھڑک ہین ۔

غرض اِس طرح کی منافرت اور مفاخرت کا عرب مین اُس وقت عام رواج تھا اور

حضرت عمرؓ قریش کی طرف سے اس کام کے واسطے منتخب کیے جاتے تھے لیکن ہم اس سے لازمی طور پر
یہ نتیجہ مشکل سے نکال سکتے ہین کہ حضرت عمرؓ شاعر تھے یا خواندہ اور تعلیم پائے ہوئے تھے کیونکہ منافرت
اور مفاخرت مقفیٰ اور مسجع اور معمولی نثر مین بھی کی جاتی تھی اور بڑے بڑے مشہور شاعر بھی ناخواندہ
اور ان پڑھ تھے مثلاً طرفہ جو جاہلیت کا ایک مشہور اور ممتاز شاعر ہے ناخواندہ تھا گو یہ کہا جا سکتا
ہے کہ اس کام کو انجام دینے کے واسطے حضرت عمرؓ کی لیاقت اور دلیری اور وقار کے لوگ قائل تھے
اور اسی طرح سفیر ہونے کے واسطے جو خاص اوصاف درکار ہین وہ بھی حضرت عمرؓ مین موجود تھے
حضرت عمرؓ لکھ پڑھ سکتے تھے یہ امر بخوبی ثابت ہے اور شعر بھی کہتے تھے

حضرت عمرؓ کے حالات جاہلیت کی نسبت اس سے سوا اس کے کچھ نہین کہہ سکتے کہ ہم ایک نظر
اُس سادہ مزاج سادہ معاش خود پسند اور خود سر قوم پر ڈالین جس مین انہون نے ساٹھ برس کی عمر تک
پرورش پائی تھی اور جن کے عادات اور خیالات کے حصہ دار ہونے مین وہ کسی سے کم نہین تھے -
اور جو کہ عن قریب خداوند تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت سے بہرہ یاب ہونے والے تھے -

یہ وہ عجوبہ روزگار قوم تھی جو ہمیشہ آزاد اور اپنی آزادی پر فخر و ناز کرنے والی رہی کسی غیر قوم کی
اطاعت کا جوا اس نے اپنے کندھون پر نہین اٹھایا اور کوئی غیر قوم اُن پر فرمان روا نہین ہوئی تھی -
کوئی خاص قوم یا خاص شہر کو کسی تاتاری ظالم (جبابرہ سدیہ) یا دوسری حاکم کے سامنے چند روز کے واسطے
عارضی طور پر جھکنا پڑا ہو ورنہ عرب کی کل قومون نے بڑے بڑے صاحب جلال اور باشان و شکوہ
بادشاہون کے غاشیہ اطاعت کو کندھے پر نہ آنے دیا ہزارون برس آزاد رہے - فراعنہ مصر اور شاہان
شام کی سعی اس کی فتح مین بے حاصل رہی کیخسرو ایرانی اور اسکندر یونانی سے بچا رہا - روم کی سلطنت کا
علم ساری دنیا مین بلند ہوا مگر یہ سرزمین محفوظ رہی - ٹامس - پومپی - ٹریجن وغیرہ کی فوجین سر ٹپک کر بیٹھ رہین
مگر ملک عرب کو نہ زیر کر سکین -

بدو عرب کی معاشرت ایک چرواہے کے طریقہ معاشرت سے کچھ زیادہ نہ تھی - خیمہ اور چراگاہ صرف
یہی دو چیزین تھیں اُس کو اپنے اور اپنے دنبون اور بکریون کے ریوڑ کے واسطے درکار تھین - البتہ شہرون

اور قصبون مین رہنے والے کسی قدر مہذب زندگانی کے فوائد سے متمتع ہوتے تھے ان کا وقت کاشتکاری مین کھجورون اور درختون کے بونے مین جنکے پھلون سے اوقات بسری ہو اور مختلف انواع کی دستکاری اور مختلف اشیا کی تجارت اور سوداگری مین صرف ہوتا تھا۔

مہمان نوازی ہمسایہ کی خبرگیری اور پناہ گیر کی حفاظت قیدیون کو چھوڑانا۔ محتاج اور بےکس کی مدد کرنا جس کی طرف کھڑے ہوگئے اُس کا ساتھ دینا۔ وعدون کو پورا کرنا۔ ان عادات کی بہت تعریف کی جاتی تھی اور افضل اور قابل ستائش سمجھے جاتے تھے اور انپر فخر بھی کرتے تھے مگر خاص فخر کی چیزین حسب نسب کی بڑائی چیلگولی۔ بہادری اپنے قبیلہ کے مقتول کا انتقام لینا۔ گھوڑے کی سواری مین مشاق اور ہوشیار ہونا اور اس قسم کی چیزین تھین۔ مثلاً ایک شاعر (سموئل) کے فخریہ شعرون مین سے چند یہ ہین۔

تعیرنا انا قلیل عدیدنا	وہ طعن کرتا ہے کہ ہماری تعداد تھوڑی ہے
فقلت لہا ان الکرام قلیل	مین نے اُس کو جواب دیا کہ ہان اہل کرم تھوڑے ہوتے ہین۔
وما ضرنا انا قلیل وجارنا	اور ہم کو اس نے ضرر نہین دیا کہ ہم تھوڑے ہین جب کہ ہمارا ہمسایہ
عزیز وجار الاکثرین ذلیل	صاحب عزت ہے حالانکہ ہمسایہ اکثرون کا ذلیل ہوتا ہے۔
لنا جبل یحتلہ من نجیرہ	ہمارا ایک پہاڑ ہے اُس مین وہی داخل ہوتا ہے جس کو ہم پناہ دیتے ہین
منیف یرد الطرف وہو کلیل	بہت اونچا ہے نظر کو خیرہ کر کے ہٹا دیتا ہے۔
وانا لقوم ما نری القتل سبۃً	اور ہم بیشک ایسی قوم ہین کہ ہم قتل کو گالی نہین سمجھتے۔
اذا ما راتہ عامر وسلول	جب اُسکو عامر اور سلول نے عار سمجھا۔
یقرب حب الموت اجالنا لنا	ہمارا موت کو محبوب رکھنا ہماری عمرین نزدیک کر دیتا ہے اور
وتکرہہ اجالہم فتطول	اُنکی عمرین اس موت کو مکروہ جانتی ہین اور دراز ہوتی ہین۔
وما مات منا سید حتف انفہ	اور ہم مین سے کوئی سردار یون ہی (یعنی بےقتل ہوئے) نہین مرا
ولا طل منا حیث کان قتیل	اور نہ ہم مین سے کوئی مقتول کہین ہو باطل ہو گیا ہے (یعنی ہم

اُس کا انتقام لیتے ہین -)

تسیل علی حد الظبات نفوسنا
ہماری روحین یا خون تلوار کی دھارون پر روان ہوتی ہین -

ولیست علی غیر الظبات تسیل
اور تلوارون کے سوا اور پر روان نہین ہوتین -

صفونا فلم یکدر وخلص سرنا
ہم (سب ہین) صاف ہین پس ہم مین کوئی کدورت نہین ہے اور

اناث اطابت حملنا وفحول
ہماری پاک اصل کو اُن عورتون نے کہ اُنھون نے ہمارا حمل پاک رکھا اور اصیل مردون نے خالص کر دیا ہے -

علونا الی خیر الظهور وحطنا
ہم اچھی پشتون کی طرف (نطفہ ہو کر) بلند رہے -

لوقت الی خیر البطون نزول
اور ہم کو ایک وقت معین پر نزول نے اچھے بطون کی طرف پہونچا دیا -

فنحن کماء المزن ما فی نصابنا
سو ہم ابر کے پانی کے مانند (پاک و صاف) ہین ہمارے گروہ مین

کهام ولا فینا یعد بخیل
کوئی ضعیف نہین ہے اور نہ ہم مین کوئی بخیل گنا جاتا ہے -

وننکر ان شئنا علی الناس قولهم
اور اگر ہم چاہین تو لوگون کی بات پر اعتراض کرین -

ولا ینکرون القول حین نقول
اور جب ہم گویا ہوتے ہین تو ہمارے قول پر اعتراض نہین کر سکتے

اذا سید منا خلا قام سید
جب ہم مین سے کوئی سردار انتقال کر جاتا ہے تو ایسا سردار اس کی

قؤول لما قال الکرام فعول
جگہ قائم ہوتا ہے کہ کہتا ہے وہ جو شریفون کا قول ہے اور اور وہی کرتا ہے -

وما اخمدت نار لنا دون طارق
اور ہماری آگ کسی رات کے آنے والے پر کبھی بجھی نہین ہے -

ولا ذمنا فی النازلین نزیل
اور نہ مہمانون مین سے کسی مہمان نے ہماری مذمت کی ہے -

وایامنا مشهورة فی عدونا
اور ہمارے واقعات ہمارے دشمنون مین مشہور ہین -

لها غرر معلومة وحجول
اُن واقعات کے واسطے روشنی اور بیاض معلوم ہے -

واسیافنا فی کل غرب ومشرق
اور ہماری تلوارین تمام مغرب اور مشرق مین -

بھا من قراع الدارعین فلول	ذرہ پوشون پر شمشیر زنی سے دندانہ دار ہو گئی ہین ۔
معودۃ ان لا تسل نصالھا	یہ عادت کی گئی ہے کہ تلوار کھینچ کر پھر میان نہ کیجاے ۔
فتغمد حتی یستباح قبیل	جب تک کوئی جماعت قتل نہ کی جاے ۔

غرض لڑائی اور جنگ جوئی اون کا رات دن کا مشغلہ تھا ۔ جاہلیت کی لڑائیون کی شمار کوئی سترہ سو بتاتا ہے کوئی بارہ سو ۔ اِن بے باک اور بے خوف عربون کی معرکہ آرائیان اور خونریزیان بڑی مشہور ہین ۔ ایک ذرسی بات اُن کے درمیان آتش جنگ مشتعل کرنے اور سالہا سال باہم لڑتے رہنے کے واسطے کافی تھی مثلاً حرب بسوس جو بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ہوئی اُس کا سبب یہ تھا کہ کلیب ایک بڑا مشہور امیر عرب تھا اُسنے حکم دے رکھا تھا کہ میری چراگاہ مین کوئی اونٹ چرنے نہ پائے ایک شخص قوم جرم کا جساس کی پھوپھی بسوس نامی کے پاس اُترا تھا اُن کے ناقہ کا نام سراب تھا وہ چرتی ہوئی کلیب کی چراگاہ مین چلی گئی ۔ کلیب نے اُسپر تیر چلاے اور پھر اُسکے تھن کاٹ لیے ۔ یہ اونٹنی لہولہان بڑبڑاتی ہوئی اپنے مالک کے پاس آئی بسوس کو دیکھکر بہت رنج ہوا کہ اُس کے مہمان کو تکلیف پہونچی ۔ جساس نے جو اپنی پھوپھی کو غمگین پایا اور ماجرا سنا تو تمام قوم کو جمع کر کے کلیب کو جا گھیرا اور احاطہ مین پھرتے ہوے پاکر جساس نے اُس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ مر گیا ۔ یہ جنگ کی آگ پچاس برس تک بھڑکی رہی جس کے شرارہ دن مین ستر ہزار جانین خاکستر ہو گئین ۔

اسی طرح جنگ داحس کی کیفیت یہ ہے کہ عرب کے ایک امیر قیس کے پاس دو گھوڑے داحس اور غبرا نامی تھے ۔ حذیفہ بن بدر کے گھوڑون کے ساتھ دوڑ ہوئی دو دو سو چھرون کی شرط بدی گئی ۔ مگر دوڑ کے نتیجہ پر باہم تکرار ہو گیا ۔ اور لڑائی چھڑ گئی چالیس برس تک خونریزی کا ہنگامہ برپا رہا ۔ قبیلہ کے قبیلہ کٹ گئے اور ہزارہا جانین اُس ناچیز سے جھگڑے کی نذر ہو گئین ۔

اونٹ اور گھوڑا اُن کے دو وفادار اور خدمت گزار تھے اور وہ بھی اُن کے پورے قدردان اور عاشق زار تھے ۔ اونٹ کا دودھ ۔ دہی ۔ گوشت ۔ پشم ۔ چمڑا ۔ مینگنیان ۔ پیشاب ۔ ہر چیز اُن کے کام آتی تھی بس یہ ریگستان کا جہاز صرف ریگستانی دشوار گذار رستون ہی مین کام نہین دیتا تھا بلکہ اُن کے

اسباب معیشت کا ایک بہت بڑا جزو تھا۔

گھوڑے کی نسبت علم حیوانات کے عالم یہ راے دیتے ہین کہ وہ عرب کی پیدائش ہے وہین کی آب وہوا اس شریف اور نجیب جانور کے لیے موزون کی گئی تھی گو اُس کے قد وقامت کو وہ چندان بلند نہین کرتی مگر تیزی اور چستی وچالاکی اور شتابی روی وہ پیدا کرتی ہے کہ جس کا دنیا مین جواب نہین شریف ونجیب گھوڑون کی نسل کا باقی رکھنا عرب کا ایمان تھا۔ اور ہرچگہ انسان اپنی شرافت کو ایسا یاد نہین رکھتا جیسا کہ عرب اِن گھوڑون کی نسل کی نجابت کو یاد رکھتا تھا۔ نر کو فروخت کردے مگر مادہ کو جان کے برابر رکھتا اور جدا نہین کرتا تھا جب کوئی نجیب گھوڑی بچھیرا دیتی تو اُس کی خوشی ایک بڑی شادی کی تقریب سے کم نہوتی۔ اولاد کی مانند اُن سے محبت کرتے اور اولاد ہی کی طرح اُس کی تعلیم وتربیت کرتے تھے اور اس سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اُن کی تیزی اور دوڑ ہزارون جانین بچا دیتی تھی۔ عرب اسی کے بھروسے پر اپنی جان کو خطرے مین ڈالدیتا تھا۔ اور وہ اُس کے اعتبار کو دھوکا نہین دیتا تھا اور ہوا کی طرح لے کر اڑ جاتا تھا اگر سوار پیٹھ سے گر جاتا تو وہ اُس کی مصیبت کا دوست اُس کے سنبھل کر پھر سوار ہونے تک اُسکے پاس کھڑا رہتا۔

شعر وشاعری نے حیرت انگیز ترقی کی تھی عرب شعر اور شاعری کا دلدادہ تھا کسی قوم مین اگر کوئی ہونہار شاعر پیدا ہوتا تھا تو مرد اور عورتین سب مل کر خوشی کرتے اور شادیانے بجاتے تھے۔ اپنے لائق شاعرون پر فخر کیا جاتا تھا عکاظ کے بازار کے مشاعرے اور معلقہ مشہور ہین۔ اپنے اشعار مین وہ شجاعت۔ دل کی امنگین خونریزی۔ شرافت نسب۔ رفاقت باوفا۔ سخاوت۔ فرحت مقام۔ دریا کی روانی۔ جنگلون کی ویرانی۔ پہاڑون کی چستنا کی۔ جنگلون کی سرسبزی۔ حیوانات کی خوبی۔ اونٹ گھوڑون کی تعریف۔ عشق معشوق کی تعریف۔ ہجر کی اداسی۔ وصل کی مسرت۔ اور اس قسم کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ فصاحت بلاغت لطافت ظرافت بھی فضیلت کے دائرے کی تکمیل کے لیے ضروری تھی۔ ایک فصیح متکلم اور مقرر کو خطیب کا خطاب ملتا تھا۔

بعض خوبیون کے ساتھ ساتھ عرب جاہلیت مین نہایت بداخلاقی اور فحش پھیلا ہوا تھا۔ قصائد کے شروع مین جو تشبیب کے اشعار ہوتے تھے اُن مین دولتمند امیرون کی لڑکیون اور عورتون اور

بہتون کا نام لے کر بیان کرتے تھے اور ہر طرح کے عیبون کو علانیہ اُن کی طرف منسوب کرتے تھے اُن کا
یہ اعتقاد تھا کہ ہر شاعر کے اختیار مین ایک جن رہتا ہے اور جس قدر بڑا شاعر ہوتا ہے اُسی قدر زبردست
جن اُس کے زیر حکم ہوتا ہے ۔

بدکاری اور زناکاری سے نادم نہین ہوتے تھے اور ہر طرح کی غیر مہذب نظم مین از راہ بے شرمی اُس کو
مشتہر کرتے تھے اور اُس پر فخر کرتے تھے ۔

سب لوگ شراب اور نہایت قوی نشئی عرقون کے پینے سے بدرجۂ غایت اُنس رکھتے تھے ۔ اور
مدہوشی کی حالت مین تمام لوگون سے خراب اور معیوب باتین سرزد ہوتی تھین ۔

قماربازی سب لوگون کا بلا استثنا ایک ہردل عزیز کھیل تھا اور کوئی خاص مقام قماربازی کا مشہور
ہوتا تھا تو لوگ دور و دراز مسافت طے کر کے وہان جوا کھیلنے کو جایا کرتے تھے سود خواری بھی عام طور سے
نہایت درجہ مروج تھی ۔

لونڈیون کو جو قینات کہلاتی تھین گانا بجانا اور ناچنا سکھایا جاتا تھا اور وہ حرام کاری کرنے
کی مجاز تھین ۔ اِس حرام کاری کی آمدنی اُن کے آقا اپنے تصرف مین لاتے تھے ۔

رہزنی اور غارت گری اور قتل روزمرہ کی باتین تھین ۔ انسانون کا خون بلا خوف و تاسف ہر روز
ہوا کرتا تھا ۔ لڑائی مین جو عورتین قید ہوتی تھین اُن کو فتح مند لونڈیان بنا لیتے تھے ۔

ٹوٹکون اور شگون لینے مین اُنکا نہایت مضبوط اعتقاد تھا جب کوئی مصیبت اُن پر نازل ہوتی
تھی ۔ تو پتھر کی چھوٹی کنکریون پر کچھ پڑھ کر پھونکتے تھے اور اُن کو دفع مصیبت کی غرض سے پھینکتے تھے
جانورون کے اُڑنے اور بولنے سے نیک اور بد شگون لیا کرتے تھے ۔

خون کے انتقام مین دیت لینا معیوب سمجھا جاتا تھا ۔ اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا
عوض خون سے نہ لیا جائے تو ایک چھوٹا پردار کیڑا مقتول کے سر مین سے نکل کر آسمان مین چیختا پھرتا
ہے اِس عجیب کیڑے کو "ہامہ" اور "صدی" کہتے تھے ۔

ہر شخص کے مرنے کے بعد دستور تھا کہ اُس کے اونٹ کو اُس کی قبر سے باندھ دیتے تھے یہان تک

کہ بھوک اور پیاس کے مارے وہ مرجاتا تھا اور اُس اونٹ کو "بلیہ" کہتے تھے۔ کسی کے مرنے پر برس روز تک سوگ کرتے اور اُس کو رویا کرتے تھے۔

لڑائی مین عورتین مردون کے ہم راہ ہوتی تھین اور ہر طرح اُن کی مدد کرتی تھین۔ اُن کے شوہر جب لڑائی مین مصروف ہوتے تھے تو وہ پکار پکار کر کہتی تھین "آگے بڑھو آگے بڑھو اے ہمارے جری بہادر خاوندو۔ اگر تم کوتاہی کروگے اور ہم کو دشمن سے نہ بچاؤ گے تو ہم تمھاری بیویان نہ ہون گی"

قحط اور گرانی کے زمانہ مین اپنے اونٹون کو مجروح کر کے اُن کا خون پیا کرتے تھے۔ خشک سالی مین مینہ برسنے کا ٹوٹکا اِس طرح پر کرتے تھے کہ پہاڑون مین ایک گائے کو لے جاتے تھے اور اُس کی دم مین سوکھی ہوئی گھاس اور کانٹے اور چھڑیان باندھ کر اُس مین آگ لگا دیتے تھے اور گائے کو پہاڑون مین چھوڑ دیتے تھے۔

باوجودے کہ کوئی شخص اپنے غلامون کو آزاد کر دیتا تھا تو بھی اُس کی ملکیت کا استحقاق اُسکو باقی رہتا تھا اور اُس استحقاق کو فروخت کر دینے کا بھی مجاز تھا اور مشتری اور غلامون پر اپنی ملکیت قائم کرتا تھا اور اس طرح سے یہ بدبخت ہمیشہ کی آزادی سے بالکل محروم تھے۔

عورتین کسی جانور کا دودھ نہین دوہتی تھین اور اگر کسی خاندان کی عورتون کو دودھ دوہتے دیکھ پاتے تھے تو اُس خاندان کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور وہ خاندان لوگون کی آنکھون مین دفعتاً حقیر ہو جاتا تھا۔

مجرم کو فوجداری کی سزا مین جلتی ہوئی ریت پر بٹھا دیتے تھے مردہ جانورون کا گوشت کھاتے تھے اور اُسکو بہت لذیز غذا سمجھتے تھے جو اونٹنی یا بھیڑ بکری دس دفعہ بچہ جن لیتی تھی اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور وہ چھوٹی پھرا کرتی تھی اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُس کا گوشت مرد کھاتے تھے اور عورتون کو اُس کا گوشت کھانے کی ممانعت تھی۔ اگر اونٹنی یا بھیڑ بکری پانچوین دفعہ مادہ بچہ جنتی تھی تو اُس کے کان کاٹ کر اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور اُس کو بحیرہ کہتے تھے اور اُس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا منع تھا۔ کسی کام کے ہو جانے پر اونٹون کو بطور سانڈ چھوڑ دینے کی منت مانتے تھے اور جب

وہ کام ہو جاتا تھا تو اونٹ کو بطور رساںڈ کے چھوڑ دیتے تھے وہ جہان چاہتا پھرا کرتا تھا۔ اگر کوئی اونٹنی دس بچہ اور بکری سات بچہ دے چکتی تھی تو عورتون کو اُس کا گوشت کھانے کی ممانعت تھی اور صرف مرد ہی اُس کا گوشت کھا سکتے تھے۔ اگر کسی بکری کے مادہ بچہ ہوتا تھا تو مالک اُسکو اپنے لیے رہنے دیتا تھا اور اگر نر پیدا ہوتا تھا تو بتون پر بطور نذر کے چڑھایا جاتا تھا۔ اور اگر دو بچے ایک نر اور ایک مادہ پیدا ہوتے تھے تو مالک دونون کو اپنے لیے رکھتا تھا اور وہ "وصیلہ" کہلاتے تھے۔ جو اونٹ دس بچون کا باپ ہو چکتا تھا وہ چھوڑ دیا جاتا تھا اور جہان وہ چاہتا تھا پھرا کرتا تھا اور وہ بنام "حامی" موسوم ہوتا تھا۔

قسم لینے کا نہایت سنجیدہ قاعدہ یہ تھا کہ آگ جلا کر اُس مین نمک اور گندھک پیس کر ڈالتے تھے یہ آگ "ہولہ" کہلاتی تھی اور اُسکے جلانے والا "مہول" کہلاتا۔ قسم کے مستحکم کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ تھا کہ میزاب خانۂ کعبہ کے نیچے چابک کمان اور جوتی رکھ دیتے تھے اور اُس طرح کرنے سے قسم پختہ ہو جاتی تھی۔ اقرار اور وعدہ کے مستحکم کرنے کو اپنے بزرگون اور بتون کی قسم کھاتے تھے ہر شخص کو وہ اجنبی ہو دوسرے شخص کے گھر مین بلا طلب اجازت چلے آنے کا مجاز تھا کسی رشتہ دار کے گھر کھانا کھانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

خانۂ کعبہ مین سات تیر رکھے ہوئے تھے اور ہر تیر پر ایک علامت بنی ہوئی تھی بعضون پر کام کرنے کے حکم دینے کی اور بعضون پر اُس کام سے منع کرنے کی علامت تھی ہر شخص پیشتر اُس سے کہ کوئی کام کرے اُن تیرون سے استخارہ کرتا تھا اور اُسی کے بموجب کام کرتا تھا۔ اُن تیرون کو "ازلام" کہتے تھے۔

تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا مختلف قبائل کے مختلف بت تھے جن کے نام اور شکلین جدا جدا تھین۔ مثلاً ہبل ایک بہت بڑا بت آدمی کی شکل کا جو شام سے لایا گیا تھا اور مینہ برسانے والا یقین کیا جاتا تھا خانۂ کعبہ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ ود قبیلۂ بنی کلب کا بت تھا۔ سواع جو عورت کی شکل کا بت قبیلۂ بنی مذحج کا تھا۔ یغوث قبیلۂ بنی مراد کا شیر کی شکل کا بت تھا علی ہذالقیاس

یعوق - لفر - غزی - لات - منات - دوار - (نوجوان عورتون کا بت جواُس کا طواف کرتی تھین) - اساف نائلہ - عبعب - مختلف بت تھے - کعبہ مین حضرت ابراہیم کی مورت بنی ہوئی تھی جس کے ہاتھ مین استخارہ کے تیر تھے حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی جس کی گود مین حضرت عیسیٰ تھے - ان بت پرست باشندون کے درمیان ایک فرقہ "صابیی" مذہب کا تھا جو ثوابت اور سیارون کی پرستش کرتا تھا -

عورتین نہایت خراب اور ذلیل حالت مین تھین - مردون کو جس قدر چاہین عورتین کرنے کا اختیار تھا طلاق دے کر پھر عورت کو اپنی زوجیت مین لے آنے کا اختیار تھا سب سے خراب رسم لڑکیون کو بے رحمی سے مار ڈالنا یا اُن کو زندہ دفن کر دینے کی تھی - لڑکے اپنی سوتیلی ماؤن کے ساتھ ازدواج کرنے کے مجاز تھے مگر باپ اپنے بیٹے یا متبنیٰ کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا شوہر کے مرنے کے بعد اُس کا سوتیلا بیٹا اگر وہ نہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیا کرتا تھا اور وہ شخص جو اِس طرح چادر ڈالتا تھا اُس سے شادی کرنے پر مجبور ہوتا تھا -

عورتین بے حجاب عام مجمعون مین آتی تھین اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام الناس کو دکھلانے مین کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات خیال نہین کرتی تھین عورتین مصنوعی بال سر پر لگایا کرتی تھین اور اپنے جسم کو نیل سے گودا کرتی تھین -

دیوون اور خبیث ارواحون - خیالی اور وہمی اور فرضی صورتون اور نیک و بد جنات کو مانتے تھے اور اُن کی مختلف شکلین مقرر کر رکھی تھین [۱] -

غرض جاہلیت کے یہ خیالات یہ عادات اور اطوار اور عقائد اور رسوم تھے جن مین کہ حضرت عمرؓ نے اپنی ابتدائی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ بسر کیا تھا - انھین حالات کو ہماری زبان کے یگانہ شاعر نے سب سے موثر الفاظ مین یون بیان کیا ہے -

---

[۱] یہ حالات خطبات احمدیہ مصنفہ سرسید احمد خان صاحب اور بعض دوسری معتبر کتابون سے لکھے گئے ہین - مؤلف -

کہین آگ پجتی تھی وہان بے محابا ۔ کہین تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا ۔ بتون کا عمل سو بسو جا بجا تھا

کرشمون کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسمون مین کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا مین گھر سب سے پہلا خدا کا ۔ خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل مین مشیت نے تھا جس کو تاکا ۔ کہ اس گھر سے ابلیگا چشمہ ہدی کا

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستون کا گویا
جہان نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلہ قبیلہ کا بت اک جدا تھا ۔ کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزی پہ وہ نائلہ پہ فدا تھا ۔ اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ ۔ ہر اک لوٹ اور مار مین تھا یگانہ
فسادون مین کٹتا تھا ان کا زمانہ ۔ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل و غارت مین چالاک ایسے
درندے ہون جنگل مین بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے ۔ سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس مین لڑ بیٹھتے تھے ۔ تو صدہا قبیلہ بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر وان شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی ۔ صدی جس مین آدھی انھون نے گنوائی

قبیلون کی کردی تھی جس نے صفائی | تھی اک آگ ہر سو عرب مین لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک اُن کی جہالت کا تھا وہ

کہین تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا | کہین پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہین آنے جانے پہ جھگڑا | کہین پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یون ہی روز ہوتی تھی تکرار اُن مین
یون ہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن مین

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر مین دختر | تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور | کہین زندہ گاڑ آتی تھی اُس کو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی | شراب اُن کی گھُٹی مین گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی | غرض ہر طرح اُنکی حالت بُری تھی

بہت اس طرح گذری تھین اُن کو صدیان
کہ چھائی ہوئی نیکیون پر تھین بدیان

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت | بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت | چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوے پہلوے آمنہ سے ہویدا
دعاے خلیل اور نوید مسیحا —

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی | عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل مین سب کے لگا دی | اک آواز مین سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے | کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

دوسرا باب

اسلام کی ابتدائی حالت حضرت عمرؓ کا اسلام لانا ہجرت - آنحضرت صلعم کی رفاقت

آنحضرت صلعم نے نبوت کے پہلے تین برسون مین عرب سے بت پرستی چھوڑانے کی کوششین پوشیدہ طور پر کین - مگر آخر کار آپ نے علانیہ تلقین کرنا شروع کیا اور بت پرستی کی مذمت کرنی شروع کی قریش اور قبائل عرب اس سے آگ کی طرح غصہ سے بھڑک اٹھے اور آنحضرت کو اس سے روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کی لیکن جب ایک نہ ماننے کے لائق بات کو آنحضرت نے نہ مانا تو قریش نے آنحضرت کو کعبہ سے جہان آپ موعظت فرمایا کرتے تھے نکال دیا[۱] - آنحضرت جس قدر اعلاء کلمۃ الحق اور بتون کے عیوب کے اظہار مین اصرار فرماتے تھے اُسی قدر قریش آپ سے زیادہ دشمنی اور مخالفت کرنے پر آمادہ ہوتے جاتے تھے - اُن کے اس بڑھتے ہوئے طیش اور غصہ نے آخر کار آنحضرت صلعم اور اُن مسلمان مردون اور عورتون کو جو اسلام لائے تھے ایذا پہونچانے کا ایک سلسلہ قائم کر دیا آنحضرت کی نسبت موہنہ در موہنہ دشنام دہی کرنا اور تذلیل کرنا یہ تو ایک عام بات تھی جو روزمرہ ہوتی تھی بعض بعض قریش کمینہ لوگون کو اور اپنے غلامون کو اشارہ کرتے تھے اور وہ اس طرح سے آنحضرت کو ایذا پہونچاتے تھے ایک دفعہ اسی طرح اُن کمینہ لوگون اور قریش کے غلامون نے آنحضرت صلعم کو گھیر لیا اور گالیان دینی اور سخت و سست الفاظ کہکر غل مچانی شروع کی بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور ایسی دھکا پیل ہوئی کہ آنحضرت کو ایک احاطہ مین پناہ لینی پڑی[۲] ابولہب ہمیشہ آنحضرت صلعم کے دروازے پر نجاست اور نجس اور بدبودار چیزین ڈلوا دیتا تھا[۳] - ام جمیل ابولہب کی بیوی (حمالۃ الحطب) اُس راستہ پر

---

[۱] سپرٹ اوف اسلام مصنفہ مولوی سید امیر علی صاحب رضوی - [۲] از ابن ہشام تفسیر القرآن جلد چہارم مصنفہ سر سید احمد خان

[۳] از تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ تفسیر القرآن جلد چہارم -

جہان سے آنحضرت صلعم کی آمد و رفت ہوتی تھی اور جہان آپ عبادت اور مراقبہ کرنے کو تشریف
لے جاتے تھے کانٹے بچھا دیتی تھی[1]۔ راہ چلنے کی حالت مین آنحضرت کے سر مبارک پر لوگ مٹی کوڑا
کرکٹ ڈالدیتے تھے[2]۔ قریش نے باہم پختہ عہد کر لیا تھا کہ کوئی شخص آنحضرت کے پاس نہ جاے
اُن کے پاس نہ بیٹھے اور اُن کی بات نہ سنے۔ ایک دفعہ عقبہ جاکر آنحضرت کے پاس بیٹھا اور کچھ
کلام سنا اِس کی خبر اُبی کو پہونچی جو اُس کا بڑا دوست تھا وہ اُس کے پاس آیا اور کہا کہ مین نے
سنا ہے کہ تو آنحضرت کے پاس جاکر بیٹھا تھا اور اُن کی باتین سنی تھین تیری صورت مجھ کو دیکھنی اور تجھ سے
بات کرنی حرام ہے اور مین اپنی قسم کو اور زیادہ سخت کرونگا اگر تو اب گیا اور اُن کے پاس بیٹھا۔ کیا
تجھ سے یہ نہ ہوسکا کہ اُن کے موُنہہ پر تھوک دیتا چنانچہ اُس خدا کے دشمن نے ایسا ہی کیا[3]۔ آنحضرت
جہان جاتے تھے وہان وہ بھی پہونچتے تھے اور جب آپ اور آپ کے اصحاب نماز مین مصروف ہوتے
تھے اُس وقت پتھر مارتے تھے اور جب آپ کھانا کھاتے تھے اسوقت غلیظ پھینکتے تھے اور کعبہ کے قریب
آپ کو نماز پڑھنے نہ دیتے تھے[4]۔

جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے اُن پر بھی نہایت ظلم ہوتا تھا اور سخت ایذا پہونچائی جاتی تھی جہان
بیکس مسلمانون کو دیکھتے تھے پکڑ لیتے تھے قید کر دیتے تھے مارتے تھے بھوکا پیاسا رکھتے تھے جلتی ریت
مین ڈالتے تھے آگ سے جلا کر ایذا پہونچاتے تھے[5]۔ حضرت بلال کو عین دوپہر مین سورج کی تپش کے
وقت امیہ بن خلف کبھی موُنہہ کے بل اور کبھی پیٹ کے بل جلتی ریت پر ڈال دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مین
تیرے ساتھ اسی طرح کیے جاؤنگا جب تک کہ تو مرجاے یا محمد صلعم کے ساتھ کفر کرے[6]۔ ایک دفعہ انھون
نے عمار بن یاسر کو اور اُس کے باپ کو اور مان کو جو مسلمان ہو گئے تھے پکڑ لیا اور دھوپ مین جلتی
ریت پر ڈالدیا اتفاقاً آنحضرت صلعم اُس طرف سے گذرے اور اُن سے کہا کہ اے یاسر کے

[1] از ابن ہشام تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام مصنفہ مولوی سید امیر علی صاحب رضوی صفحہ ۴۴ و تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۵۔ [2] از ابن ہشام تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۵۔ [3] از ابن ہشام صفحہ ۲۳۴ و تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۶۔ [4] تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام صفحہ ۴۵۔ [5] تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۶۔ از تاریخ ابن اثیر۔
[6] تفسیر القرآن جلد چہارم صفحہ ۴۶۔ از تاریخ ابن اثیر۔

خاندان کے لوگون صبر کرو تمھاری جگہ جنت مین ہے حضرت یاسر اسی سختی مین مر گئے اور اُن کی بیوی سمیہ کو ابوجہل نے اُس مظلومہ کی شرم گاہ مین ہتھیار مار کر مار ڈالا اور اُسکے بعد حضرت عمار کو سخت ایذا پہونچائی کبھی دھوپ مین ڈالتا تھا کبھی آگ سے گرم کیا ہوا پتھر اُن کے سینہ پر رکھواتا تھا کبھی اُن کو پانی مین ڈال کر ڈبواتا تھا آخرکار اُن سے کہا کہ ہم تجھے کبھی نہین چھوڑین گے جب تک کہ تو محمد کو دشنام نہ دے اور لات کی تعریف نہ کرے[۵۱] خباب ابن ارث کو کافرون نے پکڑ لیا اور نہایت سخت ایذا پہونچائی اُس کو ننگا کر کے موہنہ کے بل گرم جلتی ریت پر لٹاتے تھے اور پھر پتھر کے کنکرون کو آگ سے گرم کر کے اُس پر لٹاتے تھے اور اُس کا سر مروڑ کے اُلٹا پھیر دیتے تھے[۵۲] فکیہ کو امیہ بن خلف نے ایذائین پہونچا پہونچا کر آخر گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ زنیرہ مسلمان عورت کو ابوجہل نے اندھا کر دیا۔ غرض تمام مسلمانون کو طرح طرح کے عذاب اور طرح طرح کی ایذائین پہونچائی جاتی تھین اور یہ سلسلہ ایذارسانی کا جاری تھا۔ پس جو حال کہ ابتدا مین اسلام کا تھا اور جس مصیبت مین مسلمان گرفتار تھے وہ اِس قسم کے واقعات سے ظاہر ہے ۔

جیسا کہ ہمنے کہا ہے مسلمان مورخون نے حضرت عمر کے ایام جاہلیت کے حالات کو صرف چھوڑ ہی نہین دیا بلکہ غیر ضروری رعایت اُن سے کرنا چاہی ہے۔ اس قسم کی روایتین موجود ہین کہ حضرت عمر نے اسلام لانے سے پہلے کبھی مسلمانون کو یا آنحضرت کو کسی قسم کی تکلیف نہین پہونچائی[۵۳] مگر ابن اثیر کی ایک روایت سے صحیح حال معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک دن "حضرت عمر نے اپنے مسلمان ہونے سے پہلے لبینہ ایک مسلمان عورت کو پکڑ لیا اور اُس کو ایذا پہونچائی اور مارنا شروع کیا۔ جب تھک جاتے تھے تو چھوڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مین نے تجھے چھوڑا نہین ہے مین تھک گیا ہون اس لیے ٹھہر گیا ہون اُس نے جواب دیا کہ اسی طرح خدا تیرے ساتھ بھی کرے گا اگر تو مسلمان نہ ہوا"[۵۴] یہی مخالفت حضرت عمر کی اپنی بہن فاطمہ کے اسلام لانے کی خبر سن کر اور طیش کھا کر اُس کے گھر جانے اور اُن کو

[۵۱ و ۵۲] تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۶ - از تاریخ ابن اثیر - [۵۳] مدارج النبوت از مواہب لدنیہ - [۵۴] تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۷ - از ابن اثیر جلد ۲ - صفحہ ۲۷ -

مارنے کے مشہور واقعہ سے ظاہر ہے۔ مؤرخین کو بھی اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہین تھی کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے "مسلمانون کو ایذا اور عذاب پہونچانے مین متہم اور مشہور تھے اسلام کے وہ سخت مخالف اور پیغمبرؐ کے غایت درجہ کے دشمن اور رقیب تھے"[۵] انگریزی مورخین بھی اس قول پر متفق ہین کہ حضرت عمر پہلے اس نئے دین کے نہایت مخالف اور دشمن تھے[۲]۔ اور اسلام کی دشمنی اور مسلمانون کے ساتھ سختی اور تشدد کرنے مین بدنام تھے[۳]۔

غرض جیسا کہ حضرت عمر کی سخت اور درشت طبیعت سے جب کہ وہ لوگ اپنی دلیری اور شجاعت اور تہور اور ہٹ اور لڑاکا پن ثابت کرنے کے واسطے اسی قسم کے موقعون کے متلاشی رہتے تھے توقع کرنی چاہیے وہ جاہلیت مین اسلام کے بے طرح مخالف تھے۔ بعض روایات مین خود حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی ملا ہے کہ مین رسول اللہ کے زمانہ مین "ان پر اشد الناس"[۴] تھا حضرت عمرؓ جس طرح کہ عزت اور وجاہت اور رعب مین ابوجہل سے کم نہ تھے اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی مخالفت اور مسلمانون سے سختی کرنے مین بھی اُس سے کم نہ تھے۔ کیون کہ جناب رسول اللہ دونون مین سے ایک کے مسلمان ہو جانے کی دعا خدا سے کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت نے خدا سے دعا مانگی کہ خدایا عمر ابن ہشام (ابوجہل) یا عمرؓ ابن الخطاب سے اسلام کو عزت (یا مدد) دے۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ کی روایت مین آنحضرت کا صرف حضرت عمرؓ کے لیے دعا مانگنا بیان ہوا ہے۔ جس سے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ آنحضرت کو حضرت عمرؓ کی طبیعت سے ہدایت قبول کرنے کی زیادہ توقع تھی۔ حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور ان کے بھائی اور ابوالبکیر کے چار بیٹے جو خطاب کے خاندان سے رشتہ مین ملتے تھے سب سے اول اسلام لانے والون مین تھے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی نسبت جو روایتین ہین گو وہ جزئیات تک صحیح نہون مگر ہر ایک سے

---

[۱] سپرٹ اوف اسلام مصنفہ مولوی سید امیر علی صاحب رضوی صفحہ ۱۱۲۔ [۲] کتاب اسلام مصنفہ سٹابرٹ صفحہ ۴۳۔ [۳] لیف اوف محمد مصنفہ سر ولیم میور صفحہ ۹۵ [۴] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۷۶۔

بجاے خود حضرت عمرؓ کا اسلام کا مخالف اور معاند ہونا ثابت ہے۔ اس باب مین مختلف روائتین ہین اور اگرچہ اُن مین سے صرف وہی ایک روایت جو مشہور اور مسلم ہے قابل اعتبار ہو اور دوسری روائتون کو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کی نسبت صحیح نہ سمجھا جاے لیکن اُن مین جو واقعات بیان ہوے ہین اغلب ہے کہ وہ صحیح ہون اور حضرت عمرؓ کی طبیعت پر اثر ڈالنے اور قبول اسلام کے واسطے تیار کرنے کا باعث ہوئی ہین۔ خود حضرت عمرؓ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ مین رسول اللہ کو مسجد جانے سے روکنے کے واسطے نکلا مگر وہ پیش دستی کر کے مجھ سے پہلے مسجد مین پہونچ گئے مین اُنکے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ انھون نے سورۂ الحاقہ شروع کر دی مین تالیف قرآن سے تعجب کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کی قسم جیسا قریش کہتے ہین یہ شاعر ہے تب اُنھون نے یہ آیت "انہ لقول رسول کریم وما ہو بقول شاعر قلیلا ما تومنون" پڑھی اس میرے دل مین اسلام نے گھر کر لیا[1]۔ ایک دوسری روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی ابتدا یہ تھی کہ ایک رات وہ اپنی بہن مخاص کو مار کر گھر سے نکل کر کعبہ مین چلے گئے وہان آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ ایک چادر اوڑھے ہوے آے اور حجر اسود کے پاس گئے اور کچھ عرصہ تک نماز مین مشغول رہ کر وہان سے لوٹ جانے لگے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ جو کچھ اُسوقت مین نے اُن سے سنا اُس سے پہلے کبھی نہین سنا تھا۔ جناب رسول اللہ جب باہر نکلے تو مین اُنکے پیچھے ہو لیا آنحضرت نے کہا کہ کون ہے مین نے کہا کہ عمرؓ تو فرمانے لگے کہ اے عمرؓ تو مجھے نہ دن کو چھوڑتا ہے نہ رات کو۔ مین ڈر گیا کہ مجھے بددعا نہ دین اور کلمۂ شہادت پڑھا[2]۔

بخاری کی ایک اور روایت سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت پر اسلام لانے سے پہلے کچھ نہ کچھ اثر اسلام کی طرف سے موجود تھا حضرت عمرؓ خود ایک واقعہ اپنے خواب کا بیان کرتے ہین کہ قبل نبوت ایک دن مین حطیم (یا ہیتیم) کے پاس سوتا تھا۔ دیکھتا ہون (خواب مین) کہ ایک شخص ایک بچھڑا لایا اور اُس کو ذبح کیا۔ اور پھر کسی نے چیخ کر ایسی سخت آواز سے کہ پہلے مین نے کبھی نہین سنی تھی جلیح جلیح کا نام لے کر کہا کہ اے جلیح یہ شخص جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے نیک مرد اور خوش کلام ہے

[1] تاریخ الخلفا سیوطی۔ [2] تاریخ الخلفا سیوطی۔

لوگ اُدھر جھپٹے۔ مین نے کہا کہ جب تک اس کا حال معلوم نہ ہو پیچھا نہ چھوڑونگا۔ دوبارہ اُس نے اسی طرح آواز دی پھر مین بیدار ہوگیا۔ اس کے بعد بہت مدت نہ گذری تھی کہ آنحضرت نبی مشہور ہوگئے[1]۔ گو اِس کی کچھ اصلیت ہو کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے صداقت اسلام کی نسبت کوئی خفیہ اور غیر محسوس اثر دل مین رکھتے تھے مگر ایسا اثر اسلام اور مسلمانون کی مخالفت اور توہین و تذلیل کرنے سے روک نہین سکتا تھا کیونکہ اپنے آبائی دین کی غیرت اور حمیت کی صورت مین اور قوم اور جماعت کے دباؤ اور اپنے قبیلہ کے مذہب کے ساتھ فخریہ چسپیدگی اور دلبستگی سے جو جوش پیدا ہوتے تھے اُن کا مقابلہ کوئی ایسا پوشیدہ خیال نہین کرسکتا تھا۔

قریش کا غضب اور غصہ جس قدر اپنی غایت اور انتہا کو پہونچتا جاتا تھا اسی قدر حضرت عمر کے اسلام لانے کا زمانہ قریب آتا جاتا تھا۔ ابوجہل حضرت حمزہ سے زک اُٹھا کر اور بھی بھڑک گیا تھا اور اُس کی آخری تدبیر جس مین وہ رات دن غلطان و پیچان رہتا تھا سوا اس کے کچھ نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کے خون سے اپنے غصہ کی آگ کو بجھانے کے درپے تھا۔ چنانچہ ابوجہل نے ایک دن معززین قریش کی جماعت مین علانیہ اعلان کیا کہ جو کوئی آنحضرت صلعم کو قتل کرے اور اُن کا سر سرے پاس لائے اُس کو سو اونٹ اور چالیس ہزار درم اور ایک دوسرے قول کے مطابق ہزار اونٹ اور بہت سے دینار و درم دونگا حضرت عمرؓ نے اس کام کو غیرت کھا کر اپنے ذمہ لیا اور تلوار گلے مین حمائل کیے ہوے گھر سے نکلے[2]۔ بعض روایات مین صرف اسی قدر ہے کہ حضرت عمر گھر سے نکلے اور ایک مسلمان شخص بنی زہرہ سے (نعیم بن عبداللہ) راستہ مین ملا اور اُن سے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ محمد صلعم کو قتل کرنے۔ اُس نے کہا کہ بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے انتقام کا تمکو خوف نہین ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ معلوم

---

[1] ازالتہ الخفاعن خلافتہ الخلفا [2] اکثر مورخون نے روایت کے اس حصہ کو شاید ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ اور بعض نے بیان کیا ہے۔ مگر مولوی سید امیر علی صاحب نے سپرٹ اوف اسلام مین اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک انگریز مصنف (سٹابرٹ مصنف کتاب اسلام صفحہ ۸۲) حضرت عمر کا حضرت حمزہ سے ابوجہل کا بدلہ لینے کے واسطے روانہ ہونا لکھتا ہے۔ اسی طرح کا کثیر اختلاف موجود ہے۔ اور جس حالت مین ہمارے پاس تنقیح روایات کا کوئی ذریعہ نہین ہے۔ اگر کل نہین تو بعض روایات کا بیان کرنا لازم اور ضروری ہے۔ مؤلف۔

ہوتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ پہلے تم اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ بھی صابی ہو گئے ہین اور تیرا دین چھوڑ دیا ہے[1]۔ ایک روایت حضرت عمرؓ ہی سے ہے کہ ایک دن مین گھر سے نکلا تو ایک مخزومی مجھے راستہ مین ملا مین نے اوسے کہا کہ تو اپنے باپ دادا کے دین سے برگشتہ ہو کر دین محمدؐ کا پیرو بنا ہے۔ اوس نے کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا ہے تو جن پر تیرا زیادہ حق ہے اُنھون نے بھی ایسا ہی کیا ہے یعنی تیری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہین۔

اسی قسم کی ایک اور روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کو مین مکہ مین راستہ پر چلا جا رہا تھا۔ تو ایک شخص نے مجھے ٹوکا اور کہا کہ اے عمر بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو فخر کرتا ہے کہ مین ایسا ہون اور ایسا ہون اور تیری بہن مسلمان ہو گئی ہے۔

بعض روایات مین صرف اس قدر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن فاطمہ اور اُس کے خاوند سعید بن زید کے مسلمان ہو جانے کی خبر سنی[2] اور غصہ کھا کر اُس کے گھر گئے۔ اور بعض نے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دن اپنی بہن کے گھر کی طرف آئے[3] دروازہ بند پایا اور قرآن مجید کے پڑھنے کی آواز سنی۔ دروازہ کھلوایا اور کہا کہ لاؤ جو کچھ تم پڑھتے تھے اُنھون نے انکار کیا۔ (بعض روایتون مین ایک صحابی حضرت خباب کا موجود ہونا اور ڈر سے چھپ جانا لکھا ہے) حضرت عمر نے اپنی بہن اور بہنوئی کو اس قدر مارا کہ خون بہنے لگا۔ آخر اُن کی بہن نے کہا کہ جو کچھ تیرے دل مین آئے تو کر ہم تو مسلمان ہو چکے ہین اور دین محمدؐ اختیار کر چکے ہین۔ حضرت عمر کا دل بھی اُن کو دیکھ کر پسیجا اور سورۂ طٰہٰ اُن سے لے کر پڑھی یا اُن سے سنی ایک روایت مین آیۃ سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم الخ پڑھی۔ مگر معتبر یہی ہے کہ حضرت عمر نے سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت اُن سے سُنی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ طٰہٰ۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلی۔ الرحمٰن علی العرش استوی لہ ما فی السموات وما فی الارض وما بینہما

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی وغیرہ۔ [2] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔ مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت مین حضرت عمرؓ کے بہنوئی کا نام سعد بن زید بن عمر بن نفیل لکھا ہے اور طبری فارسی نسخہ مین حضرت عمر کی اس بہن کا نام حفصہ اور بہنوئی کا نام طلحہ لکھا ہے مگر فاطمہ اور سعید ہی درست نام ہین [3] طبری فارسی نسخہ۔

وما تحت الثریٰ وان تجہر بالقول فانہ یعلم السر واخفیٰ اللہ لا الہ الا ہو لہ الاسماء الحسنیٰ - اس آیت کا سننا تھا کہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمرؓ کے دل کو یقین ہو گیا کہ یہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اس پر ایمان لے آئے اور آنحضرت صلعم کی حضور مین حاضر ہونے کا قصد کیا تاکہ مشرف باسلام ہون اور اس فیض رحمت الٰہی سے بہرہ یاب ہونے کا اقرار کرین آنحضرت اُسوقت ارقم کے گھر مین جو مکہ کے اسفل مین تھا تشریف رکھتے تھے اور قریش کی شر سے محفوظ رہنے کے واسطے چند روز سے وہین تھے حضرت عمرؓ نے وہان پہونچ کر دروازہ کھٹکھٹایا - اصحاب رسول اللہ مین جو اُس وقت وہان موجود تھے اور حضرت عمرؓ کے اس ارادے سے واقف تھے تہلکہ پڑ گیا مگر حضرت حمزہؓ نے جو خود بھی دلیری اور شجاعت مین اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اٹھ کر دروازہ کھولا حضرت عمرؓ کا ارادہ معلوم ہونے پر اصحاب رسول اللہ بے انتہا مسرور ہوئے اور صدائے تکبیر بلند ہوئی - آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو گلے سے لگایا اور آغوش رحمت مین دبایا اور حضرت عمرؓ نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد الرسول اللہ پکار کر کہا - آنحضرت نے حضرت عمرؓ کے سینہ پر تین دفعہ ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اے خدایا ان کے سینہ مین جو آلودگی ہے اُس کو اسلام سے بدل دے[1] - اسی اثنا مین جب نماز کا وقت ہوا اور آنحضرت نماز کے واسطے اُٹھے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا حضرت بتون کی عبادت تو کفار خانہ کعبہ مین جو خانہ خدا ہے علانیہ کرین اور آپ خدا کی عبادت چھپ کر یہ گوارا نہین ہے - خانہ کعبہ کو چلیے اور وہان آشکارا نماز ادا کیجیے - پس آنحضرت اصحاب کرام کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف عازم ہوئے - کفار حضرت عمرؓ کو خلاف توقع اس حال مین دیکھ کر حیران ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور لڑ بھڑ کر کفار کو خانہ کعبہ کی نواحی سے دور کیا - آنحضرت نے مع اصحاب کے کعبہ کا طواف کیا اور ظاہرا خدا کی عبادت کی[2] - اُس وقت یہ آیہ کریمہ - یا ایہا النبی حسبک اللہ

---

[1] طبری فارسی نسخہ مین یہ لکھا ہے کہ آنحضرت اُس وقت حضرت خدیجہ کے گھر مین تھے اور حضرت عمرؓ اپنی بہن کے ساتھ وہان گئے اور بعض روایات کے موجب جناب صحابی کو ساتھ لے کر ارقم کے گھر گئے - بہرحال ارقم کے گھر مین حضرت عمرؓ کا جانا اور پیغمبر صلعم کا وہان ہونا معتبر ہے - مؤلف [2] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا - [3] مدارج النبوت - روضۃ الاحباب طبری فارسی نسخہ - ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا - تاریخ الخلفا سیوطی ----

ومن اتبعک من المومنین ۔ نازل ہوئی ۔

حضرت عمر چھٹے سال نبوت کے ماہ ذالحج مین جب کہ اُن کی عمر چھبیس (اور ایک روایت مین ستائیس) برس کی تھی چالیس مرد اور گیارہ یا پندرہ عورتون کے بعد اور حضرت حمزہ عم رسول اللہ کے مسلمان ہونے سے تین دن بعد اسلام لائے ۔

ہمارے ایک مشہور اور فاضل عالم[۱] حضرت عمر کے اسلام لانے کے واقعہ کو مختصر عبارت مین اس طرح بیان کرتے ہین کہ "اس وقت ان نئے دین کو ایک قیمتی معاون حضرت عمرؓ کی ذات مین حاصل ہوا جن کی دانشمندی اور قابلیت نے اُن کو اسلام کی آیندہ جمہوری سلطنت کا ایک عضو اور جزو ضروری بنا دیا ۔ دین محمدی کی جو خدمات وہ بجا لائے ہین اُنھون نے اُن کے نام کو تاریخ کے صفحون پر کندہ کر دیا ہے وہ عدی بن کعب کے خاندان کے معزز اور ممتاز ممبر اور خطاب کے بیٹے اور اس سے پہلے اسلام کے سخت مخالفت اور پیغمبر صلعم کی معاندت کے سبب سے مشہور تھے اُن کا اسلام لانا قرآن مجید کی ایک سورۃ کے اُن کے دل پر جادو کا سا اثر پیدا کرنے کا نتیجہ بیان ہوا ہے جو اُنھون نے اپنی بہن کے گھر مین سنا جہان وہ غضب اور طیش مین آکر قتل کرنے کے ارادے سے گئے تھے ۔ اُن الفاظ سے متاثر ہو کر جو اُنھون نے سنے ہاتھ مین ننگی تلوار لیئے ہوئے جس سے وہ پیغمبر کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے وہ سیدھے پیغمبر صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے جس سے صحابہ رسول اللہ کی جماعت مین ایک تہلکہ پڑ گیا ہو گیا حضرت عمر نے اپنے آقا کے ہاتھ چومے اور سچے دین مین داخل ہونے کی درخواست کی مسلمانون نے حضرت عمرؓ کے رحمت الٰہی مین شریک ہونے پر دل سے خداوند کریم کا شکر کیا مسلمان ہونے کے بعد وہ اسلام کا ایک رکن ہو گئے ۔ اب اسلام کو گلی کوچون مین اپنا سر چھپانے اور پوشیدہ رہنے اور چھپ کر خدا کی عبادت کرنے کی کوئی ضرورت نہین رہی تھی اور ان نئے اسلام قبول کرنے والون نے اُن کو علانیہ طور پر عبادت کرنے کی جرائت دلائی ۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی خبر سن کر قریش پر بجلی گر گئی اور معاملہ کے نازک ہو جانے کو جان گئے "۔

---

[۱] مولوی سید امیر علی صاحب رضوی مصنف کتاب سپرٹ آف اسلام و سیرۃ محمدی صفحہ ۱۱۲ ۔

سر ولیم میور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ "حضرت عمرؓ نے چھٹے[1] سال نبوت کے اختتام پر اسلام قبول کیا۔ اُن کی بہن فاطمہ اور اُس کا خاوند سعید بن زید پہلے اسلام لا چکے تھے مگر قریش کے خوف سے اپنے دین کو ظاہر نہین کرتے تھے۔ ایک دن جب حضرت عمرؓ بعض مسلمانون کو دھمکا رہے تھے ایک دوست نے اُن سے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو اور اُن کی بہن اور بہنوئی کے نیا دین قبول کرنے کی طرف اشارہ کیا۔ اس سے اُن کا غصہ بھڑک اُٹھا اور معًا اپنی بہن کے گھر کو روانہ ہوے۔ وہ اُس وقت خباب سے قرآن کی بیسوین سورۃ سن رہی تھی جو ایک تحریری نسخہ سے پڑھ رہا تھا۔ یہ مخالف (حضرت عمرؓ) نزدیک ہوے اور پڑھنے کی نیچی آواز کو سُنا۔ اُن کے پاؤن کی آہٹ پا کر خباب ایک کوٹھری مین چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے داخل ہوتے ہی غصہ سے کہا کہ یہ کیا آواز تھی جو مین نے سُنی ہے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ کچھ نہین۔ حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ نہین مین نے سُن لیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کے دین سے برگشتہ ہو گئے ہو اس پر اُن کے بہنوئی نے کہا کہ کیا تمھارے دین کے سوا کسی دوسرے دین مین سچائی نہین ہو سکتی؟ اس سوال سے حضرت عمرؓ کا شبہہ بہ بدل بہ یقین ہو گیا اور غصہ کھا کر سعیدؓ پر جھپٹے اور اُس کو لاتون سے مارا۔ اُن کی بہن چھوڑانے کے واسطے دوڑین۔ اسی کشاکش مین اُن کا چہرہ زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا اور جوش مین آکر اُس نے کہہ دیا کہ بے شک ہم نے دین اسلام قبول کیا ہے اور خدا واحد اور اُس کے نبی پر ایمان لائے ہین۔ جو تیرے دل مین آئے تو ہمارے ساتھ کر لے۔ حضرت عمرؓ نے جب اُسکا چہرہ خون سے بھرا ہوا دیکھا اُن کا دل نرم ہو گیا اور کہا کہ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے دکھاؤ مگر اُن کی بہن نے کہا کہ "لا یمسہ الا المطہرون" جب تک تم پاک نہ ہو گے تم اُسے نہین دیکھ سکتے۔ حضرت عمرؓ اُٹھے اور غسل کیا اور کاغذ لے کر پڑھنے لگے (کیونکہ وہ پڑھ سکتے تھے) جب تھوڑا سا پڑھ لیا تو کہنے لگے کہ یہ کلام کیسا عمدہ اور بزرگ ہے۔ یہ سُن کر خباب بھی اندر سے نکل آئے اور کہنے لگے کہ اے عمرؓ مجھے یقین ہے کہ خدا نے اپنے نبی کی دعا قبول فرما کر تجھے اپنے واسطے منتخب کر لیا ہے کل ہی آنحضرت نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ "خدایا اسلام

[1] لیف اوف محمد مصنفہ سر ولیم میور صفحہ ۹۵ —

ابو جہل سے یا عمرؓ سے مضبوط کر" حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے آنحضرت کے پاس لے چلو کہ مین اپنے قبول اسلام کا اُن پر اظہار کرون - اُن کو ارقم کے گھر مین لے گئے حضرت عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت حمزہ اور دوسرے اصحاب نے دروازے کے شگاف سے دیکھا کہ عمرؓ ہین اور چونک کر پیچھے ہٹ گئے لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اُسے اندر آنے دو اور خود آگے بڑھ کر اس سے ملے اور اُس کے دامن اور تلوار کی پیٹی کو پکڑ کر فرمانے لگے کہ تو مسلمانون کے ستانے سے کب باز آوے گا جب خدا تجھ پر غضب نازل کرے گا حضرت عمرؓ نے اس کے جواب مین کلمۂ "اشہد انک رسول اللہ" کہا - آنحضرت نہایت خوش ہوئے اور باواز بلند "اللہ اکبر" زبان مبارک سے فرمایا"

ایک انگریز مصنف لکھتا ہے[۵۱] کہ حضرت عمرؓ کا آنحضرت کے ہاتھ پر یک بیک اسلام لانا ایسا ہی تھا جیسا کہ پال (پولوس رسول) کا حضرت مسیح کے ہاتھ پر - ایک شیعہ عالم نے اپنی کتاب حملہ حیدری[۵۲] مین حضرت عمر کے اسلام لانے کے تمام واقعات کو عمدہ منظوم عبارت مین بیان کیا ہے -

عمر بعد از ان از پس چند گاہ	در آمد بدین رسول اِلٰہ
چنان بُد کہ بوجہل از ان سرزنش	بکیفیتے شد عداوت نمش
کہ جز قتل پیغمبر ذو الجلال	نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکے روز بے گفت با اشقیا	کہ آرد کسے گر سر مصطفےٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم بہ او	دو کوہان سیہ دیدہ و سرخ مُو
ز دیباے مصری و بردیمن	دگر سیم و زر بخشمش چند من
عمر چون شنید آن سخن گفتنش	بجنبید عرق طمع در تنش
با و گفت سوگند اگر میخوری	کہ از گفتۂ خویشتن نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا	بیارم بہ پیشت سرِ مصطفےٰ
گرفت از ابوجہل اول قسم	پس آنگہ زدہ در رہ کین قدم

[۵۱] از ہنٹ مصنف آر سٹن آتھر س صفحہ ۴ - [۵۲] آیات بینات مصنفہ مولوی سید مہدی علی صاحب -

بآن کار چون رفت بیرون عمر   یکی گفت با او نداری خبر
که همشیره ات نیز با جفت خویش   گرفت است دین محمد به پیش
برآشفت ابا حفص زین گفت و گو   بگفتا بریزم کنون خون او
سوی خانهٔ خواهر خویش رفت   چو آمد به نزدیک تر پیش رفت
بیامد به پیش در و ایستاد   صدای شنید و بآن گوش داد
شنید آن که میخواند مرد نکو   کلامی که نشنیده بد مثل او
وزو میگرفتند یاد آن کلام   همان خواهر و جفت او بالتمام
عمر زد در و خواهرش باز کرد   چون آمد درون شور آغاز کرد
در افتاده با جفت خواهر بجنگ   گرفتش ز حلق و بیفشرد تنگ
در آویخت داماد هم با عمر   گرفتند خصمانه هم را به بر
بخستند گه روی هم گاه پشت   لگد گه زدندی بهم گاه مشت
زهم پوست کندند گه گاه مو   گهی این بزیر آمدی گاه او
از آن چون عمر بود پر زورتر   فگندش بزیر و نشست از زبر
گلویش به تنگی فشرد آنچنان   که نزدیک شد تا شود قبض جان
بیامد دوان خواهرش نوحه گر   بگفتش چه خواهی ز ما ای عمر
اگر شاد گردی ز ما ور ملول   نمودیم دین محمد قبول
کنون گر کشی سر بداریم پیش   ولی بر نگردیم از دین خویش
چو بشنید از وی این حکایت عمر   بدانست کو بر نگردد دگر
بگفتش چه دیدی تو از مصطفی   که گشتی بدینش چنین مبتلا
بگفتا کلام خدای جلیل   که آرد باو حضرت جبرئیل
شنیدیم دگر دید بر ما یقین   که هست این کلام جهان آفرین

عمر گفت ازان قول معجز اساس | اگر یاد داری بخوان بے ہراس
بر او خواہرش آیۂ چند خواند | عمر گوش چون کرد حیران بماند
دلش زان شنیدن بسے نرم شد | بسوداے اسلام سرگرم شد
عمر گفت دیگر بخوان زین کلام | بگفتا دگر نیست زین مے بجام
ولے ہست استاد ما در نہفت | کہ گردید پنہان چو نامت شنفت
قسم گر خوری کو نیاید زیان | بیاریم پیشت کہ خواند ازان
چو بگرفت سوگند ازو خواہرش | بیاورد استاد خود را برش
بد از اہل اسلام نامش خباب | بیامد بنزد عمر بے حجاب
بر او خواند آیات پروردگار | ابا حفص اسلام کرد اختیار
چو آیات معجز بیان را شنید | ہمش قول کاہن بخاطر رسید
باسلام شد رغبتش بیشتر | کہ آن ہم شود راست چون این خبر
وزان پس بگشتند با ہمرہان | بنزد خداے رسول جہان
بدولت سراے پیمبر شدند | چو در بستہ بد حلقہ بر در زدند
یکے آمد و دید از پشت در | کہ استادہ با تیغ بر در عمر
بنزد نبی رفت و احوال گفت | بماندند اصحاب اندر شگفت
چنین گفت پس عم خیر البشر | کہ غم نیست بروے کشائید در
گر از راہ صدق آمدہ مرحبا | وگر باشد او را بخاطر دغا
بتیغے کہ دارد حمائل عمر | تنش را سبکسار سازم ز سر
چو در باز کردند بر روے او | در آمد عمر با لب عذر گو
گرفتش بہ بر سرور انبیا | نشاندش بجاے کہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت | وزان بیش تر یافت دین تقویت

پس اصحاب دین را شد این مدعا | که از خدمت سرور انبیا
بسوی حرم آشکارا روند | نماز جماعت بجا آورند
رسید این سخن چون بعرض رسول | ز خیر البشر یافت عز قبول
روان شد بتائید دیان دین | بسوی حرم سید المرسلین
به پهلو روان حمزه نامدار | به پیشش علی صاحب ذو الفقار
همی رفت در پیش حیدر عمر | حمائل همان تیغ کین بر کمر
بگرد آمده جمع یاران تمام | برفتند زینسان به بیت الحرام
چو دیدند کفار زان گونه حال | نمودند با هم بسی قیل و قال
یکی رفت ازان میان نزد عمر | بدو گفت این نیست ای بدگهر
نه زانسان که رفتی تو باز آمدی | بکین رفتی و با نیاز آمدی
عمر کرد اسلام خود آشکار | پس آنگه بدو گفت ای نابکار
سران کز شما جنبد از جای خویش | بهبیند سر خویش بر پای خویش
چو کفار دریافتند از سخن | که در دل چه دارند آن انجمن
نهادند پا در رهِ استناح | نمودند با اهل ملت نزاع
چو دیدند آن صحبت اصحاب دین | همه دست بردند بر تیغ کین
ازان حال کفار پس پا شدند | دلیران دین مسجد آرا شدند
به پیش اندر آمد رسول خدا | نمودند یاران بدو اقتدا
نبی گفت تکبیر چون در حرم | فتادند اصنام بر روی هم
ز تائید ایزد بمسجد نماز | ادا کرد و آمد سوی خانه باز

حضرت عمرؓ گو قوی اور ذی رعب آدمی تھے اور ایک ایسے بے دھڑک اور بے خوف طبیعت پائی تھی کہ کسی خوف وخطرے کا خیال اُن کے پاس نہین آسکتا تھا۔ مگر یہ ناممکن تھا کہ اسلام

لانے کے بعد کفار کی جاہلانہ اور متعصبانہ چھیڑ چھاڑ سے بچے رہتے۔ ایک عام برانگیختگی اور جوش غضب کے روبرو ایک شخص کی قوت اور رعب کہان تک ٹھہر سکتے ہین۔ ضرور ہے کہ کفار کی طرف سے مسلمانون کی قلیل جماعت کے شریک حال ہو کر خطرہ اور اندیشہ مین رہین اور اُن کے ہاتھ سے کم و بیش ایذا اُٹھائین۔ مگر صبر اور تحمل جو اس خدا کی جماعت کا شیوہ تھا اسی کو اختیار کرنے کے سوائے کوئی چارہ نہین تھا۔ عبد اللہ بن عمرؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو جمیل بن معمر الجمحی کے کان مین یہ خبر ڈالی گئی جو خبر کے مشتہر کرنے مین ایک عام اشتہار کا کام دینے مین مشہور تھا۔ حضرت عمرؓ نے خود جمیل کو اپنے اسلام لانے کے سانحہ سے مطلع کیا۔ وہ اس خبر کو سنتے ہی اُٹھ بھاگا۔ حضرت عمرؓ اُس کے پیچھے ہو لیے اور عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہین کہ مین بھی اپنے باپ کے پیچھے ہو لیا۔ مسجد کے دروازے پر جہان قریش کعبہ کے گرد اپنی نشست گاہون مین بیٹھے ہوئے تھے جا کھڑا ہوا اور بآواز بلند پکار پکار کر کہنے لگا کہ عمر صابی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ جھوٹ کہتا ہے مین نے تو دین اسلام قبول کیا ہے۔ قریش جمع ہو کر آ گئے اور باہم لڑائی شروع ہو گئی۔ دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی حتی کہ حضرت عمرؓ تھک گئے اور قریش کو کہتے تھے کہ خدا کی قسم اگر ہم تین سو مسلمان ہوتے تو مکہ تمھارا ہوتا یا تم کو ہمارے لیے چھوڑ دینا پڑتا۔ اسی تکرار مین تھے کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی (عاص بن وائل) آیا اور قریب کھڑا ہو کر پوچھنے لگا کہ کیا ماجرا ہے۔ قریش نے کہا کہ عمر صابی ہو گیا۔ اُسنے کہا کہ ایک شخص نے اپنے پر ایک امر کو اختیار کیا ہے تم کو اس سے کیا مطلب ہے کیا تم امید رکھتے ہو کہ بنی عدی اپنا آدمی تمھارے حوالہ کر دینگے اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ قریش علیحدہ ہو گئے۔[۱] ایک دوسری روایت اسی مضمون کی ابن عمرؓ سے بیان کی گئی ہے جو اس گذشتہ واقعہ سے زیادہ قرین صحت و قیاس معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کی خبر جب مشہور ہوئی تو لوگ اُن کے گھر کے گرد آ کر جمع ہو گئے اور غل کرنے لگے کہ عُمر صابی ہو گیا۔ مین کوٹھے پر سے کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اتنے مین ایک شخص آیا اور یہ ماجرا سن کر کہنے لگا کہ اگر وہ صابی ہو گیا ہے تو کیا ہوا

[۱] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔

مین اُسکو پناہ دیتا ہون لوگ یہ سُن کر منتشر ہوگئے۔ اور وہ مرد بزرگ عاص بن وائل تھا[1]۔ اس قسم کی اور روایتین بھی موجود ہین کہ ابوجہل نے حضرت عمرؓ پر تشدد کیے اور اُنسے لڑائیان لڑا کیا۔ مگر وہ اُس کے بس مین نہ آیے اور آخر زبون ہوا حضرت عمر کا قول ہے کہ مین ہمیشہ لوگون سے لڑا کرتا تھا وہ مجھکو مارتے تھے اور مین اُن کو مارتا تھا۔ یہان تک کہ خدا نے اسلام کو قوی کردیا حضرت عمرؓ کے قریش سے لڑجھگڑکر بیت اللہ مین نماز پڑھنے مین کامیاب ہونے کے واقعہ کو اکثر اہل سیر بیان کرتے ہین۔

غرض حضرت عمر کے اسلام لانے سے آنحضرت صلعم کی ایک بڑی خواہش پوری ہوئی اور اسلام اور مسلمانون کو نہایت قوت اور تقویت حاصل ہوگئی اور اس حسن اتفاق سے کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ قریبا ایک ہی وقت مین اسلام لاے یہ قوت اور شوکت دوبالا ہوگئی قریش اور کفار کی کمرین ٹوٹ گئین اور دل بیٹھ گئے۔ ابن عباسؓ کے اس قول کی صحت کی تصدیق کی جاتی ہے کہ "جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج کے دن ہماری قوم نصف نصف ہوگئی"[2]۔ ابن مسعود کا قول ہے کہ "جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہم صاحب عزت ہوگئے"۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ "حضرت عمرؓ جب اسلام لائے اور وہ نہایت قوی اور ایسے بے خوف اور باسیاست اور ذی رعب شخص تھے کہ کوئی آدمی اُن کی کسی چیز کی طرف اُن کی غیبت مین بھی آنکھ اُٹھاکر نہین دیکھ سکتا تھا اور ساتھ ہی حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے اصحاب رسول اللہ کو بہت سہولیت اور آرام اور اطمینان نصیب ہوا۔ عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ "حضرت عمر خطاب کے اسلام لانے سے پہلے ہم کو یہ یارا نہین تھا کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھین جب وہ اسلام لائے قریش کے ساتھ لڑے یہان تک کہ ہم اُن کے ساتھ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے مین کامیاب ہوے۔ انھین کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا اسلام کی فتح تھی"[3]۔ اس کے بعد مسلمانی ظاہر ہوئی اور آنحضرت صلعم اپنے

---

[1] ازالۃ الخفا [2] مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت۔ [3] تاریخ الخلفا سیوطی۔ [4] یہ سب روایتین ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا مین لبقیۃ رواۃ وغیرہ موجود ہین۔

اصحاب کے ساتھ آشکارا نماز ادا کرتے تھے اور مشرکان قریش غم وغصہ کھاتے تھے۔[1] اسلام کو اب گلی کوچوں میں چھپنے اور پوشیدہ رہنے اور خفیہ طور پر خدائے واحد کی عبادت کرنے اور خوف زدہ پھرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی تھی حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے گویا قریش پر بجلی گرگئی اور جان گئے کہ اب صورت معاملہ کی نازک ہوگئی ہے۔[2] ایک انگریز مورخ[3] حضرت حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کو بیان کرکے لکھتا ہے کہ" اسی زمانہ ۶۱۶ء میں ایک اور شخص عمر ابن الخطاب نے اسلام قبول کیا جس کے عظیم قدوقامت اور ہیبت اور بے انتہا جسمانی قوت اور بہادرانہ اور شجاعانہ دلیری نے اُس کو حضرت حمزہ کا ایک موزون ساتھی اور جوڑ بنا دیا" اس کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کو بیان کرکے لکھتا ہے کہ" اس قسم کے لوگون کے اسلام قبول کرنے سے محمد صلعم کی حالت کو نہایت تقویت حاصل ہوئی۔ کوئی شخص پیغمبر کے نزدیک جانے اور اُن کو ایذا پہونچانے کی جرأت نہین کرسکتا تھا عمرؓ اور حمزہؓ ان دونون خوفناک دلیران جنگ اور مردان میدان کی نگاہون سے لوگ خوف کھاتے تھے جو اپنے دشمنون کی طرف ایسے دو شیرون کی طرح دیکھتے تھے جن سے کہ اُن کے بچے چھین لیے گئے ہون نیز اب مسلمان چھپ کر اپنے گھرون مین عبادت نہین کرتے تھے بل کہ اپنی جانچی ہوئی طاقت اور مقابلہ کرنے والی صورت کے ساتھ کعبہ مین جمع ہوتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔ قریش پر خوف اور بے چینی طاری ہوگئی تھی" سر ولیم میور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کا ذکر کرکے لکھتا ہے کہ" قبول اسلام کے وقت اگرچہ حضرت عمر کا سن صرف چھبیس[4] برس کا تھا مگر اُن کی شمولیت کا اسلام پر اتنا بڑا اثر اور ایسا فوری اثر ہوا کہ گویا مکہ مین علانیہ اور بلا خوف اسلام کے ظاہر ہونے کی وہی تاریخ ہے محمد صلعم ارقم کے گھر سے نکل آے مسلمان علانیہ طور پر عبادت کرنے لگے اور اُن کے دل بڑھ گئے درانحالے کہ قریش پر خوف اور بے چینی طاری ہوگئی۔"[5]

القصہ ہر ایک مورخ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام

[1] تاریخ طبری فارسی نسخہ صفحہ ۳۸۰ [2] سیرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۱۳ [3] شاہرٹ مصنف کتاب اسلام اینڈ اٹس فونڈر [4] [5] لیف اوف محمد صفحہ ۹۰-

قبول کرنے نے اسلام اور مسلمانون کی شوکت اور ہمت کو بڑھا دیا اور مصیبت اور تکلیف کو گھٹا دیا۔ درحقیقت اس بات سے جس کی طرف سر ولیم میور نے اشارہ کیا ہے حضرت عمرؓ کی بے انتہا عزت اور رعب اور دباؤ اور شان و شوکت معلوم ہوتی ہے کہ صرف چھبیس برس کی عمر مین اُن کی ایک ذات اس قدر وزن اور قیمت رکھتی تھی کہ قریش نے اُن کے علٰحدہ ہوتے کو اپنی قوم اور قوت کا آدھا ہو جانا تسلیم کیا اور مسلمانون کو جو اُس جہالت اور کفر کے ریگستان مین چند چمکتے ہوے مگر بے بنیاد ذرون کے مانند تھے قریش اور کفار کی ایذادہی سے مخلصی مل گئی حضرت عمر کا یہ رعب اور ہیبت اور عزت جس قدر اُن کی ذاتی شجاعت اور بے دھڑک بہادری کے سبب سے تھی اُسی قدر اُن کی آبائی بزرگی اور نسبی فضیلت اور قوم اور قبیلہ کی قوت اور شوکت کے سبب سے بھی تھی۔

حضرت عمر کو فاروق کا خطاب دیا گیا اور اُس شاہنشاہ دوجہان سرور کائنات افضل الانبیا خدا کے برگزیدہ رسول صلعم نے یہ خطاب عنایت کیا پس اُس کی بزرگی آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہے۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ یہ خطاب حضرت عمرؓ کو اُس وقت جب کہ وہ اسلام لاے اور اسلام مکہ مین ظاہر ہوا اور علانیہ خداے واحد کی عبادت کی گئی اور اُن کے اسلام لانے سے گویا حق اور باطل مین تمیز اور تفریق ہوگئی آنحضرت صلعم نے عطا کیا تھا۔ ابن عباس روایت کرتے ہین کہ انھون نے ایک دن حضرت عمر سے "فاروق" نام پانے کی وجہ دریافت کی تو انھون نے اپنا اسلام لانے کا واقعہ بیان کر کے یہ کہا کہ "اُس وقت مین نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا ہم حق پر نہین ہین انھون نے فرمایا کہ ہان حق پر ہین۔ تو مین نے کہا کہ پھر حق کو چھپایا کیون جاے تو ہم ارقم کے گھر سے دو صفین باندھے ہوے نکلے ایک مین مین تھا اور ایک مین حمزہ تھے۔ یہان تک کہ مسجد مین پہونچ گئے۔ قریش نے جب میری اور حمزہ کی طرف دیکھا تو اُن کو بہت رنج ہوا اور آنحضرت نے اُس دن سے میرا "فاروق" نام رکھا۔ کیونکہ اسلام ظاہر ہوا اور حق اور باطل مین تفریق ہو گئی[1]۔ مگر بہت سے مورخون نے اس خطاب کے حاصل کرنے اور حضرت عمرؓ کو یہ نام دیے جانے کو ایک اور زمانہ اور ایک اور واقعہ سے منسوب کیا ہے جو یہ ہے کہ ایک دفعہ

(۱) تاریخ الخلفا سیوطی۔

ایک یہودی اور ایک مسلمان کے درمیان تنازعہ ہوگیا۔ ایک نے کہا کہ کعب ابن اشرف یہودی کو منصف مقرر کرین اور دوسرے نے آنحضرت صلعم کو منصف بدا۔ آخر جناب رسول اللہ سے فیصلہ کرانے پر دونون راضی ہوئے اور مقدمہ انفصال کے واسطے آنحضرت کے سامنے لے گئے آنحضرت نے یہودی کے حق مین فیصلہ کیا۔ مگر وہ مسلمان راضی نہوا اور کہنے لگا کہ دوبارہ حضرت عمرؓ کے پاس مقدمہ لے چلین جب دونون حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو تنازعہ کی کیفیت بیان کرکے یہودی نے حضرت عمر سے یہ بھی بیان کیا کہ آنحضرت صلعم اس مقدمہ کا فیصلہ دے چکے ہین مگر اس کے مخالف نے اُسے منظور نہین کیا۔ مسلمان شخص نے یہودی کے اس بیان کی تصدیق کی جس کو سُن کر حضرت عمرؓ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھہرو مین اس کا فیصلہ کئے دیتا ہون۔ وہ آکر اپنی تلوار لے گئے اور ایک ہاتھ سے مسلمان کا سر اُس کے تن سے جدا کر دیا اور باآواز بلند کہا کہ "اُس شخص کی یہ سزا ہے جو خدا اور اُس کے رسول کے فیصلہ سے انحراف کرے"۔ اِس فعل سے حضرت عمر کو "فاروق" کا نام دیا گیا اُس منافق مسلمان کے سر کو تن سے جدا کرنے اور حق اور باطل مین تمیز کرنے دونون کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے[1]۔

اگر سچ پوچھو تو اُس نسبت کے خیال سے جو حضرت عمرؓ کے حالات حضرت رسالتمآب صلعم اور بعد ازان اُن کے زمانہ خلافت کے حاصل ہوسکنے اور بیان کیے جانے کی ہے حضرت عمر کا اسلام لانا گویا اُن کا پیدا ہونا اور عدم کفر سے وجود اسلام مین آنا ہے اور آنحضرت صلعم کے ظل رحمت مین بسر کرنا اور تربیت پانا گویا اُن کی طفولیت کا زمانہ ہے۔ اگرچہ ہونہار اولاد کی طرح ہم اُن کو آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک شریک اور مشیر کے مانند پاتے ہین۔ اِس صورت مین اُن کی خلافت کے زمانہ کو اُن کے عہد شباب اور پیری سے موسوم کرنا چاہیے۔

حضرت عمر اور حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے جس قدر اسلام کو اور مسلمانون کو تقویت حاصل ہوئی اُسی قدر کفار اور قریش زیادہ برافروختہ اور برانگیختہ ہوگئے[2]۔ ایک اور وجہ قریش کی

[1] جلال الدین بیضاوی ہسٹری اوف سرسینس مصنفہ اوکلی۔ قران انگریزی ترجمہ سیل حاشیہ صفحہ ۱۰۱ [2] ازالۃ الخفا بروایت ابن مسعود

برانگیختگی اور غصہ سے بھڑک اٹھنے کی یہ ہوئی کہ جو مسلمان قریش کے ظلم سے بچنے کے واسطے ہجرت اولی کر کے حبشہ کو چلے گئے تھے اور نجاشی عیسائی بادشاہ حبشہ کے پاس جا کر پناہ لی تھی قریش نے نجاشی کے پاس اپنے سفیر بھیج کر اُن پناہ گیر مسلمانون کو واپس طلب کیا تھا۔ مگر نجاشی بادشاہ نے انکار کیا اور سفیرون کو بے نیل مرام لوٹا دیا[۵۱] قریش مسلمانون کو ایذا دینے اور ستانے مین اور زیادہ سختی اور تندی سے کوشش کرنے لگے جس پر آنحضرت نے مہاجرین حبشہ کو آرام و آسائش مین پا کر دوسری دفعہ اور مسلمانون کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی اور بعض کے نزدیک حضرت عمر نے بھی اس جماعت کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی ہے[۵۲]۔ اگر یہ صحیح ہو تو حضرت عمر کی طبیعت کے لحاظ سے اس بات کا تسلیم کرنا مشکل ہوگا کہ انھون نے اپنی جان کے خوف یا اپنی ذات کے آرام کے لیے ہجرت کی ہو ممکن ہے کہ کوئی دوسرا سبب مثلاً مہاجرین کی حفاظت وغیرہ اس کی وجہ ہو جیسا کہ اُن کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے حبشہ سے مکہ معظمہ مین واپس آجانے کی روایت[۵۳] سے قیاس کیا جاسکتا ہے بہر حال آنحضرت اور مسلمانون نے مکہ مین کچھ زیادہ دن اطمینان اور آرام کے نہ گذرنے پائے کیونکہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے جو آسودگی مسلمانون کے حال مین پیدا ہوئی تھی اور جس قدر تقویت اُن کی جماعت کو پہونچی تھی اسی قدر حضرت خدیجہ اور ابو طالب عم رسول اللہ کے انتقال سے جن کے رعب داب سے کسی قدر آنحضرت کو امن تھا ضعف پہونچ گیا[۵۴] آنحضرت جب طائف مین جا کر بنی ثقیف کو خدا کے کلام کی طرف راغب کرنے مین کامیاب نہ ہوئے اور اہل مدینہ کے حالات نے اچھی امیدین دلائین تو آنحضرت نے اصحاب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت اور ہدایت فرمائی۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ۵ھ نبوی مین ہوئی تھی دوسری ۶ نبوی مین۔ یہ تیسری ہجرت مدینہ کی طرف ۱۳ نبوی مین ہوئی جس مین حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان اور حضرت حمزہ اور اکثر اصحاب آنحضرت صلعم مکہ سے مدینے کو

---

۵۱ ازالۃ الخفا بروایت ابن مسعود و مناہج النبوۃ وغیرہ۔ ۵۲ تفسیر القرآن آنریبل سید احمد خانصاحب جلد چہارم صفحہ ۵۲
۵۳ تفسیر القرآن سرسید احمد خان صاحب جلد چہارم صفحہ ۵۲ - ۵۴ سپرٹ اوف اسلام مولفہ مولوی سید امیر علی صاحب

چلے گئے[۵۱] - آنحضرت صلعم کے پاس مکہ مین حضرت ابوبکر اور حضرت علیؓ کے سوا خاص اصحاب مین سے کوئی نہ رہا جنھون نے کہ آخر سنہ ۱۳ نبوی مطابق سنہ ۶۲۲ء مین آن حضرت کے ساتھ ہجرت کی -

حضرت عمر کے ہجرت کرنے کو بعض مورخین[۵۲] نے ایک واقعہ سے مخصوص کیا ہے کہ کسی نے سوائے حضرت عمر کے علانیہ ہجرت نہین کی جب وہ مکہ سے چلنے کے واسطے تیار اور آمادہ ہوے تو اپنی تلوار گلے مین لٹکا کر اور کمان کندھے پر رکھ کر ہاتھ مین تیر لیے ہوے کعبہ مین آے جہان کہ اکابر قریش جمع ہوے بیٹھے تھے اور سات دفعہ طواف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور کہا کہ انکا بُرا ہو جو پتھرون کو اپنا خدا سمجھین اور پھر کہا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اُس کی جورو بیوہ اور بچے یتیم ہو جائین وہ میرے پیچھے آے اور ویرانہ مین مجھ سے ملے - مگر کسی کو اُن کے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہوئی - گو اس قسم کی روایات کی صحت مین حجت کی جاسکتی ہے مگر ہمارے پاس جیسے کہ اُن سے انکار کرنے کے واسطے قرائن موجود ہون ویسے ہی اُن کی صحت پر یقین کرنے کے واسطے قیاسات موجود ہوتے ہین -

ایک اور روایت جس کی صحت اور درستی مین اور اس امر مین کہ حضرت عمر ہی کی نسبت ہو گو شبہہ ہوتا ہے مگر سر ولیم میور[۵۳] نے اُس کو حضرت عمرؓ ہی کے نام سے نقل کیا ہے اُس کا درج کرنا بے جا نہ ہوگا وہ اس امر کے بیان مین کہ بہت سے مسلمانون کو جبر اور فریب سے ہجرت کرنے سے روکا گیا تمثیلاً بیان کرتے مین کہ "حضرت عمرؓ نے عیاش اور ہشام کے ساتھ مکہ سے باہر ایک مقام پر مل کر اور اکٹھے مدینہ کی طرف روانہ ہونے کی تجویز ٹھہرائی تھی ہشام کو اُس کے کنبہ نے اس سے باز رکھا اور کچھ عرصہ تک بت پرستی کرنے پر مجبور کیا حضرت عمر کہتے ہین کہ پس مین اور عیاش تنہا چلے گئے اور قبہ تک سفر کیا جہان ہم رفاع کے مہمان نواز گھر مین جا ٹھہرے - لیکن ابوجہل پیچھے ہی پیچھے مدینہ پہونچا اور عیاش کو آکر کہا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تیرا مُنھ نہ دیکھے گی سایہ مین نہ بیٹھے گی اور بالون مین تیل اور کنگھی نہ لگاے گی - تب مین نے عیاش کو کہا کہ تجکو دین سے برگشتہ کرنے کے واسطے یہ ایک

[۵۱] تفسیر القرآن از سر سید احمد خان صاحب جلد چہارم و مناہج النبوت وغیرہ - [۵۲] تاریخ الخلفا سیوطی و معارج النبوت و مناہج النبوت صفحہ ۱۱۷ - [۵۳] لیف اوف محمد مولفہ سر ولیم میور صفحہ ۱۳۷ -

چال ہے تیری ماں اپنی قسم کو جلد توڑ ڈالے گی خبردار مدینہ کے پاس مت جانا لیکن اُسنے نہ مانا اور کہا کہ مین دین سے نہین پھر سکتا۔ اپنی ماں کی قسم توڑ دا کراور اپنا اسباب لے کر جلد چلا آؤں گا تب مین نے اُس کو ایک تیز رفتار اونٹ دیا اور کہا کہ اگر فریب کا شبہہ معلوم ہو تو اس کی تیزی سے اپنے آپ کو بچا ئیو۔ لیکن جب وہ راستہ مین ایک جگہ اُترا تو اُس کے ہمراہیون نے اُسے پکڑ کر رسیون سے جکڑ لیا اور اسی طرح مکہ لے گئے اور روک لیا۔ عیاش اُس وقت تک مکہ مین بت پرستی کرتا رہا جب تک کہ مدینہ مین یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ قل یعبادا الذین اسرفوعلی انفسہم لاتقنطومن رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم۔ اور حضرت عمر نے اُس کو لکھ کر عیاش کے پاس بھیجا جس سے وہ دلیری کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف چلا آیا"

سب سے پہلے مدینہ مین مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم مسلمانون مین سے پہونچے ہین۔ جو لوگون کو دین سکھلاتے تھے اُن کے بعد حضرت عمر صحابہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اور ایک روایت مین بیس اصحاب کے ساتھ پہونچے۔ اُن کا جانا آن حضرت کی تشریف آوری کے واسطے گویا مقدمہ تھا۔ عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ "حضرت عمرؓ کا ہجرت کرنا اسلام کے واسطے نصرت تھا[1]"

حضرت عمرؓ اور جو اصحاب آنحضرت سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ پہونچ گئے تھے اُن کے پاس آنحضرت کی تشریف آوری تک سوا اس کے اور کیا کام تھا کہ اہل مدینہ کو دین اسلام کی تلقین اور تعلیم کرین۔ مگر آن حضرت کی طرف سے جو مکہ مین کفار اور دشمنون کے درمیان گھرے ہوے تھے اُن کے اصحاب کو فکر دامن گیر رہتی تھی خصوصاً آنحضرت کے مدینہ پہونچنے سے پہلے تین چار روز جو آنحضرت نے غار مین گذارے مدینہ کے اصحاب نہایت تشویش اور تردد مین رہے کیونکہ مکہ سے آنحضرت کے چلے آنے کی خبر اُن کو پہونچ گئی تھی۔ لیکن یہ کسی کو خبر نہ تھی کہ آنحضرت تین روز تک غار مین پنہان رہے ہین۔ ہر روز مہاجرین یعنی مسلمان اہل مکہ اور انصار یعنی مسلمانان

[1] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا۔

اہل مدینہ شہر سے تھوڑی دور فاصلہ پر آکر آنحضرت کا انتظار کیا کرتے تھے مگر آپ کے نہ آنے سے تردد اور تشویش کے ساتھ لوٹ جاتے تھے[۱]۔ آخر جمعہ کے ایک مبارک دِن کو آنحضرت قبہ سے ہوتے ہوئے یثرب یعنی مدینۃ النبی یا مدینہ مین پہونچے وہ دِن مسلمانون کے واسطے عید کا دِن تھا اور اسی لیے وہ مبارک دِن ہمیشہ کے لیے عید المسلمین کا دن قرار پایا۔

اسلام کا جو سب سے بڑا کرشمہ ربّانی تھا اہل مدینہ اُس سے فیض یاب ہونے مین پیچھے نہین تھے بنی اوس اور بنی خزرج جو مشہور قبیلہ ایک دوسرے کے رقیب اور دشمن تھے اپنی پرانی اور خونریز لڑائیون کو اسلام کے برادرانہ لطف و محبت کے جذبہ مین بھول گئے۔ مہاجرین (اہل مکہ) اور انصار (اہل مدینہ) مین جو رشتہ اخوت اسلام نے قائم کیا تھا اور قدیم تفرقہ جو عرب کے خمیر مین تھا اُس کو مٹا دیا تھا آنحضرت نے اس برادری اور باہمی محبت اور الفت اور یگانگت کے خیالات کو اُن کے درمیان زیادہ پختہ اور مضبوط کرنے کے واسطے ایک صیغہ اخوت اُن مین قائم کیا اور دو دو آدمیون کے درمیان عقد مواخات باندھا حضرت عمر کا عقد مواخات حضرت ابوبکر کے ساتھ باندھا گیا[۲]۔

مدینہ مین آنحضرت کا پہلا کام ایک مسجد تعمیر کرنے کا تھا جو مسجد قبا کے نام سے موسوم ہوئی آنحضرت نے اُس کی تعمیر مین خود دست مبارک سے کام کیا اور حضرت عمرؓ نے دوسرے خاص اصحاب سمیت پتھر اور مٹی ڈھو کر جمع کی[۳] اور ایک سادہ قطع کی مسجد تیار ہو گئی جو اسلام کی تاریخ مین سب سے پہلی مسجد ہونے سے ممتاز ہے۔ اور ایک دوسرے درجہ کا شرف اُس کو یہ حاصل ہے کہ حضرت عمر اُس مین اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے اور کوڑا کرکٹ اور تنکے اکٹھے کرتے اور مسجد کو صاف کرتے تھے۔

اِس وقت سے حضرت عمرؓ ہر دم اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے اور

---

[۱] لیف اوف محمد مولفہ سر ولیم میور صفحہ ۱۷۷۔ [۲] منہاج النبوت ترجمہ مدارج النبوت۔ [۳] منہاج النبوت
[۴] منہاج النبوت۔

آپ کے کاموں اور سرگذشتوں مین ممد اور مشیر رہے اور اُن کے اور دوسرے صحابہ خاص کے حالات آنحضرت کے حالات سے گویا ملے جلے ہوے ہین لیکن یہ ایک غیر ضروری کام اور باعث طوالت ہوگا کہ آن حضرت کے حالات کو جن کی بابت بیشمار مستقل کتابین موجود ہین حضرت عمرؓ کے حالات کی تکمیل کا باعث خیال کرکے زیادہ تر بیان کیا جاے ۔ پس ہم سواے اُن خاص واقعات کے جو حضرت عمر کی نسبت کسی خاص دلچسپی یا کیفیت کے ظاہر کرنے کے واسطے بیان ہوے ہین بیان نہین کرینگے۔ البتہ واقعات کے قابل فہم ہوجانے کی ضرورت سے جہان دوسرے تاریخی واقعات کے بیان کرنے کی ضرورت ہوگی وہ بیان کرنے پڑین گے ۔

قریش اور کفار مکہ کے دلون مین آنحضرت صلعم کے اُن کے قاتل ہاتھون سے بچ کر سلامت نکل جانے اور اُن کے مہلک ارادون کے پورا ہونے کی زک اٹھانے سے غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی اس پر مدینہ مین آنحضرت صلعم کی کامیابی اور دین اسلام کی روز افزون ترقی اور بڑی بڑی جماعتون کے مشرف باسلام ہونے کی خبرون نے اُن کے ساتھ وہ کام کیا جو ہوا آگ کے ساتھ کرتی ہے ۔ اس کے سواے اُن کو مسلمانون کی جماعت اور جمعیت کی ترقی سے ایک اور خدشہ یہ دامنگیر ہوا کہ مکہ کی جو بہت بڑی تجارت ملک شام کے ساتھ ہوتی تھی اور اس سفر کے راستے مدینہ کے قرب مین واقعہ تھے اگر درمیان مین مسلمانون کی جماعت زیادہ مضبوط اور قوی ہوگئی تو اُن کے تجارتی قافلون کے واسطے امن اور سلامتی مخدوش ہوجاوے گی اگرچہ آن حضرت کی طرف سے جن کو وہی قوم "امین" کا خطاب دے کر ابھی بھولی نہین تھی اس قسم کا خوف واندیشہ کرنے کی کوئی وجہ نہین تھی مگر اُن کی اپنی طبائع اور سلوک کے لحاظ سے جو اُن کے پاس ایسے امور کی نسبت فیصلہ کرنے کے معیار تھے اس قسم کا خطرہ اُن کے دلون مین پیدا ہونا ضروری تھا ۔ پس انھون نے مدینہ مین بھی آنحضرت صلعم اور مسلمانون کو چین اور اطمینان سے زیادہ دنون تک نہ بیٹھنے دیا اور اُن غریب الوطن مسافرون اور اُن کے پناہ دہندون کو اپنی جان اور مال کی حفاظت کے واسطے طوعاً وکرہاً تلوار اٹھانے کے واسطے

مجبور کیا۔ دو ہی سال مین قریش نے پے در پے حملے کیے مگر صلح و صفائی پر ٹل گئے۔ آخر کار سی دوسرے سال کے آخر پر قریش کے ایک بہت بڑی فوج جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے کوچ کرنے کی خبرین مدینہ مین پہونچین۔ آنحضرت اور مسلمانون کو ایک اور مشکل یہ درپیش تھی کہ مدینہ مین رہ کر وہ دشمنون کا مقابلہ نہین کر سکتے تھے۔ انھون نے اُس شہر مین مسافرون اور مہاجرین کی طرح جا کر پناہ لی تھی اور گو بعض قبائل اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے مگر شہر کے مالک انصاری تھے اور اُن کو کفار مکہ اور قریش کے ساتھ ہمدردی ہونی ضروری تھی اور اگر اُن سے ہمدردی نہ کرتے تو کم سے کم مسلمانون کو اپنے شہر مین پناہ دینے کو اپنے لیے ایک مصیبت ضرور خیال کرتے کہ اُن کے ساتھ ہی ساتھ اُن کے دشمنون کے حملون نے اُن کے شہر کے امن و آسایش کو برباد کر دیا۔ پس نہ تو شہر مسلمانون کا تھا کہ اُس مین محصور رہ کر دشمنون کا مقابلہ کرتے نہ تمام باشندون کو اُن سے ہمدردی تھی کہ اُن کی طرف سے بے خطر اور بے اندیشہ ہو کر دشمنون سے لڑائی کرتے۔ پس آنحضرت نے مسلمانون کو ترغیب دی کہ قریش کے اس حملہ کے دفعہ کرنے کے واسطے خدا پر توکل کر کے مدینہ سے باہر جا کر دشمنون سے لڑین اور مکہ کی طرف روانہ ہونے کے واسطے آمادہ کیا۔ اسی اثنا مین قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے شام سے مکہ کی طرف بسرداری ابی سفیان گذرنے والا ہونے کی خبر پہونچی۔ اور گو بعض اصحاب کو قافلے کے لوٹنے کا خیال ہو مگر یہ امر آنحضرت کے ارادہ اور منشا کے بالکل خلاف تھا اُنھون نے مکہ کی طرف کوچ کیا جدھر سے غنیم کے لشکر کے آنے کی خبر تھی نہ کہ شام کی طرف جدھر سے قافلہ آ رہا تھا[۱]۔ جب آنحضرت مقام بدر کے قریب پہونچے جو

---

[۱] مسلمان مورخون نے جیسی کہ اُن کی عادت ہے آنکھین بند کر کے اس قسم کی روایتین بیان کی ہین کہ آنحضرت قافلہ کے لوٹنے کے ارادہ سے مدینہ سے روانہ ہوے تھے اور مخالفین کو بانی اسلام کے پاک ارادون پر نکتہ چینی کرنے اور حرف رکھنے کا موقعہ دیا ہے مگر قرآن مجید کی آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت بارادہ جنگ مکہ سے روانہ ہوے تھے اور نیز تاریخ سے بھی ایک منصف اور عقل مند شخص یہی امر بخوبی ثابت اور مستنبط کر سکتا ہے۔ نہ تو آنحضرت مدینہ سے قافلہ لوٹنے کے واسطے نکلے تھے نہ ابو جہل اس قافلے کی حفاظت کے واسطے آیا تھا کیون کہ اس صورت مین جب قافلہ صحیح و سلامت چلا گیا تھا تو اُس کو لوٹ جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ بھی بارادہ جنگ آ رہا تھا اور نہ لوٹا اس بحث کو مفصل دیکھنا ہو تو تفسیر القرآن از سر سید احمد خان صاحب جلد چہارم کے شروع مین دیکھو۔ مؤلف۔

مدینہ سے تین منزل پر بحر احمر کے کنارے کے پاس واقع ہے اور اِس نام کے ایک چشمہ کے سبب سے مشہور تھا تو بعض اصحاب نے یہ رائے دی کہ قریش کا مقابلہ اور مدافعت اور اُن سے لڑائی کرنے کے ارادے کو ترک کر کے قافلے کو لوٹنے کے واسطے تدبیر اور تعاقب کیا جائے آنحضرت صلعم یہ رائے سُن کر نہایت برآشفتہ ہوئے[۱] مگر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ قریش بڑے معزز اور مغرور اور غالب ہین ۔ نہ اُنھون نے اب تک اسلام قبول کیا اور نہ آیندہ اسلام قبول کرینگے اور آپ سے اور مسلمانون سے جنگ و جدل کرنے سے باز نہ آوینگے اور ناچار اُن سے لڑائی اور مقابلہ کرنا پڑیگا پس آپ بھی اُن سے جنگ کرنے کے ارادے مین مستعد رہین ۔ حضرت عمر کی اِس رائے سے آنحضرت نہایت خوش ہوئے[۲] اور بڑھتے ہوے بدر کے مقام پر پہونچ گئے جو اسلامی تاریخ مین مسلمانون اور کفار کے درمیان حق اور باطل مین فیصلہ کرنے اور پہلے جنگ کا مقام ہونے کے واسطے مشہور ہونے والا تھا ۔ آخرکار قریش کے حملہ آور لشکر سے سامنا ہوا اور آنحضرت نے اتمام حجت کے واسطے حضرت عمر کو قریش کے پاس یہ پیغام پہونچانے کے واسطے بھیجا کہ مین تم سے جنگ کرنا اور لڑنا ہرگز پسند نہین کرتا اور مناسب یہ ہے کہ تم یہین سے اپنے وطن کو پھر جاؤ ۔ حضرت عمرؓ نے یہ پیغام نبی کریم کا قریش کے پاس پہونچا دیا ۔ مگر قریش کب ماننے والے تھے ۔ حکیم بن حزام نے اگرچہ آنحضرت کے اِس فرمودہ کی بہت تعریف کی مگر ابوجہل نے حقارت سے جواب دیا کہ اب تم ہمارے قابو مین ہو ہم بدلہ لئے بغیر تمھین کب چھوڑتے ہین[۳] غرض لڑائی اٹل تھی اور ہوئی ۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانون کو فتح دی اور دشمنون کا مال اسباب اور قیدی اُن کے ہاتھ آئے ۔

ایسی بڑی جنگ کی صورت مین یہ سب سے پہلا موقع مسلمانون کے امتحان اور آزمائش کا تھا مسلمانون کے مقابلہ مین قریش مین اُن کے خویش و اقربا جو کفر کی حالت مین تھے موجود تھے

---

[۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور و منا ہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۰۹ [۲] مغازی واقدی ترجمہ اردو مطبوعہ لکھنو صفحہ ۱۳۳ و مناہج النبوۃ صفحہ ۱۰۹ ۔ [۳] مغازی واقدی صفحہ ۴۳ ۔

حضرت عمرؓ نے بدر مین اول سے آخر تک اپنے جوش اور محبت اسلامی کا جس نے قرابت اور خویشاوندی کے تمام خیالات کو اُن کے دل سے محو کر دیا تھا ایسا ثبوت دیا کہ وہ کسی دلیل کا محتاج نہین ہے۔ انھون نے اپنے حقیقی مامون عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا[۱] اور کوئی خون کا رشتہ جو درحقیقت فرزندان اسلام کے نئے اخوت کے پیوندون کے سامنے کم زور ہو کر ٹوٹ چکا تھا خونخوار تلوار کے اُٹھانے سے مانع نہ ہو سکا۔

حضرت عمرؓ کے رعب کا ثبوت پیش کرنا ایک غیر ضروری کام ہے مگر تاہم واقعات کو چھوڑا نہین جا سکتا۔ قریش مکہ جو مدینہ پر چڑھائی کر کے آئے تھے اُن مین بنی ہاشم کو وہ جبراً اور زبردستی نکال کر ساتھ لائے تھے وہ اِس بات پر رضامند نہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین جو گویا اپنا ہی مقابلہ تھا ہتھیار اُٹھائین مگر ابو جہل نے اُن کو سخت جوش دلا کر اور تنگ کر کے اس مہم مین شریک کیا تھا آنحضرت صلعم کو یہ حال معلوم تھا اور آنحضرت کے چچا عباسؓ بھی انھین مین تھے۔ آنحضرت نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے حکم دیا تھا کہ جو شخص عباسؓ اور ابو البختری بن ہشام کو ملے اُن کو قتل نہ کرے کیونکہ وہ اپنی رضامندی سے لڑنے نہین آئے ہین۔ مگر ابو حذیفہؓ بن عتبہ نے اس حکم پر بگڑ کر کہا کہ کیا ہم اپنے خویش و اقربا کو قتل کرین اور عباسؓ کو چھوڑ دین؟۔ واللہ اگر مین اُن سے ملا تو اُس کو قتل کرنے سے نہ رکون گا۔ آنحضرت صلعم نے جب یہ سُنا تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے ابا حفص کیا رسول اللہ کا چچا تلوار سے قتل کیا جاوے گا؟ حضرت عمرؓ نے ارادہ کر لیا تھا کہ حذیفہؓ کی اس گستاخی کی سزا اُس کی جان کا مول ہو۔ مگر وہ اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور اسی ندامت نے آخر کار یمامہ کے دن اُس کا سر شہادت کے شوق مین خوشی سے دشمن کی تلوار کے آگے رکھ دیا[۲] اس روایت مین آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو ابا حفص کی کنیت سے پکارا حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ یہ سب سے پہلا موقع ہے کہ آنحضرت نے مجھے اس نام سے پکارا۔

حضرت عمرؓ کی شجاعت اور قوت ہی ایسے موقعون پر ایک کار آمد چیز نہین تھی بلکہ اُن کی احتیاط

۱؎ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا۔ مغازی واقدی وغیرہ ۲؎ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا و مناہج النبوت

اور دور اندیشی بہت کام آتی تھی وہ ہر طرف نگاہ رکھتے تھے اور جنگ آزمودہ سردار کی طرح وقت اور موقع کی ضروریات مسلمانون کو سمجھا دیتے تھے۔ جنگ بدر ہی مین عاصم بن ابی عوف یہ پکارتا ہوا بڑھا آتا تھا کہ آنحضرت کو قتل کر دون گا۔ اگر وہ بچ گئے تو پھر ہم نہ بچین گے۔ ابو دجانہ سے اُس کا مقابلہ ہوگیا اور تلوار چلنے لگی۔ آخر ابو دجانہ نے اس کو قتل کر ڈالا اور اُس کا ساز و سامان اُتارنے مین مصروف ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ کر اُس کو منع کیا اور کہا کہ جب تک دشمن پر فتح کامل نہ حاصل ہو اس اسباب کی فکر کو چھوڑ دے اور مین شاہد ہون کہ تو ہی اس اسباب کا مستحق ہے[1]۔

بدر کی لڑائی مین قریش کے لشکر مین سے ستر آدمی بطور قیدی کے گرفتار ہوگئے تھے اُن کی نسبت یہ بحث درپیش ہوئی کہ ان سے کیا سلوک کرنا چاہیے۔ تمام مورخین نے جس طرح پر کہ اس واقعہ کو بیان کیا ہے اُس کا ماحصل یہ ہے کہ اِن قیدیون کی نسبت جب آنحضرتؐ نے اصحاب سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے اُن کے قتل کرنے کی راے دی اور حضرت ابو بکر نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی آنحضرت نے حضرت ابو بکر کی راے کو پسند کیا اور فدیہ لے کر سب کو چھوڑ دیا۔ مگر خداوند تعالی نے اس بات کو ناپسند کیا اور یہ آیت نازل ہوئی ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم۔ لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔

ترجمہ۔ نہین ہے نبی کے لیے کہ ہون اُس کے لیے قیدی یہان تک کہ گھمسان کر دین زمین مین یعنی ملک مین تم چاہتے ہو مال دنیا کا اور اللہ چاہتا ہے آخرت کو اور اللہ غالب ہے حکمت والا۔ اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ کی طرف سے پہلے سے بیشک تم کو پہونچتا اُس مین جو تم نے لیا عذاب بہت بڑا۔"

مورخین اور مفسرین اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہین کہ خدا نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا اور حضرت عمر کی راے کو جو اُن سب کو قتل کرنے کی تھی پسند فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ کی اس راے کو حضرت عمرؓ کے موافقات مین یعنی جو رائین اُن کی منشاء حق اور احکام الہی کے موافق ہوئی ہین شمار کرتے ہین لیکن یہ ایک عام غلطی ہے جو ان آیات کی تفسیر اور اس واقعہ کی تشریح مین داخل ہوگئی ہے

[1] مغازی واقدی صفحہ ۴۶۔

صحیح تفسیر اور اصلیت واقعہ کی جو ایک بزرگ مفسر نے اپنی تفسیر مین[1] بیان کی ہے حسب ذیل ہے
"بدر کی لڑائی مین قریش مکہ کے تمام لشکر سے جو اُن کے ساتھ آیا تھا لڑائی نہین ہوئی تھی بل کہ
ایک گروہ سے جو لڑنے کو نکلا تھا لڑائی ہوئی تھی جیسا کہ آیت" واذ یکریکموہم اذ التقیتم فی" سے
ثابت ہوتا ہے۔ اُس گروہ کو جو مقابلہ مین آیا تھا شکست ہوئی تھی اور تمام لشکر قریش مکہ کا ایسا پریشان
ہوگیا تھا کہ کسی کو پھر مقابلہ کرنے کی جرأت نہین ہوئی اور مسلمانون نے اُنکا تعاقب بھی نہین کیا
جیسا کہ خدا نے اسی صورت مین فرمایا" ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وان تنتھوا فھو خیر لکم "اگر قریش
مکہ کے لشکر مین سے ستر آدمی بطور قیدی کے گرفتار ہوگئے تھے ان قیدیون کی نسبت آنحضرت
صلعم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جاے حضرت عمرؓ اور سعد ابن معاذ نے راے دی کہ سب کو
قتل کرنا چاہیے حضرت ابوبکر نے کہا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاے چنانچہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔
فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر کی کیون کہ وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تھے اور اسی
لیے لڑائی کے قیدی جن سے فدیہ لیا جاسکتا نہین تھے۔ اسی پر خدا کی ناراضی ہوئی اور خدا نے
فرمایا کان لنبی ان یکون لہ اسری۔ الخ"۔ جن لوگون کی یہ راے ہے کہ اُن کے قتل نہ کرنے پر
خدا کی ناراضی ہوئی تھی کسی طرح پر صحیح نہین ہوسکتی۔ اسلیے کہ خدا تعالی نے جب اُن کا قیدی جنگ
ہونا ہی نہین قرار دیا تو اُن کے قتل نہ کرنے پر کیون کر ناراضی ہوسکتی تھی۔"

اب یہ بات کہ حضرت عمرؓ کی راے ایسی سختی کرنے کی کیون تھی ہم پھر بیان کرینگے حضرت
عمر کی ایک یہی راے اس قسم کی نہین ہے بل کہ ایسی ہی اور بہت سی رائین ہین ہم سب کو بیان
کرلینے کے بعد بحث کرینگے کہ اُن مین بھی ایک نخفی حکمت اور مصلحت تھی۔

فتح بدر کے بعد ایک اور واقعہ ہوا جو حضرت عمرؓ کی محتاط اور سخت طبیعت کی مثال ہے
عمیر بن دہب جو قریش مین سے ایک جنگ جو اور دلیر شخص تھا اپنے بھائی کو جو قیدیون مین
گرفتار تھا چھڑانے کے واسطے آیا مسجد کے دروازے پر جب اُسنے اپنی اونٹنی کو بٹھایا تو حضرت

[1] تفسیر القرآن از سید احمد خان صاحب جلد چہارم صفحہ ۴۰۔

عمرؓ کی نظر اُس پر پڑی گلے مین تلوار لٹکائے ہوئے دیکھ کر اور بھی زیادہ خیال ہوا۔ اور کہا کہ یہ دشمن خدا وہی ہے جو بدر کے دن قوم کو بھڑکاتا اور اکساتا تھا۔ وہ جھپٹ کر آنحضرتؐ کے پاس گئے اور بیان کیا کہ عمیر بن وہب اس حال مین آیا ہے۔ آنحضرت نے اپنے پاس لانے کا حکم دیا حضرت عمرؓ نے آکر اُس کی تلوار کا تسمہ جو گلے مین پڑا ہوا تھا پکڑ لیا اور آنحضرت صلعم کے پاس لے چلے اور کہا کہ اس کی شر سے آنحضرت کی حفاظت کرنی چاہیے کیونکہ اس کا جانا مامون نہین ہے۔ آنحضرت نے اُس کو اس طرح لاتے دیکھ کر فرمایا کہ اے عمر اسے چھوڑ دے اور عمیر کو پاس بلا لیا[1] ۔ گو آنحضرت خدائے بزرگ کے قادر و یاور ہاتھون کو اپنے حفظ اور امن کا ذمہ دار سمجھ کر ایسے امور کی بہت کم پروا کرتے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ اور اُن کے اصحاب کے واسطے آنحضرتؐ کی نسبت ایک ذرا سا خوف کا خیال بھی احتیاط ضروری کرنے کے واسطے کافی تھا۔ خدا کی جس رحمت کو اُنھون نے اپنی جان و مال اور دنیا کی عزیز سے عزیز چیزون کے بدلے خریدا تھا اُس کی حفاظت سے بڑھ کر کس چیز کا خیال ہو سکتا تھا۔ اسلام کے آسمان کے ہمارے اس بزرگ اور روشن ستارے (حضرت عمرؓ) اور اُس آفتاب عالم تاب حضرت سرور کائنات کے درمیان جو روحانی رشتہ اور تعلق تھا وہ تیسرے سال ہجرت (اور ایک روایت مین دوسرے سال) مین ایک جسمانی پیوند سے اور زیادہ مستحکم ہو گیا حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہ سے جو خنیس بن خذافہ سہمی کی بیوی اور بیوہ ہو گئی تھین آنحضرت نے نکاح فرمایا۔

ماہ شوال ۳ سنہ ہجری مین دوسرا مشہور جنگ احد مسلمانون اور قریش کے درمیان ہوا۔ قریش نے جنگ بدر مین جو شکست پائی تھی اُس کا بدلہ لینے کی آگ اُن کے دلون مین بھڑک رہی تھی پس ابوسفیان مکہ سے تین ہزار لڑنے والون کے ساتھ لڑنے اور مدینہ پر حملہ کرنے کے واسطے روانہ ہوا خلاصہ واقعات کا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم بھی اس حملہ کی خبر سُن کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور احد کے پاس قیام کیا۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی مسلمانون کی فتح کامل ہونے کو تھی کہ

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بروایۃ عروہ بن زبیر۔ و مغازی واقدی صفحہ ۹۴۔

لوگ لوٹنے مین مشغول ہوے اور فتح کی شکست ہوگئی۔ آنحضرت صلعم کے چار دانت پتھر کے صدمہ سے ٹوٹ گئے اور مشہور ہو گیا کہ آنحضرت شہید ہو گئے۔ اس پر بہت لوگ بھاگ نکلے۔ جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صحیح و سالم ہین تب سب لوگ ایک محفوظ جگہ مین اکٹھے ہو گئے۔ دوسرے دن قریش مکہ نے وہان سے کوچ کیا اور مکہ کو چلے گئے۔ اور آنحضرت صلعم نے شہدا کو دفن کیا اور مدینہ مین چلے آئے۔

اس جنگ مین بھی جو حضرت حمزہ اور بہت سے اصحاب رسول اللہ کے شہید ہونے اور مسلمانو کو شکست ہونے کے سبب سے بدنام ہے حضرت عمرؓ نے کارزار کے سخت معرکہ مین کچھ کم دلیری اور شجاعت نہین ظاہر کی۔ قریش کی ایک جماعت سے جب وہ پہاڑ پر چڑھ کر غلبہ حاصل کرنا چاہتی تھی حضرت عمرؓ نے چند مسلمانون کے ساتھ بڑھ کر نہایت سخت مقاتلہ کیا اور لڑکر پہاڑ سے گرا دیا[۵۱] اگر لوگ لوٹنے مین مصروف نہ ہو جاتے تو مسلمانون کی فتح کامل ہو چکی تھی۔ خالد بن ولید نے جب مسلمانون کو اس طرح مصروف دیکھا تو موقع پاکر اپنے سوارون کے ساتھ پچھلی طرف سے ان پر آن پڑا اور مسلمان درمیان مین گھر گئے۔ اور لڑائی کی صورت تبدیل ہو گئی۔ آنحضرت کے چار دانت ٹوٹ گئے حضرت عمر سخت زخمی ہوئے[۵۲] مگر اس پر بھی وہ لڑنے اور مقابلہ کرنے مین استوار رہے۔ لیکن جب آنحضرت صلعم کے شہید ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو ان کی کمرین ٹوٹ گئین اور حضرت عمرؓ مسلمانون کی ایک جماعت کے ساتھ دل شکستہ اور مایوس ہو کر بیٹھ گئے[۵۳] اور بہت لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے لیکن جب اس نامبارک خبر کی غلطی معلوم ہوئی تو خاص اصحاب آنحضرت کے گرد جمع ہوے اور کفار سے بچانے مین مصروف ہو گئے۔ ابن قمیہ نے قریش مین جا کر مشہور کر دیا تھا کہ مین محمد صلعم کو قتل کر آیا ہون۔ ابو سفیان اس خبر کی تصدیق کرنے کے واسطے بلندی پر کھڑا ہو گیا اور مسلمانون کو پکار کر کہا کہ پیغمبر تمھارے زندہ ہین

---

[۵۱] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا بروایت ابن اسحاق۔ [۵۲] سپرٹ اف اسلام صفحہ ۱۵۱۔

[۵۳] مغازی واقدی صفحہ ۲۰۰۔

یا شہید ہو گئے مسلمانون مین سے کسی نے جواب نہ دیا تو اُسنے پھر کہا کہ ابن قحافہ (حضرت ابو بکر) تم مین ہین یا نہین پھر کہا کہ ابن خطاب (حضرت عمرؓ) تم مین ہین یا نہین[۵۱] جب کوئی جواب نہ ملا تو قریش کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ یہ سب مارے گئے اگر کوئی ہوتا تو جواب دیتا اور خوشی مین آکر اپنے بُت ہُبل کی ثنا کرنے لگا اور کہا "اعل ہبل (اے ہبل بلند ہوجا) آج بدر کے دن کا بدلا لیا گیا" حضرت عمرؓ سے اب نہ رہا گیا اور آنحضرت کی اجازت سے جو جواب دینے سے روکتے تھے باواز بلند کہا "اللہ اعلیٰ و اجل تم ہمارے مساوی نہین ہو سکتے کہ تمھارے قتیل دوزخ مین ہین اور ہمارے جنت مین[۵۲]" حضرت عمرؓ کی آواز سُن کر ابوسفیان کے کان کھڑے ہو گئے اور اُن سے کہا کہ میرے نزدیک آئیے حضرت عمرؓ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر نزدیک گئے تو اُسنے آنحضرت کی نسبت دریافت کیا کہ ہم نے کیا اُن کو قتل کر دیا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ وہ بفضل الٰہی زندہ اور تیری باتین سُن رہے ہین۔ ابوسفیان نے کہا یہی درست ہے کیونکہ ابن قمیہ سے تو میرے نزدیک سچا ہے[۵۳] مسلمانون کا اگرچہ لڑائی مین بہت نقصان ہوا مگر قریش کی جمعیت ابتدا ہی مین ٹوٹ چکی تھی فتح کے بعد بھی وہان ٹھہرنے کی تاب نہ لا سکے اور مکہ کی طرف کوچ کر گئے۔ آنحضرت مدینہ چلے آئے مسلمانون کی اس شکست کے سبب سے یہود کو ایک موقع مسلمانون کو بہکانے کا مل گیا کہ اگر تم مسلمان نہ ہوتے تو یہ تکلیف کیون اُٹھاتے حضرت عمرؓ اس کو سُن کر بھڑکے اور آنحضرت سے اجازت چاہی کہ ان یہود و منافقین کو قتل کر ڈالین مگر آنحضرت ایسے امر کی کب اجازت دینے لگے تھے۔

یہودیون کی ایک قوم بنی نضیر اور آنحضرت کے درمیان باہمی حسن سلوک کا معاہدہ ہو چکا تھا لیکن عبداللہ بن ابی کی سازشون سے جو بڑا سخت منافق اور منافقین کا سرگروہ تھا اُن کا دل آنحضرت کی نسبت صاف نہین تھا۔ بارہا اُن کی مخالفانہ اور منافقانہ حرکات سے اُن کے

---

[۵۱] مناہج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۸۴ [۵۲] ازالۃ الخفا بروایۃ ابن اسحاق و مناہج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۸۴-

[۵۳] ازالۃ الخفا بروایت ابن اسحاق و مغازی واقدی صفحہ ۱۰۲-

دل کا بغض اور کینہ ظاہر ہو چکا تھا۔ آخر جب ایک دفعہ آنحضرت اُن کے پاس ایک خاص کام کے واسطے تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے تلے جا بیٹھے بنی نضیر نے آپس مین مشورہ کیا کہ ایسے وقت مین آنحضرت کو ایک بڑا پتھر دیوار پر سے اُن پر ڈال کر اُن کو مار ڈالا جائے۔ مگر آنحضرت وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ بد ارادہ یہودیون کا پورا نہ ہوا۔ لیکن جب اُن کی یہ دغابازی تحقیق ہو گئی تو آنحضرت نے اُن کی آیندہ شرارتون سے مامون اور محفوظ رہنے اور اس خدشہ اور خطرہ سے نجات پانے کے واسطے اُن پر چڑھائی کی۔ بنی نضیر نے کچھ عرصہ محصور رہ کر آخر یہ بات ٹھہرائی کہ وہ لوگ مدینہ سے چلے جاوین گے۔ چنانچہ وہ اپنا مال و متاع لے کر مدینہ سے خیبر کو چلے گئے اُن کے املاک اور زمینین جو وہ چھوڑ گئے آنحضرت نے انصار مدینہ کی رضامندی سے مہاجرین اور محتاج انصار مین تقسیم کر دین[۱]۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو بھی کچھ حصہ اُن کی جائداد کا مل گیا[۲] جس سے حضرت عمرؓ اور مہاجرین کی محتاجی جو اپنی تمام قسم کی ضروریات کے واسطے انصار کے دست نگر تھے رفع ہو گئی۔

ماہ شعبان ۵ھ مین بنی المصطلق سے لڑائی ہوئی جو ایک قبیلہ عرب کا تھا سبب یہ تھا کہ آن حضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی کہ حارث بن ابی ضرار نے لڑائی کے ارادے پر لوگون کو جمع کیا ہے آنحضرت نے اُن کے مقابلہ کے واسطے کوچ کیا اور مریسیع کے مقام پر جو اس نام کے ایک چشمہ کے سبب سے مشہور تھا دونوں لشکر دن کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عمرؓ مقدمتہ الجیش یعنی فوج ہراول کے سردار تھے ایک بڑی کامیابی اُن کو یہ ہوئی کہ کفار کا ایک جاسوس گرفتار کیا اور اُن کا سب حال اُس سے دریافت کر لیا۔ اور کفار کو ہیبت زدہ کرنے کے واسطے اُسے قتل کر ڈالا۔ خاص لڑائی کے وقت حضرت عمرؓ اس امر کی منادی کرنے پر مامور ہوئے کہ جو شخص اسلام لا دیگا اور کلمہ اسلام کہے گا تعرض سے امن مین رہے گا[۳]۔ آخر لڑائی ہو کر بنی مصطلق کو شکست ہوئی۔

---

۱ لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۹۳ ۔ ۲ سپرنٹ اوف اسلام صفحہ ۱۶۶ ۔ ۳ ازالتہ الخفا عن خلافتہ الخلفا ۔

اور مال غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آیا۔

اِس فتح کے بعد چند روز تک مسلمانون کا لشکر چشمہ مریسیع پر مقیم رہا۔ اسی اثنا مین ایک دن حضرت عمر کے خادم جہجاہ غفاری اور ایک اعرابی یا انصار کے درمیان کچھ تکرار ہوئی۔ جہجاہ نے ایک تھپڑ اُس کو مار دیا۔ اُس نے شور و غل کر کے اہل مدینہ کو اپنی امداد کے واسطے جمع کر لیا مہاجرین بھی اکھٹے ہو گئے اور باہم سخت کلامی بلکہ تلوارون پر ہاتھ بڑھانے تک نوبت پہونچ گئی[۱]۔ انصار درحقیقت عبداللہ بن ابی کے بھڑکاے ہوے تھے اپنی غلطی کا اقرار کر کے طالب معافی ہوے اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی اپنے منافقانہ چلن مین مشہور ہو چکا تھا اور کئی دفعہ مسلمانون پر سخت سے سخت چوٹین کر چکا تھا۔ احد کے دن تین سو آدمیون کو بہکا کر آن حضرت کے لشکر سے علٰحدہ کر لے گیا تھا اور لشکر کی جمعیت کو ضعیف کر دیا تھا[۲] بنی نضیر کو بھڑکا کر مسلمانون سے لڑا ہی دیا تھا[۳] اب بھی مسلمانون کے ساتھ شریک ہونے سے اُس کا مطلب غنیمت کے لالچ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اِس خفیف سے تکرار مین جو دو غیر معروف آدمیون مین ہوا پڑا تھا اُس کو انصار کو برانگیختہ کرنے کا موقع مل گیا اور ذرا سی بات کا طومار عظیم بنا دیا۔ اور انصار کو جوش دلانے کے واسطے یہان تک کہہ گذرا کہ "یہ مصیبت تم نے آپ ہی غیرون کو بلا کر اور اپنے شہر مین بسا کر ہم پر ڈالی ہے اب مدینہ مین چل کر جو زبردست ہو گا وہ اپنے سے ضعیف اور ذلیل کو نکال دے گا[۴]"

زید بن ارقم نے یہ الفاظ اُس کے سن پاے تھے اور آنحضرت صلعم کے گوش گذار کر دیے حضرت عمرؓ سن کر جوش مین آ گئے اور اُس منافقین کے سرگروہ کے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر عبداللہ اور دوسرے لوگون نے عذر خواہی کی اور آنحضرت نے اپنی معمولی طبع کریم اور رحیم سے اُس کو معاف کر دیا اور حضرت عمر کو اپنے ارادے سے باز رہنے کو فرمایا[۵] عبداللہ بن ابی

---

[۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۷۔ [۲] سیرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۵۴ [۳] سپرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۶۶۔
[۴] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۸۔ [۵] ازالۃ الخفا و لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور۔

کے بیٹے عبداللہ نے جو راسخ العقیدہ اور صادق الایمان تھا اپنے باپ کو اس حرکت پر ملامت کی اور پھر آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ مین نے سُنا ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی کی شکایت گذرنے پر اُس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہین۔ اگر یہ ارادہ پختہ ہو تو مجھے حکم ہو مین اُسکا سر کاٹ لاؤن کیونکہ خزرج جانتے ہین کہ اُن مین مجھ سے زیادہ اپنے باپ سے بھلائی کرنے والا کوئی نہین ہے مجھے خوف ہے کہ اگر میرے سوا کسی دوسرے نے میرے باپ کو قتل کیا تو مجھے اُس کے قاتل کو زندہ دیکھنے کی برداشت نہو گی اور مین ایک کافر کے بدلہ کسی مومن کو قتل کرنے سے دوزخ کا مستوجب ہو جاؤن گا۔

[1] آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین ہم اُس کے ساتھ احسان کرین گے اور جب تک ہمارے ساتھ رہے گا اُس کی صحبت کو اچھا سمجھین گے [2] آنحضرت کے اس احسان اور کرم نے خود عبداللہ کی قوم کو اُس سے بدظن اور بدعقیدہ کر دیا اور وہی اُس کو کافی عتاب اور سرزنش کرتے تھے اور بے عزتی اور بے حرمتی سے پیش آتے تھے۔ [1] آنحضرت نے یہ کیفیت سُن کر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اُسے عمرؓ تیری کیا راے ہے جس روز تو نے اُس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اگر تو اُس کو قتل کر دیتا تو اس وقت تجھے کتنا رنج اور پریشانی ہوتی" (یعنی مسلمانون کے درمیان فساد ہوتا حالانکہ اسی طرح اُس کو کافی سزا مل گئی ہے) حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم مین جانتا ہون کہ میری بات سے رسول اللہ کی بات بڑی برکت والی ہے [2]" اسی واقعہ کے بعد سورۂ منفقون مدینہ مین نازل ہوئی ہے ہم اس قسم کے واقعات سے بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ آن حضرت کے ظل رحمت مین حضرت عمرؓ کس طرح تربیت حاصل کر رہے تھے جو آئندہ اسی ذات پاک کی برکتون کو بہت عرصہ تک دنیا مین بالواسطہ جاری رکھنے کا ذریعہ ہونے والی تھی۔

ماہ ذیقعد ۵ھ مین خندق کی لڑائی ہوئی بنی نضیر کے یہودی جو جلاوطن کیے گئے تھے

[1] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا و لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور [2] ازالۃ الخفا۔ ولیف اوف محمدؐ مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۸۔

بنی وائل کے ساتھ قریش مکہ کے پاس گئے اور اُن کو مدد دینے کا وعدہ کر کے مدینہ پر چڑھا لائے ابوسفیان قریش کا سردار تھا اور بنی غطفان کے لوگ بھی شریک تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس خبر کو سن کر مدینہ سے باہر جا کر لڑنا مناسب نہ سمجھا اور مدینہ کے گرد خندق کھود کر مورچہ بندی کی۔ یہود بنی قریظہ بھی معاہدہ توڑ کر حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہو گئے اور مدینہ اور مسلمانوں کی حالت نہایت خطرناک ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کی مساعی نے بہت کچھ کام دیا۔ خندق کی ایک طرف کی محافظت اُن کے ذمہ تھی۔ خوب جان توڑ کر لڑے اور حفاظت کے اعتبار کا حق ادا کیا۔ بعد ازان اسی مقام پر اُن کے نام پر وہان مسجد بنا ہوئی ہے۔[1] قریش اور کفار اور یہود ایک مہینہ تک محاصرہ کیے پڑے رہے اور لڑائیاں ہوتی رہین۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن زبیر کی جماعت کے ساتھ کفار پر حملہ کیا اور جماعت کو متفرق کر دیا۔ اگرچہ اس سخت حملے سے مسلمانون کے جان بر ہونے اور ایک شخص کے بچنے کی بھی توقع نہ تھی۔ مگر مسلمانون کی جانبازیون نے دشمن کو محاصرہ اٹھا کر ناکام واپس چلے جانے پر مجبور کیا۔

چھٹے سال ہجرت کے ذیقعدہ مہینہ مین آنحضرتؐ نے مکہ مین جا کر حج و عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور بغیر کسی لڑائی کے خیال کے اسباب ضروریات حج و عمرہ ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے جب آنحضرت حدیبیہ کے مقام پر پہونچے تو قریش مکہ کو اندیشہ ہوا اور مکہ مین آنے سے روکا اور دونون طرف سے پیغام جاری ہوئے۔ پہلا قاصد جو مسلمانون کی طرف سے مکہ بھیجا گیا۔ قریش نے اُس کو پکڑ کر نہایت ایذا پہونچائی۔ اور آنحضرت کی سواری کے اونٹ کو لنگڑا کر دیا یہان تک کہ جان کا اندیشہ ہوا۔[2] لیکن جب اُن کا پہلا جوش رفع ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ قریش مکہ کے پاس جا کر اُن کو فہمایش کرو کہ ہم جنگ و پیکار کا ارادہ نہین رکھتے اور حج و عمرہ ادا کرنے مین ہمارے مزاحم نہ ہون۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آنحضرت پر بخوبی روشن ہے کہ قریش مجھ سے کس درجہ عداوت اور سخت دشمنی رکھتے ہین اور مکہ مین بنی عدی (حضرت عمرؓ کا

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ [2] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۴۱۔

قبیلہ میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حمایت کرے گا پس حضرت عثمانؓ کا بھیجنا مناسب ہوگا کیونکہ اون کا قبیلہ مکہ میں نہایت قوی اور عزیز و اقارب موجود ہیں جو اُن کو کسی قسم کے تعرض سے محفوظ رکھیں گے[۱] درحقیقت آنحضرتؐ نے جو انتخاب حضرت عمرؓ کا فرمایا تھا وہ اغراض سفارت اور پیغام رسانی کو کماحقہ ادا اور بوجہ احسن ادا کرنے کے واسطے غالباً سب سے افضل تھا لیکن قریش کی سخت عداوت جو حضرت عمرؓ کے ساتھ تھی وہ اُن کو برانگیختہ کرکے ایک دوسرا مقدمہ درمیان میں کھڑا کر دیتی اور معاملہ درہم برہم ہوکر اصلی مقصود فوت ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ کا رعب جو کچھ بھی تھا وہ اُن کی اپنی ذات ہی تک محدود تھا کیونکہ قریش میں بنی عدی میں سے مکہ میں کوئی ذی اثر شخص موجود نہ تھا جو اُن کی حمایت کرتا۔ وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے سے کسی طرح ڈرنے اور ہٹنے والے نہیں تھے مگر کسی نئے تکرار کے کھڑے ہو جانے سے مسلمانوں کے معاملے کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کا قبیلہ یعنی بنی امیہ اس وقت مکہ میں سب سے قوی اور زور آور اور ذی رعب تھا۔ پہلے بھی بنی ہاشم کے ساتھ اگر کسی کو ہمسری اور برابری کا دعویٰ تھا تو بنی امیہ ہی کو تھا جو اپنے آپ کو بنی ہاشم کا برابر درجہ کا رقیب سمجھتے تھے اور دولت اور اقتدار کے لحاظ سے تو گویا واقعی یہی حال تھا۔ اب بنی ہاشم کی بزرگیاں تو بہت کچھ آنحضرتؐ کی ذات بابرکات کے ساتھ منتقل ہوگئی تھیں اور بنی امیہ ہی کا بول بالا ہو رہا تھا۔ خود ابوسفیان جو ہر امر میں سرگروہ اور سردار تھا حضرت عثمانؓ کا چچیرا بھائی تھا۔ پس اس اعتبار سے انھیں کا انتخاب مناسب تھا جس کو آنحضرتؐ نے بھی پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس بھیجا۔ مگر وہ اُن کی فہمائش پر بھی راضی نہ ہوئے بلکہ اُن کو بھی قید کرلیا۔ اسی اثنا میں یہ خبر مشہور ہوئی اور آنحضرتؐ تک پہونچی کہ حضرت عثمانؓ کو قریش نے قتل کر ڈالا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے لڑنے کا ارادہ کیا اور سب لوگوں سے لڑنے اور مرنے مارنے پر بیعت لی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی

---

[۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۴۷۔ مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۹۴۔ مغازی واقدی صفحہ ۳۰۶ [۲] دیباچہ لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۲۔

اور بیعت الرضوان کے نام سے مشہور ہے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل ہونے کی خبر
غلط تھی۔ اس کے بعد قریش مکہ نے سہیل بن عمرو کو صلح کا پیغام دے کر بھیجا بہت گفت و شنود
کے بعد آنحضرت قریش کی شرائط معاہدہ سے رضامند ہوئے کہ مسلمان اس سال حج و عمرہ نہ کرین
اور واپس چلے جائین آیندہ سال حج و عمرہ کرنے آئین مگر تین روز سے زیادہ مکہ مین نہ ٹھہرین۔ دس
برس تک آپس مین لڑائی موقوف رہے۔ اگر کوئی شخص قریش مکہ مین کا بلا اجازت اپنے ولی کے
آنحضرت پاس چلا آئے تو آپ اُسکو قریش مکہ کے پاس بھیج دین گے۔ اگر آنحضرت کے ساتھی
قریشیون مین سے کوئی شخص مکہ مین چلا جائے تو اُس کو قریش واپس نہین دین گے۔ جب یہ
شرائط طے ہوگئین مگر ابھی عہدنامہ تحریر نہین ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ مسلمانون کے ایسے ضعف اور عاجزی
کی شرطین منظور کر لینے پر غیرت سے طیش کھا کر درمیان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ
کے پاس جا کر شکایت کی اور کہا کہ کیا آنحضرت رسول اللہ اور ہم مسلمان نہین ہین اور کیا یہ مشرک
اور کافر نہین ہین۔ اُنھون نے کہا ہان ہین۔ تو کہنے لگے کہ پھر ہم کیون اپنے اور دین کے واسطے
ایسی پستی اور ضعف گوارا کرین پھر آنحضرت کے پاس جا کر بھی یہی کہا۔ مگر آپ کے سمجھانے سے
مان گئے بلکہ آنحضرت کی منشا کے خلاف چاہنے پر اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اس کے کفارہ مین
غلام آزاد کرنے کا عہد کیا[۱]۔ جب عہدنامہ لکھا گیا تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور چند اصحاب
کے دستخط بطور شہادت کے اُس پر ثبت ہوئے حضرت عمرؓ کو معاہدے کی جو شرط سب سے
زیادہ ناپسند تھی وہ یہی تھی کہ مسلمان قریش کے آدمی کو اُن کے حوالہ کر دین مگر قریش مسلمانون کے
آدمی کو واپس نہ دین۔ اس کا ایک اشتعال انگیز نتیجہ جس کی طرف سے وہ ڈرتے تھے اُسی وقت
پیدا ہوا کہ سہیل کا بیٹا ابوجندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور اُس کے باپ نے اُسے قید کر رکھا تھا
کسی طرح بھاگ کر آنحضرت کے پاس آپہونچا اور مسلمانون سے پناہ طلب کی۔ مگر سہیل نے معاہدہ
کی شرائط کی پابندی پر اصرار کیا۔ آنحضرت تو معاہدہ کی پابندی سے پھرنے والے نہ تھے اور

[۱] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا بروایت ابن اسحٰق۔

اُس کو اُن کے حوالہ کر کے چلا آنا پڑا حضرت عمرؓ کا دل بہت کرا ہا اور وہ خوش ہوتے اگر ابا جندل اُن کی تلوار لے کر اپنے باپ کو قتل کر ڈالتا۔ اِسی سفر کی واپسی کے اثنا مین سورہ فتح نازل ہوئی جسمین بیعت رضوان مین شریک ہونے والون کے واسطے خوش خبری اور فتح کا مژدہ اور آیۂ سکینہ جو حضرت عمرؓ کے خیالات سے زیادہ متعلق ہونی چاہیئے تھی نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ ہی سب سے اول اِس خوش خبری سے مشرف ہوے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریبا

رات کو چلتے مین حضرت عمرؓ نے آنحضرت سے کسی امر کی نسبت سوال کیا مگر آنحضرت نے کچھ جواب نہ دیا مکرر سہ کرر سوال کرنے پر بھی آنحضرت نے کچھ جواب نہ دیا وہ اپنے خدا کے ساتھ مشغول تھے حضرت عمرؓ ڈرے اور متاسف ہوے کہ آنحضرت کو ناراض نہ کیا ہو۔ اور اپنے اونٹ کو ہانک کر آگے نکل گئے تھوڑی دیر مین پکارے جانے کی آواز سنی اور آنحضرت کے پاس آے۔ آپ نے فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جو ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے اور پھر "انا فتحنا لک فتحاً مبینا" پڑھا۔

ماہ جمادی الاخر ۷ھ مین خیبر کا مشہور جنگ ہوا جو مدینہ سے آٹھ منزل شام کی طرف ایک مشہور اور نہایت مضبوط اور متعدد قلعون سے محکم شہر تھا۔ اہل خیبر جن مین وہ تمام یہودی جو مدینہ سے جلاوطن ہوے تھے اور بنی عطفان اور بنی اسد وغیرہ مشہور قبیلہ اُن سے جا ملے تھے۔ اور مسلمانون سے لڑنے کی طیاریان کرتے تھے اپنے مضبوط قلعون پر نازان تھے جب اُن کی آمادگی جنگ نے زیادہ شہرت پائی تو آنحضرت صلعم نے اِس فساد کو مٹانے کے واسطے خیبر کی طرف کوچ کیا ایک مہینہ تک لڑائی رہی حضرت عمرؓ فوج میمنہ کے سردار تھے۔ کئی چھوٹے چھوٹے قلعہ فتح ہوگئے اور بنی عطفان اور بنی اسد اہل خیبر سے جدا ہو گئے۔ ایک رات کو جب لشکر کی حفاظت اور خبرداری کرنے کی حضرت عمرؓ کی باری تھی وہ ایک یہود کو پکڑ لاے اُس سے

---

۵۱ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مناہج النبوت ۵۲ ازالۃ الخفا بروایت زید بن اسلم۔ ۵۳ ازالۃ الخفاء مناہج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۷۶۔

آنحضرت نے خیبر کا بہت کچھ حال دریافت کر لیا جو ایک بڑی وجہ حصول فتح کا ہوا[1] سخت سے سخت لڑائیان ہوئین حضرت عمرؓ سے کئی دفعہ مقابلہ ہوا مگر مسلمانون کی کامیابی مشتبہ رہی آخر ایک دن جب حضرت علیؑ لشکر اسلام کے سردار اور علم بردار تھے گھمسان لڑائی ہو کر حسن الوطیع اور حسن السلالم جو نہایت مضبوط قلعہ تھے فتح ہو گئے اور یہودیون نے امن کی درخواست کر کے صلح کر لی۔

اب ایک بڑا معرکہ فتح مکہ کا پیش آنے والا تھا۔ قریش سے جو حدیبیہ پر صلح ہو کر باہم معاہدہ ہو گیا تھا اُس کو قریش نے توڑ ڈالا اور آنحضرت کے پاس اُن کے خلاف عہد ظلم اور تعدی کی شکایتین پہونچین۔ تو آنحضرت نے لشکر کے جمع کرنے کا حکم دیا اور اُن کو اُن کی عہد شکنی کی سزا دینے پر آمادہ ہوئے۔ حاطب بن ابی بلتعہ نے بلا اجازت آنحضرت کے قریش کو آنحضرت کے اس ارادے کی خبر بھیجی حضرت عمرؓ یہ سُن کر جوش مین آگئے اور کہا کہ اس نے مسلمانون کے ساتھ خیانت کی ہے اور آنحضرت سے اُس کی گردن مارنے کی اجازت چاہی۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ اہل بدر سے ہے جن کے واسطے معافی ہے حضرت عمرؓ اپنے ارادے سے باز رہے ابوسفیان نے آنحضرت کی اس تیاری کی خبر سُن کر عہد نامہ کی تجدید کرنی چاہی حضرت عمرؓ اس کے نہایت مخالف تھے[2] اور آنحضرت نے بھی اس درخواست کو منظور نہ فرمایا کیونکہ ان کے خلاف عہد ظلم سے درگذر کرنا ناممکن تھا۔

آنحضرت ماہ رمضان سنہ ۸ھ مین اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئے حضرت عباس عم رسول اللہ راستہ مین آنحضرت کو آملے اور دین حق کا اقرار کیا اور اسلام لائے ابوسفیان نے جب دیکھا کہ قریش پر ضرور لشکر کشی ہو گی تو خود آنحضرت کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور مسلمانون کے لشکر کثیر کو دیکھ اور بھی حواس باختہ ہوا مسلمانون مین کوئی اُس کی شفاعت کی حامی نہین بھرتا تھا حضرت عباسؓ نے اُس کی سفارش کرنی منظور کی۔ اور آنحضرت کے پاس لے کر چلے حضرت عمرؓ کو اُسے اس حال مین دیکھ کر اور وہ تمام ایذائین جو اُس کے ہاتھون سے مسلمانون کو پہونچی تھین

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ [2] ازالۃ الخفا۔ [3] ازالۃ الخفا۔

یاد کر کے طیش آنا ضروری تھا اُسے دیکھ کر للکارا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن خدا کا شکر ہے بغیر عہدو پیمان کے تجھپر قابو مل گیا اور بھاگ کر رسول اللہ کی طرف چلے۔ حضرت عباسؓ جو اُس واقعہ کو بیان کرتے ہین کہتے ہین کہ مین بھی رسول اللہ کی طرف بھاگا اور چونکہ مین خچر پر سوار تھا حضرت عمرؓ سے پہلے پہونچ گیا حضرت عمرؓ جب پہونچے تو کہا کہ یا رسول اللہ آج ابوسفیان پر بغیر کسی عہدو پیمان کے قابو مل گیا ہے۔ مجھے اجازت دین کہ اُس کی گردن ماردون[۵۱]۔ مین نے کہا (حضرت عباسؓ کہتے ہین) یا رسول اللہ مین نے اُس کو امان دی ہے۔ غرض نتیجہ تو یہ ہوا کہ ابوسفیان کچا پکا اسلام کا اقرار کر کے اور اپنی حفاظت اور امن کا اقرار لے کر مکہ کو واپس چلا گیا۔ اور مسلمانون نے آخر مکہ کو فتح کر کے خدا کے اُس سب سے پہلے گھر کا جس کو دنیا مین سب سے اول خدائے احد کو پہچاننے اور پکارنے والے کے بزرگ اور مقدس اور مبارک ہاتھون نے بنایا تھا اور جس کے کہ صرف وہی مستحق تھے قبضہ حاصل کر لیا۔ آنحضرت کوہ صفا پر بھی رونق افروز ہوے اور دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاے اور شکرانہ نعمت بجالاے۔ اور اُسی جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ آنحضرت کی خدمت مین کھڑے تھے اور قریش مین سے جو لوگ بیعت کرنے آتے تھے اُن کو بیعت کراتے تھے۔ اسی طرح مردون اور بعد ازان عورتون نے بیعت کی[۵۱]۔

اسی طرح حضرت عمرؓ اور باقی مشہور لڑائیون حنین اور طائف اور تبوک وغیرہ مین شریک تھے حنین مین فوج کی ابتری اور پریشانی کے وقت آنحضرت کے پہلو مین ثابت قدم کھڑے تھے تبوک کی لڑائی مین اپنا نصف مال سامان لشکر کے واسطے نذر کیا۔ سریۂ ذات السلاسل مین عمرو بن عاص کی امداد کو بھیجے گئے۔ غرض اپنی خدمات مین ممتاز اور جلیل تھے۔ ایک سریہ اُن کے نام سے مشہور ہوا[۵۲]۔ آنحضرت نے بعض دفعہ دوسرے سردارون مثلاً ابوعبیدہ بن جراح اور عمرو بن العاص حتیٰ کہ اسامہ بن زید کے ساتھ بلکہ ماتحت کر کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو بھیج دیا۔ مسلمان مورخ بعض اوقات اس کو تعجب سے دیکھتے ہین۔ مگر اول تو اس سے

---

۵۱ ازالتہ الخفاعن خلافتہ الخلفا۔ ۵۲ مناہج النبوت صفحہ ۵۸۲ ۵۳ مناہج النبوت صفحہ ۵۲۶ -

اُن کی بزرگی اور امتیاز مین کچھ فرق نہین آتا تھا بل کہ اُن کی تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے فائدہ اُٹھانا مقصود ہوتا تھا۔ اور عجب نہین کہ آنحضرت صلعم کا یہ بھی خیال ہو کہ جو مساوات اور برادری سلام نے اِس نعمت عظمیٰ کے خوش نصیب شرکا مین قائم کی تھی وہ سب کے دل مین تازہ رہے اور کوئی کسی قسم کا خیال اُس کو اُن کے دلون سے محو نہ کر دے۔ آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو مدینہ کے صدقات پر عامل بنا دیا تھا۔ خود اُن سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ نے مجھے عامل مقرر کیا اور مواجب دینا چاہے مگر مین نے عرض کیا کہ مجھ سے جو زیادہ محتاج ہو اُس کو یہ بخشیئے۔[1] درحقیقت حضرت عمرؓ ایک ایسے کام کے واسطے جس مین کچھ سختی اور مضبوطی درکار ہو نہایت ہی موزون تھے۔ زکوٰۃ اور صدقات کا دینا لوگون کو گران گذرتا ہی تھا اور وصول کرنے کے واسطے ایک ذی رعب شخص کی ضرورت تھی جو ایک ایسے ضروری کام مین مراعات اور تساہل کو عمل مین نہ لائے۔ حضرت عمرؓ جس مضبوطی کے ساتھ کام کرتے تھے وہ حضرت عباس اور خالد بن ولید اور ابن جمیل کی زکوٰۃ نہ دینے اور آن حضرت کے پاس شکایت گذرنے کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے۔ خود آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ ”میری امت مین سے ابوبکر میری امت پر زیادہ مہربان ہے اور اللہ کے کام مین عمرؓ زیادہ قوی ہے“۔[2] درحقیقت یہ حضرت عمرؓ کا ایک مخصوص وصف تھا۔

حضرت عمرؓ کی نسبت اُس زمانہ کے مشہور واقعات جو آنحضرت صلعم کی رفاقت اور مصاحبت مین گذرا ہے غالباً ناکافی نہین لکھے گئے۔ اِن تمام حالات سے صاف طور پر جو کچھ اُن کی نسبت مستنبط ہوتا ہے وہ اُن کی عزت اور رعب اور ہیبت اور شان و شوکت اور جلال شجاعت اور دلیری اور بہادری اور قوت اور توانائی اور مصائب اور تکالیف کے ساتھ صبر اور رضامندی اور اپنے حال پر قناعت اور غیرت اور حمیت اور دین اسلام اور بانی اسلام کی محبت اور مودت نہین بل کہ ایک فدائیانہ عشق اور اسلام کی نصرت اور حمایت کا اور خدا کے احکام کی اطاعت اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی تعمیل کا جوش اور اسی قسم کے اوصاف اور عادات ہین اور ان کے

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا۔ [2] ازالۃ الخفا باب سلوک و تصوف حضرت عمرؓ۔

ساتھ ہی ساتھ ایک خاص عادت اور خاصہ طبیعت وہ سختی اور درشتی ہے جو کسی دوسری خصلت سے کم ممتاز نہین ہے شاید وہ کسی کو اُن کے تمام قابل رشک اور بے نظیر اوصاف سے کچھ جدا گانہ معلوم ہو مگر یہ ایک غلطی کا نتیجہ ہوگا۔ خوب یاد رکھنا چاہیے اگر ہم اس کو سختی اور درشتی کہین تو ساتھ ہی یہ کہنا پڑے گا کہ وہ انصاف سے متجاوز اور انصاف کے خلاف اور اُن کے مستحکم عقیدے اور اعتقاد اور ضروری مصلحت کے مخالف نہین تھی تمام واقعات پر غور کرنے سے یہی امر ظاہر ہوگا۔ درحقیقت ہم اُس کو سختی اور درشتی اس واسطے کہتے ہین کہ اُس کے ساتھ ہی ہماری آنکھون کے سامنے آنحضرت صلعم کے رحم اور کرم اور مروت اور کریمانہ رعایت اور بخشش کو پیش کیا جاتا ہے۔ ورنہ بجاے خود وہ رائین اور ارادے حضرت عمرؓ کے عین انصاف اور عدل ہوتے تھے۔ قیدیان بدر کے قتل کرنے کی جو راے حضرت عمرؓ نے دی تھی اُس کی نسبت سر ولیم میور لکھتا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے جو مجسم سخت انصاف اور عدل تھے محمد صلعم کو اُن کے قتل کر دینے کی راے نہایت اصرار سے دی"[1] وہ ایسے سخت برتاؤ اور سختی کی رائین جو مبنی بر انصاف ہوتی تھین اس لیے دیتے تھے کہ کفار کی جمعیت شکستہ ہو اُن کے دلون مین اسلام کا رعب اور ہیبت پیدا ہو اور اسلام کی نصرت اور غلبہ ظاہر ہو اور ایسے بدکردار اور ظالم لوگون کو اُن کی بدی اور شرارت کی جائز سزائین ملتی دیکھ کر دوسرے لوگون کو عبرت اور نصیحت ہو اور پھر کسی کو ایسے فعل کے کرنے کی جرأت نہو۔

مسلمانون کے ساتھ اگر اس قسم کے سلوک کی کوئی مثال ہے تو وہ بھی اُن کے عقیدے کے رو سے عین مصلحت اور دور اندیشی پر مبنی ہے مثلاً ابو ہریرہؓ کی حدیث کا واقعہ کہ وہ ابو بکرؓ اور عمرؓ ایک دن آنحضرت کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ آنحضرت صلعم درمیان سے اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ اور آپ کے دیر کرنے سے سب متردد ہوے اور ابو ہریرہؓ حضرت کو تلاش کرنے نکلے جب آنحضرت ملے تو ابو ہریرہؓ سے کہا جو تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور لا الٰہ الا اللہ پر یقین رکھتا ہو اُس کو بشارت دے کہ وہ جنتی ہے حضرت عمرؓ اُن کو سب سے پہلے ملے اور اُن سے یہ امر بیان کیا۔ انھون نے ایک

---

[1] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۴۰۔

دوہتڑ اُن کی چھاتی مین مارا اور لوٹا کر آنحضرتؐ کے پاس لے گئے اور کہا کہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے عمل کرنا چھوڑ دین گے ۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو مصلحت بینی سے خالی نہین ہے ۔ درحقیقت حضرت عمرؓ کی کسی اس قسم کی راے کو غیر نظر سے دیکھنا گویا انصاف اور مصلحت بینی پر الزام لگانا ہے ۔ علاوہ اس کے ایک بڑی حکمت اور مصلحت اس قسم کی منصفانہ مگر سخت برتاؤ کرنے کی رائین دینے سے جن پر درحقیقت بہت کم عمل کیا گیا ہے آنحضرت صلعم کی طبع کریم اور رحیم کے سامنے اُس معاملہ کے دوسرے پہلو پر بھی غور کرنے کا موقع ملتا تھا اور اس سے کوئی نقصان نہین عائد ہوتا تھا ۔ خود حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ مین جو اون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ اُنھون نے زمام خلافت اپنے ہاتھ مین لینے کے دن فرمایا یہ کہا کہ ”مین سنتا ہون کہ لوگ میری شدت سے ہیبت مین آگئے ہین اور میری سختی سے ڈرتے ہین اور کہتے ہین کہ رسول اللہ صلعم کی موجودگی اور ابوبکرؓ کی حکومت مین عمرؓ ہم پر سختی کرتا تھا جس نے یہ کہا سچ کہا مین رسول اللہ کے ساتھ ایک غلام اور خدمت گار کے مانند تھا اُن کی نرمی اور مہربانی اس درجہ کی تھی کہ اس صفت مین اُن کو کوئی نہین پہونچ سکتا خدا نے اُن کے نامون مین اُن کو رؤف اور رحیم بھی نام دیے تھے اور مین ننگی تلوار کی طرح تھا جس کو وہ درمیان مین رکھتے تھے یا کام مین لاتے تھے[۱] ۔ الخ ۔

اگر یہ قول حضرت عمرؓ کا نہ بھی ہوتا ہم جس نے کہا ہے بڑی دانشمندی اور معاملہ فہمی اور راست نفسی سے کہا ہے ۔

حضرت ابوبکرؓ کی راے سے بڑھ کر کوئی عمدہ فیصلہ اس بارے مین نہین ہو سکتا ۔ کہ جب اُنھون نے عبدالرحمن بن عوف سے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے امر مین مشورہ لیا تو اُنھون نے اس ارادے کو پسند کرنے کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کی درشتی طبیعت کی طرف اشارہ کیا جس کے جواب مین حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ”اُس کی سختی اس وجہ سے تھی کہ مین زیادہ نرمی اور رحم کرتا تھا ۔ مین نے

[۱] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء حکایات سیاست فاروقی ۔ [۲] انلس آف خلافت مؤلفہ سر ولیم میور ۔

غور سے دیکھا ہے کہ جب مین کسی کے ساتھ سختی کرتا تھا تو عمرؓ اُس کی سفارش کرتا تھا اور اگر زیادہ نرمی کرنے لگتا تو وہ سختی کی طرف مائل ہوتا تھا جب وہ خود والی امور ہو گا تو اوس کی درشتی طبیعت جاتی رہے گی ''

اور جب کہ ہم حضرت عمرؓ کی خود مختار خلافت کے زمانہ مین اُن کی اِس خاص طبیعت اور عادت مین ایک بہت بڑا تغیر اور انقلاب پاتے ہین تو ان اقوال کی صحت پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہین دیکھتے اگر سچ پوچھو تو حضرت عمرؓ کی نسبت اُن کی اس قسم کی طبیعت اور راوُن کو ایک منصفانہ اور پر مصلحت سختی قرار دینے کے واسطے آنحضرت صلعم کے دل چسپ اور ناطق فیصلہ کے رو برو کسی بحث کی ضرورت نہین ہے۔ آنحضرت فرمایا کرتے تھے جیساکہ قیدیان بدر کے فیصلہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ '' ابو بکرؓ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی مانند ہین جو رحم کے وکیل تھے اور عمرؓ نوحؑ اور موسیٰؑ سے مشابہ ہین جو انصاف کے وزیر تھے ''[1]

بایں ہمہ اِس مین شک نہین کہ حضرت عمرؓ کی ابتدائی طبیعت کی شہرت اور پچھلے واقعات کے اثر اور حق گوئی سے جسکی نسبت خود آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ '' عمرؓ حق کہتا ہے اگرچہ کڑوا ہو اور حق کہنے سے اُس کا کوئی دوست نہین رہا ''[2] اُن کا رعب اور خوف اور ہیبت سب کے دلون مین بیٹھ گئی تھی آنحضرت بھی ایسے موقعون پر اُنھین کو یاد فرماتے تھے اور اس قسم کے واقعات بھی بیان ہوے ہین مثلاً ایک دن امہات المومنین ازواج مطہرات آن حضرت صلعم کے ساتھ کسی بات پر جھگڑ رہی تھین اور بلند آواز سے باتین کر رہی تھین۔ اسی اثنا مین حضرت عمرؓ آنحضرت کی طرف گئے اور دروازے پر جاکر اندر آنے کا اذن طلب کیا حضرت عمرؓ کی آواز سُن کر سب کی سب بھاگ کر پردے مین چلی گئین جب حضرت عمرؓ اندر گئے تو آنحضرت کو مسکراتے ہوے پایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا ہمیشہ آپ کو ہنستا ہوا دکھائے حضور کس بات پر ہنس رہے ہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہ مین اِس بات پر تعجب سے ہنس رہا ہون کہ یہ عورتین میرے سامنے تو شور کر رہی تھین مگر جب تمھاری آواز سُنی

---

[1] لیف اوف محمد مولفہ سر ولیم میور حاشیہ صفحہ ۲۴۰ و تاریخ الخلفا سیوطی وغیرہ [2] تحفۃ المومنین۔

تو بھاگ کر پردہ مین چلی گیئن حضرت عمرؓ نے اُن کو آواز دے کر کہا کہ اے اپنی دشمنون تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلعم سے نہین خوف کرتی ہو۔ آنحضرت نے کہا کہ ہان تمھاری سختی کے سبب سے تم سے ڈرتی ہین۔ اور تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے کہ جس راستہ تم جاتے ہو شیطان اُس راستہ سے نہین گذرتا[1]۔ اسی طرح ایک دن ایک حبشی لڑکی دف لیے ہوے آنحضرت کے سامنے آئی اور کہا کہ مین نے منت مانی تھی کہ جب آپ سفر سے مع الخیر واپس آوین گے آپ کے سامنے دف بجاؤن گی اور گاؤن گی۔ چنانچہ وہ دف بجانے اور گانے لگی اسی اثنا مین حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عثمان آگئے اور وہ بدستور بجاتی رہی۔ بعد ازان حضرت عمرؓ آے تو اُن کو آتا دیکھ کر دف کو اپنے نیچے رکھ کر ڈر کے مارے خاموش اُس پر بیٹھ گئی۔ آنحضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ "اے عمرؓ تجھ سے شیطان بھی ڈرتا ہے[2]" اور بھی اس قسم کے واقعات ہین کہ مثلاً ایک دن آنحضرت کے مکان کے قریب کچھ شور وغل کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اُدھر دیکھا تو ایک عورت اُچھل کود رہی تھی اور لوگ اُس کے گرد تماشہ دیکھنے کو جمع ہوے تھے۔ آنحضرت نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ تماشہ دیکھو۔ اور وہ دیکھنے لگین اتنے مین کہین سے حضرت عمرؓ آگئے۔ تماشہ دیکھنے والے سب لوگ اُن کو دیکھ کر بھاگ گئے اور حضرت عائشہ بھی ہٹ گیئن۔ آنحضرت نے فرمایا کہ "مین دیکھتا ہون کہ حضرت عمرؓ سے جن اور انس اور شیاطین سب ڈرتے اور بھاگتے ہین[3]۔" حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت عمرؓ کو شیطان اُن کو خطا کا حکم کرنے سے ڈرتا ہے[4]۔"

اس قسم کے تمام واقعات جو بیان ہوے ہین جن مین حضرت عمرؓ نے ایسی رائین دی ہین جن کے مطابق آنحضرت صلعم نے عمل نہین فرمایا بلکہ رحم اور رعایت کو عمل فرمایا ہے یہی تمام واقعات ہین جو خصوصیت سے مورخین اور راویون نے بیان کردیے ہین۔ ورنہ اُس زمانہ دراز کی رفاقت

---

[1] بخاری مسلم مشکوۃ باب مناقب حضرت عمر [2] ترمذی مشکوۃ [3] ترمذی مشکوۃ [4] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک حضرت عمرؓ۔

اور مصاحبت مین جب کہ وہ آنحضرت کے ساتھ ہمدم اور ہمساز تھے اور تمام امور اصلاح امت اور فلاح مسلمانان اور انتظام دنیا مین صلاح کار اور شریک اور حصہ دار تھے حضرت عمرؓ ایک مشیر باتدبیر اور وزیر دانشمند کے مانند تھے اُن کی رائے سب سے زیادہ صائب ہوتی تھی۔ آنحضرت کی حدیث مین ہے کہ "خدا نے حق کو عمرؓ کے دل اور زبان پر جاری کیا ہے" اور فرمایا کرتے تھے کہ "عمرؓ میرا مشیر ہے" [1] حضرت علیؓ کا قول ہے کہ "عمرؓ اگر کوئی بات کہتے تو قرآن اُس کی تصدیق مین نازل ہوتا" [2] عبد اللہ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ "اگر اصحاب رسول اللہ کسی امر مین مختلف الرائے ہوتے اور اختلاف حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوتا تو حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا" [3] حضرت علیؓ کا ایک قول بھی ہے کہ "ہماری بہتون کی یہ رائے تھی کہ سکینہ عمرؓ کی زبان پر بولتی ہے" یعنی اُن کی رائین اور قول طمانیت اور تشفی بخش ہوتے مین غرض حضرت عمرؓ کی اعلیٰ اصابت رائے اور فضل دانشمندی اور عقل اور ذہانت اور حسن قوای دماغی کا جو نتیجہ ہے خود ملکہ نبوت کا ایک جزو ہین اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اُن کی بہت سی رائین احکام الٰہی اور رضائے ایزدی کے موافق ہوئی ہین اور وہ حضرت عمرؓ کے موافقات کہلاتی ہین شمار اُن کا بعضون نے بیس تک بیان کیا ہے مگر زیادہ مشہور [illegible] مقام ابراہیم کو مصلی بنانا۔ اور عورتون کے پردے کا حکم حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئے ہین [4] قیدیان بدر کے باب مین ہم حضرت عمرؓ کی رائے کو موافقات مین سے نہین سمجھتے۔

عبد اللہ بن ابی بن سلول جو نہایت سخت منافق تھا جب مر گیا تو اُس کے بیٹے نے آنحضرت کو نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کہا حضرت عمرؓ مانع آئے اور کہا کہ ایسے منافق کی نماز جنازہ نہین پڑھنی چاہیے۔ آنحضرت نے نہ مانا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ کہتے مین

[1] تحفة المحبين بروایت ابو نعیم [2] ازالة الخفا باب تصوف وسلوک۔ [3] ازالة الخفا عن خلافة الخلفا باب تصوف وسلوک۔ [4] ازالة الخفا باب موافقات وتاریخ الخلفا سیوطی وغیرہ۔

کہ مین اچھل پڑا اور اُس کے منافقانہ اقوال اور افعال کو بہت زور سے بیان کیا۔ مگر آنحضرت نے اسپر بھی مسکرا کر فرمایا کہ اے عُمر ہٹ جا لیکن مین باز نہ آیا۔ آخر آنحضرت نماز جنازہ پڑھنے کو تشریف لے گئے جب واپس آے تو سورہ براۃ کی یہ آتین نازل ہوئین[1]۔ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہٖ تا وھم فاسقون۔

حضرت عُمر کہتے ہین مین حیران تھا کہ اتنی جرأت اُس روز مجھ مین کیون کر پیدا ہوئی۔

شراب کی حرمت کا حکم حضرت عُمر کی راے کے موافق نازل ہوا ہے وہ حرمت شراب کے نہایت خواہان تھے۔ اِس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی یسالونک عن الخمر والمیسر۔ الایۃ۔ تو اس پر بھی ان کی تشفی نہ ہوئی اور خدا سے دعا مانگتے رہے کہ خدایا شراب کے بارے مین ہمارے واسطے حکم شافی نازل کر۔ اُس کے بعد یہ آیت یاایھا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ۔ الایۃ۔ نازل ہوئی مگر اسپر بھی حضرت عمر کا اطمینان نہ ہوا اور آخر یہ آیت یاایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر۔ الایۃ نازل ہوئی حضرت عمر نے جب سنی تو کہا کہ خدایا اب ہم اپنے مطلب کو پہونچ گئے۔ اسی طرح اذن لے کر کسی کے گھر مین داخل ہونے کا حکم حضرت عمر کی راے کے موافق نازل ہوا ہے[2]۔

جب یہ آیت نازل ہوئی "ولقد خلقنا الانسان من طین" اور حضرت عمر نے سُنی تو اُن کے مونھ سے یہ نکل گیا "فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔ آنحضرت نے سُن کر یہ بھی فرمایا کہ "اے عُمر تو قرآن مین زیادتی کرتا ہے" مگر اس کے بعد یہی آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح آیت من کان عدوا لجبریل و میکائیل الخ مین حضرت عمر کے الفاظ کے ساتھ تطابق واقع ہوا۔

اسی سے حضرت علی کہا کرتے تھے کہ "ہم قرآن مین عُمر کی راے سے راے اور کلام سے کلام پاتے تھے[3]" اسی قسم کی اور روایتین بھی ہین جن سے حضرت عُمر کی صائب راے اور پختگی دماغ معلوم ہوتی ہے۔ دنیوی امور مین بھی اُن کی راے اور اُن کا مشورہ ایسا ہی مفید اور مناسب

---

[1] ازالۃ الخفا باب موافقات [2] ازالۃ الخفا باب موافقات۔ [3] ازالۃ الخفا باب موافقات۔

ہوتا تھا۔ جیسے کہ ایک دن ایک لڑائی کے موقع پر اصحاب رسول اللہ کے پاس کھانے پینے کی اشیا خرچ ہوگئین اور جب بھوک سے بیتاب ہوئے تو آنحضرت صلعم کے پاس آکر اپنے اونٹون کو ذبح کرنے کی اجازت مانگی۔ آنحضرتؐ کا ارادہ اجازت دیدینے کا تھا کہ حضرت عمرؓ نے روکا اور کہا کہ یا رسول اللہ اگر ہم اپنی سواریون کو ذبح کرلینگے تو بھوکے اور اُس پر پیادے دشمن سے کیا لڑین گے آنحضرت نے فرمایا کہ تمھاری کیا راے ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ بعض لوگون کے پاس کھانے کو بالکل نہین رہا اور بعض کے پاس تھوڑا بہت موجود ہے سب کو حکم دیا جائے کہ اپنا تھوڑا بہت بچا ہوا کھانا اور پانی لے کر جمع ہون سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے شریک ہو کر کھالین۔ چنانچہ آنحضرت نے ایسا ہی کیا اور حضرت عمرؓ کی یہ تدبیر ایسی کارگر ہوئی کہ کوئی شکایت باقی نہ رہی[۱] تمام چھوٹے بڑے امور مین جن مین آنحضرت وحی سے حکم اور ہدایت نہین پاتے تھے حضرت عمرؓ سے مشورہ کرتے تھے جیسے کہ شام کی لڑائی کی نسبت آنحضرت نے حضرت عمرؓ سے ایک دن دریافت کیا تھا کہ تمھاری کیا راے ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اگر خدا کا حکم ہو تو ادھر بڑھنا چاہیئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو تم سے صلاح لینے کی کیون ضرورت ہوتی[۲] لیکن اگر سچ پوچھو تو حضرت عمرؓ کی روشن خیالی اور خوبی راے اور پختگی دماغ کے ثبوت مین اس قسم کی دلائل پیش کرنے کی کچھ بھی ضرورت نہین ہے جب کہ خود آنحضرت صلعم کا یہ مبارک قول موجود ہے کہ "دوسری امتون مین محدث ہوتے تھے اگر میری امت مین کوئی محدث ہے تو عمرؓ ہے"[۳]۔ اور سب سے بڑھکر آنحضرت کا یہ قول کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ خطاب ہوتا"[۴] یہی مطلب ایک دلچسپ پیرایہ مین آنحضرت نے اپنے ایک خواب کی تعبیر سے بیان فرمایا کہ "سوتے مین میرے پاس ایک دودھ کا پیالا بھرا ہوا لایا گیا مین نے جب سیر ہو کر پی لیا تو بچا ہوا عمرؓ خطاب کو دیدیا"[۵] آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے وزیر ہین جس امر مین وہ دونون متفق

---

[۱] ازالتہ الخفا باب موافقات [۲] دی سراسین مولفہ گلبین و مناہج النبوت [۳] ازالتہ الخفا [۴] ترمذی۔ مشکوٰۃ ازالتہ الخفا [۵] بخاری مسلم مشکوٰۃ۔

ہون گے مین مخالفت نہین کرون گا"۔

حضرت عمرؓ کو جو قرب اور یگانگت اور بے تکلفی اور محبت آنحضرت صلعم کی ذات پاک کے ساتھ تھی وہ تمام واقعات سے بخوبی ظاہر ہو چکی ہے اور بھی واقعات اس قسم کے ہین کہ مثلاً اکثر آپ گفت گو مین فرمایا کرتے تھے کہ "مین نے اور ابو بکر اور عمرؓ نے فلان کام کیا اور مین نے ابو بکر اور عمرؓ نے فلان کام کیا اور مین ابو بکر اور عمرؓ فلان راستہ سے گئے اور مین اور ابو بکر اور عمرؓ یہ چاہتے ہین[۱]" ایک دن حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ آنحضرت کے سامنے آئے تو دیکھ کر فرمانے لگے کہ "یہ دونون بمنزلہ میری شنوائی اور بینائی کے ہین[۲]" حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہین کہ ایک دن آنحضرت صلعم بے تکلف کچھ جسم کھولے ہوے گھر مین بیٹھے تھے اتنے مین حضرت ابو بکرؓ آ گئے اور اذن حاصل کر کے اسی حال مین چلے آئے اور پھر حضرت عمرؓ آئے اور وہ بھی اسی حالت مین چلے آئے بعد ازان حضرت عثمان آئے تو آنحضرت نے اپنے کپڑے درست کر لیے[۳]۔ انسؓ کا قول ہے کہ آنحضرت جب مسجد مین تشریف لاتے تھے تو صحابہ مین سے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھین مگر ابو بکر اور عمرؓ دونون آنحضرت صلعم کی طرف دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے اور آن حضرت ان دونون کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے[۴] وحی کے لکھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری کا کام صرف حضرت ابو بکر عمر عثمان اور علی کرتے تھے[۵]۔ بایں ہمہ آنحضرت صلعم کا ادب اور تعظیم اور اطاعت اور فرمانبرداری جو آن کا ایمان تھا اُن کے خمیر مین داخل تھا۔ بارہا حضرت عمرؓ آنحضرت کے ساتھ کسی امر مین اختلاف کرنے پر افسوس سے گھنٹون بیٹھ کے روتے تھے[۶]۔ ایک دن جب بنو تمیم نے آنحضرت سے عرض کیا کہ اُن پر کوئی سردار مقرر کیا جاتے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر مین انتخاب مین اختلاف ہو گیا اور جھگڑتے ہوے بلند آواز سے باتین کرنے لگے۔ اسی پر جب یہ آیت "یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ" نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے قسم کھائی کہ آن حضرت کے روبرو کبھی بلند آواز سے باتین نہ کرون گا[۷]۔ آنحضرت صلعم

[۱] بخاری و مسلم و مشکوۃ [۲] ترمذی و مشکوۃ۔ [۳] مسلم و مشکوۃ [۴] ترمذی و مشکوۃ [۵] ازالۃ الخفا۔ [۶] ازالۃ الخفا و مناہج النبوت۔ [۷] مناہج النبوت صفحہ ۲۴۲۔

اپنے اصحاب خاص کی عزت اور امتیاز اور اُن کو ہر وقت اپنے قریب رکھنے کے خیال سے اُن کو باہر کسی کام پر نہین بھیجتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے دور و دراز ممالک مین قاصد بغرض تبلیغ پیغام حق بھیجنے تجویز کیے اور بھیجے تو لوگون نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور عمرؓ کو کیون نہین بھیجتے تو آپ نے فرمایا کہ وہ دین کے کان اور آنکھ کے بمنزلہ ہین اور مین اُن کا اتنا کم محتاج نہین ہون کہ علٰحدہ کر دون[1]۔ آنحضرت صلعم کی تکالیف دیکھ کر اُن کے دل کراہتے اور پیچ و تاب کھاتے تھے۔ مثلاً ایک دن جب آنحضرت اپنی ازواج مطہرات سے ناراض ہوئے تھے اور حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ اگر آنحضرت خوش ہون تو اپنی بیٹی حفصہ کی گردن ماردون۔ حضرت عمرؓ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوے دیکھا کہ تہمد باندھے بورے پر پڑے ہین اور بوریے کی تیلیان جو جو بدن مین چبھی ہین تو نشان پڑ پڑ گئے ہین پھر جو حضرت عمرؓ کی نگاہ طاقون پر پڑی تو دیکھا کہ ایک طاق مین کوئی آدھ سیر کے قریب جو ہین ذرا سا پنیر دھرا ہے اور وہین پاس پانی کا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہے اور یہی کل سامان ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ "یہ تکلیف اور بے سامانی دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا اور مین بے اختیار رو دیا[2]"۔

حضرت عمرؓ کی اس سے بڑی خواہش کوئی نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کے قدمون مین اُن کے سامنے شہید ہو جائین اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے اُن کو "شہید" سے ملقب اور ممتاز فرمایا تھا اور اکثر شہید کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ مثلاً جب آپ ایک دفعہ پتھر پر کھڑے ہوسے حضرت ابوبکر اور عمرؓ ساتھ تھے پتھر ہلا تو آپ نے فرمایا کہ مت ہل تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید کے سوا کوئی نہین۔ اسی قسم کی اور بھی روایتین ہین۔

حضرت عمرؓ اور ایسے ہی حضرت ابوبکر کے فضائل اور مناقب مین بیشمار حدیثین کتب احادیث مین منقول اور مندرج ہین۔ مگر ہم کو اکثر اُن مین سے وضعی معلوم ہوتی ہین مثلاً رویا قلیب کی حدیث وغیرہ بعض مین اُن مین سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوا ہے کہ آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکر

---

[1] ازالۃ الخفا۔ [2] مناہج النبوت وغیرہ۔

اور اُن کے بعد حضرت عمرؓ کا خلافت کے واسطے حق تھا بعض مین حضرت ابو بکرؓ کا اپنی خلافت مین آنحضرت کی کامل پیروی کے ساتھ عمل کرنا اور پھر حضرت عمرؓ کا اُسی کام کو اُسی طرح بڑے پیمانہ پر کرنا بیان ہوا ہے۔ مگر یقینی یہ حدیثین اُس وقت وضع کی گئی ہین جب کہ ان کے ممدوح اور موضوع اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ ہماری رائے مین تو جیسے کہ ہم دیباچہ مین بیان کر چکے ہین ایسی کوششین فضول اور بیکار تھین اور ہم حیران ہین کہ کیا ضرورت تھی اُن مستغنی الفضائل والمناقب بزرگان دین کی بزرگیان ایسی صورت مین اور اس طریق سے بیان کرنے کی جو سرتاج اور فخر تھے اُس گروہ اور اُس جماعت کے جن کی نسبت خود خدا نے فرمایا تھا۔

"کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ"

اور پھر فرمایا۔

فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا الا کفرن عنہم سیاٰتہم ولا دخلنہم جنات تجری من تحتہا الانہار ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب۔

اور پھر فرمایا۔

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔

اور پھر فرمایا۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الخ۔

اور پھر فرمایا۔

والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولٰئک ہم المومنون حقا لہم مغفرۃ ورزق کریم۔

غرض جن کی تعریف خود باری تعالیٰ نے فرمائی ہو اور اُن کے فضائل بیان کیے ہون وہ کسی دوسری کی حمایت اور سفارش کے کیا محتاج ہو سکتے ہین؟ -

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است — بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبا را

اب ہم اُس زمانہ کے قریب پہنچے جاتے ہیں جب کہ وہ آسمان رحمت الٰہی کے آفتاب اور فیض یزدانی کا سایہ رحمت للعالمین۔ (روحی فداک یا رسول اللہ) اس ناپائدار دنیا سے جس کو اُنھوں نے خداوند کریم کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں اور بخششوں سے مالامال کر دیا تھا رخصت ہونے والے تھے اور وہ بزرگ ستارے جو اُس آفتاب عالمتاب کی روشنی سے روشن ہوئے تھے اپنی مبارک کرونیں کے ساتھ اس دنیا میں فیض ربانی کی برکتوں کو جاری رکھنے کے واسطے اکیلے رہ جانے والے تھے۔

آنحضرت صلعم نے دسویں سال ہجرت میں مکہ تشریف لے جانے اور حج ادا کرنے کا ارادہ کیا جو سب سے آخری حج ہونے کے سبب سے حجۃ الوداع کہا جانے والا تھا حضرت عمرؓ حجۃ الوداع میں موجود تھے اور اُن عام مواعظ سے فیضیاب ہوئے جو آنحضرت نے اپنی اُس بے نظیر تقریر میں جو دنیا میں یادگار رہے فرمائے حج سے واپس جا کر بہت زمانہ نہ گذرا تھا کہ آنحضرت صلعم بیمار پڑ گئے اور ضعف اور بیماری دن بدن بڑھتی گئی حضرت عمرؓ پاس تھے اور اس کیفیت کو دیکھ کر دیوانہ ہوئے جاتے تھے۔ آخر دنیا کے واسطے وہ ماتم کا دن آن پہونچا اور آنحضرت صلعم اس دنیا سے سدھارے۔ مدینہ میں وہ قیامت کا دن تھا۔ مگر حضرت عمرؓ کا حال سب سے ابتر تھا۔ اُن کو آنحضرت کی نعش مبارک دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضرت انتقال فرما گئے ہیں۔ دیوانہ وار لوگوں میں دوڑتے تھے اور اُن کو بھی اسی بات کا یقین دلاتے تھے کہ حضرت زندہ ہیں مغیرہ جو پاس کھڑا تھا اُسنے حضرت عمرؓ کو اُن کی غلطی کا یقین دلانے کی بے فائدہ کوشش کی۔ اُنھوں نے اُس کو بھی جھڑک دیا اور کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے اور شیطان نے تجھے بہکا دیا ہے پیغمبر خدا وفات نہیں پائیں گے جب تک کہ ایک منافق اور کافر بھی باقی ہوگا۔ تمام لوگ جو آنحضرت کی وفات کی خبر سن کر صحن مسجد میں جمع ہوئے تھے حضرت عمرؓ کی مجنونانہ اور پر جوش بلند آواز اور کلمات سے اُنھیں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور اُن کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ وہ اپنی اُسی دھن میں

ویسی ہی تقریر کرتے گئے اور یہی کہتے گئے کہ لوگ جھوٹ کہتے ہین کہ حضرت وفات پا گئے ہین۔ تم اس پر ہرگز یقین نہ کرنا۔ حضرت موسیٰ کی طرح وہ اپنے خدا کے پاس گئے ہین اور پھر واپس آئین گے۔ جو کہے گا کہ وہ فوت ہوگئے ہین اُس کے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے جائین گے۔ اسی اثنا مین حضرت ابوبکرؓ اس پر الم خبر کو سن کر آئے اور حضرت عمرؓ کی مجنونانہ باتین سُن کر پاس سے گذر گئے اور پھر واپس آکر مسجد مین لوگون کی طرف متوجہ ہوے جہان حضرت عمرؓ بدستور اپنے جوش اور از خود رفتگی مین لوگون مین کھڑے ہوے تقریر کر رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے عمر چپ ہو جاؤ اور خاموش بیٹھ جاؤ لیکن حضرت عمرؓ نے اس ممانعت کی بھی کچھ پروانہ کی اور اپنی وہی باتین کرتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجمع کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آنحضرت وفات پا گئے ہین اور خدا نے کیا اُن کو نہین فرمایا تھا کہ "انک میت و انہم میتون"۔ اور فرمایا ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد متّ فہم الخالدون"۔ اور پھر یہ آیت پڑھی "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل فاین مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم الخ تا میت و انہم میتون۔

قرآن کے الفاظ کے حضرت عمرؓ کے کانون پر پڑنے سے گویا وہ نیند اور بے ہوشی سے بیدار ہوگئے اُن کا اپنا قول ہے کہ "جب یہ آیات مین نے حضرت ابوبکرؓ سے سنین مجھ پر ہیبت طاری ہوئی اور اعضا پر لرزہ پڑ گیا مجھ کو آنحضرت کے وفات پانے کا یقین ہو گیا اور مین گر گیا۔"

تیسرا باب

خلافت کے واسطے حضرت ابو بکر کا انتخاب - اندرونی خطرناک بغاوتین-

خلافت مین حضرت عمرؓ کا دخل - آغاز فتوحات

اصحاب رسول اللہ صلعم ابھی آنحضرت کی تدفین اور تکفین کی فکر مین تھے اور اُس المناک جدائی کے صدمہ کو ایک دو ہی گھنٹے گذرے تھے اور اُس ماتمی دن کی ابھی شام بھی نہ ہوئی تھی حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ جو کہ بقول سر ولیم میور کے "یہی دو شخص تھے جن پر اسلام کی آیندہ قسمت کا مدار اور انحصار رہا"[۱] وہین مسجد مین موجود تھے جب کہ ایک شخص بھاگا ہوا اُن کے پاس آیا اور آکر خبر دی کہ اعیان مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ مین اس غرض سے جمع ہوے ہین کہ اپنے مین سے ایک شخص کو اپنے لئے سردار منتخب کرین - درحقیقت مدینہ مین جو منافقانہ عنصر موجود تھا اُس نے قومی مساوات اور رقیبانہ حقوق کی آڑ مین اہل مدینہ کو اتنی جلد ہی اس امر پر برانگیختہ کر دیا کہ اپنے مین سے ایک سردار اپنے واسطے منتخب کرین اور قریش اور مہاجرین اہل مکہ کے بار حکومت کو اپنے کندھون سے اُتار دین اور سعد بن عبادہ کو جو بنی خزرج کا سرگروہ تھا اُنھون نے موسوم بھی کر دیا تھا - بقول سر ولیم میور کے "وقت نازک تھا - اور اسلام کا آیندہ اتفاق و اتحاد معرض خوف و خطر مین تھا"[۲] حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نے اس خبر کو سن کر ایک لمحہ بھی ضایع نہ کیا اور مَوقع پر پہونچنے کے واسطے اُٹھ کھڑے ہوے - ایک تیسرا رفیق عبیدہ بن جراح راستہ مین اُن کے ساتھ ہو لیا انصار مین سے دو شخص جو اسی مجمع مین سے آرہے تھے راستہ مین ان اصحاب ثلثہ کو ملے اور دوستانہ طریق سے اُن کو اُس خطرے کی طرف جس مین وہ اپنے آپ کو ڈال رہے تھے مطلع کیا مگر اُس

---

[۱] کتاب اَنلس آف ارلی خلافت (Annals of Early Khilafat) مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲ - [۲] اَنلس اف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳ -

بھاری خوف کے مقابلہ مین ایسے خطرے کا خیال اُن کو روک نہین سکتا تھا انصار نے ابھی سعد کے ہاتھ پر بیعت نہین کی تھی کہ یہ تینون اصحاب سقیفہ مین پہونچ گئے[1]۔ جب انصار نے اُن کو دیکھا تو کہنے لگے کہ تم مہاجر ہو اور تمھارا فخر بڑا ہے لیکن ہم نے بھی بہت رنج اُٹھایا ہے اور چاہتے ہین کہ اپنے مین سے ایک امیر مقرر کرین[2]۔ حضرت عمرؓ جن کا چند ساعت پہلے کا جوش بھی ابھی کم نہین ہوا تھا چاہتے تھے کہ اس کے جواب مین تقریر کرنے کو کھڑے ہون مگر حضرت ابوبکرؓ نے اون کی تند مزاجی اور سخت گوئی سے ڈر کر اون کو روک دیا اور خود تقریر کرنی شروع کی اور نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا کہ ہر ایک لفظ جو انصار نے اپنی تعریف مین کہا ہے وہ درست اور صحیح ہے لیکن نسبی شرافت اور رعب و دبدبہ مین قریش سب سے افضل ہین اور سوائے اُن کے عرب کسی کی اطاعت مین سر نہ جھکائے گا اس پر انصار نے کہا کہ اچھا یون ہونے دو کہ ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک ہم مین سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ دور رہو۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ دو امیر ایک جگہ نہین رہ سکتے۔ انصار اور سعد کی طرف سے حباب مباحثہ کرنے کھڑا ہو گیا اور رنج اور غصہ کے الفاظ زبان پر آنے لگے۔ حضرت عمرؓ اُس سے خفا ہوئے اور کہا کہ خدا تجھے غارت کرے۔ اُس نے بھی ایسے ہی الفاظ کہے حضرت ابوبکرؓ گھبرائے کہ اس غصہ اور غضب سے معاملہ دگرگون نہ ہو جائے اور آگے بڑھ کر انصار کو خطاب کر کے کہنے لگے کہ یہ دو آدمی تمھارے سامنے کھڑے ہین (حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کیا) ان دونون مین سے جس کو تم چاہتے ہو منتخب کر لو اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرو حضرت عمرؓ نے نہایت بلند آواز سے جس سے تمام مجلس گونج اوٹھی کہا کہ نہین۔ رسول اللہ تمھارے لیے پہلے ہی سے امامت کا حکم دے چکے ہین تو ہی ہمارا امیر ہے اور مجھ سے افضل ہے حضرت ابوبکرؓ نے اُس کے جواب مین کہا کہ "تو مجھ سے زیادہ قوی ہے"۔ اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ "تو رسول اللہ کے بعد خیرالناس یعنی سب آدمیون سے

[1] انلس اوف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۴۔ و کتاب ایز اینڈ ڈی کلاین اوف خلافت (خلافت کا عروج اور زوال) مؤلفہ سر ولیم صفحہ ۲ [2] تاریخ طبری فارسی نسخہ صفحہ ۳۲۵

بہتر ہے۔" حضرت ابوبکر نے اس کے جواب مین کہا کہ مین نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ عمر سے اچھے کسی شخص پر آفتاب نہین طلوع ہوا[51]" مگر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ لے کر اُس پر بیعت کی اُن کی بلند آواز نے مسلمانون کے دلون کو گویا ہلا دیا تھا[52] اور حضرت ابوبکرؓ کے فضائل یاد دلا دیے تھے۔ اب اُن مین بھی ایک جنبش پیدا ہوئی اور بیعت کرنے کے واسطے بڑھنے لگے[53]۔ جباب نے بنی خزرج کو برگشتہ کرنے کی پھر کوشش کی مگر بنی اوس کے بیعت کر لینے سے بنی خزرج بھی اون کی تقلید کرنے پر مجبور ہوے اور وہ پُرخطر ہنگامہ فرو ہو گیا۔

اسی اثنا مین آنحضرتؐ کے غسل اور تکفین سے فراغت ہو چکی تھی اور رات نے دن کے کامون پر پردہ ڈال دیا۔ اگلے دن صبح کو جب لوگ مسجد مین جمع ہوے تو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اُن کی ملاقات کے واسطے نکلے حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اُس عظیم مجمع کو خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگو کل جو کچھ مین نے تم سے کہا وہ صحیح نہین تھا۔ اور وہ خدا کی کتاب اور اُس کے وعدہ کے خلاف تھا۔ مین تو اپنی اس خواہش کے خیال سے کہتا تھا کہ پیغمبرؐ خدا ابھی اور زیادہ دنون تک ہم مین رہتے اور اپنی زبان مبارک سے ہم کو نصیحت اور ہدایت کرتے۔ لیکن خدا نے اُن کو ہمارے پاس سے اپنے پاس بلا لینا پسند کیا ہے۔ مگر خدا کا کلام جو خدا نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنے رسول کو بخشا ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے اُس پر عمل کرو اُس کو اپنا ہادی بناؤ اور تم گمراہی مین نہ پڑو اور اب خدا نے تمھارے امور کے انتظام کو اُس شخص کے ہاتھون مین سپرد کیا ہے جو ہم سب سے افضل اور بہتر ہے۔ جو خدا کے رسول کا رفیق اور اُس وقت کا جب کہ وہ غار مین تھے ایک ہی ساتھی ہے اُٹھو اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرو[54]۔ پس لوگ سب طرف سے آنے لگے اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر عوام الناس نے بروز سہ شنبہ چودھوین ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ۹ جون سنہ ۶۳۲ع کو

---

[51] انلس اوف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۴ و ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا باب ماثر حضرت صدیق۔

[52] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۱۴۔ [53] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۱۴۔

[54] لیف اوف محمدؐ مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۱۵۔

بیعت کی بنی خزرج مین سے سعد نے بیعت نہین کی تھی اور قریش مین سے حضرت علیؓ نے تامل سے بیعت کی بعض کہتے ہین چالیس روز بعد اور بقول بعض چھ ماہ بعد اور یہی عام روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات پر جو آنحضرت سے چھ ماہ بعد واقع ہوئی حضرت علیؓ نے دل سے بیعت کا اظہار کیا۔ سرولیم میور اس روایت کو محض بے بنیاد خیال کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے بیعت نہ کرنے پر اُن کے مکان کو آگ لگا دینے کی دھمکی دی ہو اور اسی طرح طلحہ اور زبیر کے بیعت نہ کرنے کی روایت کو نہین مانتے ہین[۱]۔

آنحضرت کی تدفین سے فارغ ہو کر جس موقع پر کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے نہایت پر درد وجوش کے ساتھ دعائیہ کلمات کہے[۲] سب سے پہلے جس کام کا حضرت ابوبکرؓ کو خیال آیا وہ اسامہ بن زید کو سرحد شام پر اُس غزوہ کے واسطے بھیجنے کا تھا جو آنحضرت صلعم کے آخر وقت مین تجویز ہوا تھا اور جملہ اصحاب کو یعنی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بھی اُس کے ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر نے خلافت کے دوسرے روز علم اُٹھایا اور اسامہ کے ہاتھ مین دیا اور لوگون کو اُسی طرح اُس کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ مدینہ کو چارون طرف سے خطرات دھمکیان دے رہے تھے اور ایسے وقت مین اپنی تمام قوت کو شہر سے جدا کر دینا اور دور بھیج دینا اور شہر کو بے پناہ چھوڑ دینا نہایت پرخطر تھا۔ اور اسامہ کے زیر حکم جنگ کرنا بھی لوگون کو ناگوار تھا۔ لشکر جمع ہو کر تیار ہو گیا۔ مگر حضرت عمرؓ کو انھون نے کہا کہ ایسے نازک وقت کے اندیشہ اور ہمارے عذرات کو حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کر کے اس ارادہ سے باز رہنے کی اُن کو ترغیب دین۔ حضرت عمرؓ نے بہت اصرار سے کہا مگر حضرت ابوبکر نے نہ مانا۔ خطرے کے خیال اور اسامہ کی سرداری کے عذرات کا ایک ہی جواب تھا کہ آنحضرت صلعم کی تجویز کے سامنے وہ کچھ نہ سنین۔ لشکر نے کوچ کیا۔ حضرت عمرؓ بھی اُس مین شریک تھے حضرت ابوبکرؓ کو کم سے کم اُن کا اپنے سے علیحدہ کرنا گران گذرا۔ وہ بھی لشکر کو وداع کرنے ساتھ جا رہے تھے اسامہ سے کہا کہ "اگر تمھاری رضا ہو تو عمر میرے ساتھ شہر کو لوٹ جائین تاکہ اون سے

---

[۱] انلس اوف ارلی خلافت حاشیہ صفحہ ۶ [۲] لیف اوف محمد سرولیم میور صفحہ ۵۱۸۔

قوت اور مشورہ حاصل کرو ن[۱]" اسامہ نے اجازت دیدی۔

مدینہ کے لیے جو ایک بڑا خطرہ باقی تھا اُس کا وقت آن پہونچا۔ خود آنحضرت صلعم کی حیات مین بدکارون نے پیغمبری کا دعویٰ کرنے کا ایک نیا شوشہ نکال لیا تھا۔ اسود بن عیسیٰ کی اِس بدکاری کی سزا نے ابھی یمن کے ہنگامہ کو فرو نہین کیا تھا کہ آن حضرت صلعم کی وفات کی خبر نے ایسے مفسدون کو اور زیادہ گرم کر دیا۔ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ دو قوی غنیم اور کھلم کھلے مخالف تھے۔ باقی عرب بگڑ بیٹھنے کے واسطے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے کا بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا۔

عمال صدقات و زکوٰۃ خوف کے مارے بھاگے آتے تھے اور غدر اور بغاوت کی متوحش خبرین لا رہے تھے۔

عمرو بن العاص نے جس کو آن حضرت صلعم نے حجۃ الوداع سے جہان سے مختلف اطراف کی طرف قاصد بھیجے تھے عمان کی طرف بھیجا تھا واپس آکر تمام وسط عرب کے بغاوت اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے پر آمادہ ہونے کی خبرین سنا کر اور بھی متردد اور پریشان کر دیا۔ عمرو بن العاص مدینہ پہونچ کر اپنے دوستون کی ایک جماعت مین یہ دل شکن اور ہوش ربا حالات بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمر اُن پر پہنچے۔ اُن کے آنے پر سب خاموش ہو گئے۔ مگر حضرت عمر تاڑ گئے اور کہنے لگے کہ "مین خیال کرتا ہون کہ تم اعراب کی طرف سے جو خطرہ ہو گیا ہے اُس کا ذکر کر رہے تھے" جب اُنھون نے اقرار کیا کہ ہان یہی ذکر کر رہے تھے تو حضرت عمر نے اُن کو قسم دی کہ اِن خبرون کو مشہور کر کے لوگون کو بد دل نہ کرین اُن کے بھی دل بڑھاے اور کہا کہ "تم اِس کا کچھ خوف مت کرو۔ واللہ مین اُس سے نہین ڈرتا ہون جو تم عربون کے ہاتھ سے اُٹھاؤ گے بل کہ اُس سے ڈرتا ہون جو اعراب تمھارے ہاتھ سے اُٹھائین گے۔ اگر قریش کی جماعت تنہا ایک غار مین بھی گھسے گی تو اعرابی وہان بھی اُن کی پیروی کرین گے اور پیچھے چلین گے۔ وہ ایک کم حیثیت بھیڑ ہے پس تم خدا سے ڈرو اور اُن کے خوف کو دل مین جگہ نہ دو[۲]۔"

---

[۱] انلس آف ارلی خلافت صفحہ ۹ [۲] انلس آف ارلی خلافت حاشیہ صفحہ ۱۲۔

اَب اِن شور شون اور ہنگاموں کی خبریں پے در پے مدینہ پہونچنے لگیں۔ حضرت ابوبکر کو گو اسامہ کو تمام لشکر کے ساتھ باہر بھیج دینے کا افسوس ہوتا ہو مگر اس کو انھون نے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور بڑی ثابت قدمی سے شہر کی حفاظت مین مصروف رہے باغی تو مین مدینہ کے گرد جمع ہو گئیں طلیحہ کا بھائی فوج لے کر اُن کی مدد کو آن پہونچا۔ باغیون نے حضرت ابوبکر سے زکوٰۃ معاف کردینے کی درخواست مان لینے پر صلح کرنی چاہی مگر حضرت ابوبکر نے نہایت درشتی سے ہن کا جواب دیا۔ اعراب اس موقع پر شہر کی کمزوری کو تاڑ گئے تھے اور اُن کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے بھی خاص اصحاب کی مدد سے کوئی دقیقہ احتیاط اور حفاظت کا باقی نہ چھوڑا۔ شہر کے لوگون کو ہر وقت مسلح رہنے اور پھرنے کا حکم دیا۔ پہلے دن کی لڑائی مین تو کچھ فیصلہ نہ ہوا بلکہ مسلمانون کو کامیاب ہوکر پھر ہٹ جانا پڑا۔ دوسرے روز حضرت ابوبکر خود مقابلہ کو نکلے اور اس خطرے سے کامل نجات پاکر شہر کو لوٹے۔ اقوام عرب پر اس فتح کا عمدہ اثر ہوا اور اسامہ بھی لشکر کے ساتھ مدینہ مین واپس پہونچ گئے۔ اسامہ کو شہر کی حفاظت پر چھوڑ کر حضرت ابوبکر دوبارہ فوج لے کر ان باغی اقوام کو جو کچھ دور جا پڑی تھیں بھگانے اور منتشر کرنے کے واسطے خود نکل کھڑے ہوے۔ اور اُن کو اور اُن کی جمعیت کو شکستہ کرکے واپس آے۔ باغی اقوام طلیحہ کے ساتھ جاکر مل گئیں طلیحہ اور مسیلمہ کی قسمت مین اسلامی دنیا کے اُس بے نظیر سپہ سالار خالد "سیف اللہ" کے قوی اور زبردست اور ہیبت ناک ہاتھوں سے سزا پانا لکھا تھا۔ وہ اپنے کردار کی سزا کو پہونچے اور باقی بغاوتیں بھی دوسرے دلیر اور بہادر سرداران اسلام کے ہاتھوں فرو ہو گئیں اور ملک مین امن قائم ہو گیا۔ اِن واقعات مین سے مالک بن نویرہ کا واقعہ بیان کرنے کے لائق ہے مالک قبیلہ بنی تمیم کا رئیس تھا زکوٰۃ دینے سے انکار کرکے آمادہ پیکار ہو گیا تھا۔ خالد بنی اسد اور دوسرے قبائل کو مغلوب کرکے بنی تمیم کی طرف بڑھا۔ اکثر قبائل نے آکر اطاعت قبول کر لی۔ مالک نے اپنی کمزوری معلوم کر لی تھی۔ اور سجاحہ کے علیحدہ ہوجانے سے جو ایک مشہور عورت پیغمبری کی مدعیہ اور لشکر کثیر کے ساتھ مالک کے ساتھ شریک تھی اور اب مسیلمہ کذاب سے شادی کرکے اُس کے ساتھ جا ملی تھی مالک کا

دل چھوٹ گیا اور اطاعت کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اُس کے اطوار مخالفانہ نہ رہے تھے مگر خالد اُس کی طرف بڑھا جا رہا تھا گو حضرت ابوبکرؓ کا کوئی حکم صریح اس بارے مین نہ تھا اور اسی سبب سے انصار اس حملہ سے متفق نہ تھے۔ غرض خالد کے پہونچتے ہی مالک کی جمعیت شکستہ ہوگئی اور مالک اپنی بیوی اور چند آدمیون کے ساتھ آسانی سے گرفتار کر کے مسلمانون کے لشکر مین لایا گیا۔ اُس نے اقرار کیا کہ مین مسلمان ہون مگر اثنائے گفتگو مین خالد کے سلوک کی نسبت اُس کے مونھ سے نکل گیا کہ تمھارے صاحب (آنحضرت سے مراد ہے) نے کبھی ایسا حکم نہین دیا تھا"۔

خالد نے بھڑک کر جواب دیا کہ "وہ ہمارے صاحب تھے اور تیرے صاحب نہ تھے"۔ بعض مورخین کے مطابق یہ ہے کہ اُسی وقت خالد کے اشارے سے ضرار نے مالک کی گردن اُڑا دی[1] اور بعض کا قول ہے کہ صبح تک اُن کو مہلت دی گئی اور حفاظت مین رکھے گئے۔ سردی کی رات تھی خالد نے حکم دیا کہ اُن کو "کپڑے اُڑھا دو" مگر یہ ایک ذومعنی لفظ تھا کنعانی زبان مین اُس کے معنی یہ تھے کہ "مار ڈالو" ضرار نے جس کی محافظت مین یہ لوگ تھے سب کو معہ مالک کے تہ تیغ کر دیا۔ خالد شور و غل سُن کر وہان پہونچا مگر اُن کا کام تمام ہو چکا تھا اُس نے سوا اسکے کچھ نہ کہا کہ خدا کی مرضی کو کون روک سکتا ہے[2]۔ مالک کی بیوی لیلی نہایت حسین اور جمیلہ عورت تھی خالد نے وہین اُس سے نکاح کر لیا۔ یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ خلیفہ وقت کے سامنے پیش نہ ہوتا۔ ابو قتادہ انصاری جس نے خالد کے روبرو بھی نہایت سختی سے مزاحمت اور شکایت کی تھی مالک کے بھائی متمم کو لے کر مدینہ پہونچا اور حضرت عمرؓ کے روبرو قسم کھائی کہ مالک مسلمان تھا اور اُس کے لشکر مین سے اذان کی آواز سُنی گئی تھی اور زکوۃ دینے کو آمادہ تھا (حضرت ابوبکرؓ نے یہی نشان مسلمان کا مقرر کیا تھا) حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا اور اُن کی قطعی رائے یہی تھی کہ خالد نے ایک مسلمان کا ناحق خون کیا ہے اور اُس سے اس خون کا بدلہ لیا جانا چاہیے مگر حضرت ابوبکرؓ "سیف اللہ" کو نیام مین

---

[1] طبری فارسی نسخہ صفحہ ۴۴۴ ہسٹری اوف سرسینس مؤلفہ اوکلی۔ [2] انلس اوف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۴۳۔

کرنے کی جرأت نہین کر سکتے تھے۔ تاہم خالد طلب ہوا۔ اور مدینہ مین پہونچ کر سیدھا مسجد کی طرف حضرت ابوبکرؓ کے پاس چلا حضرت عمرؓ اُس کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوے اُس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ اے دشمن خدا تو نے کیون ایک مسلمان کو قتل کیا اور اُس کی عورت سے نکاح کر لیا۔ خالد کا جواب خاموشی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچ کر اُس نے تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا اطمینان ہو گیا اور سوا اسکے کہ مالک کی عورت کو میدان جنگ ہی مین نکاح کر لینے پر ملامت کی اور کچھ کہنا پسند نہ کیا۔ خالد کے لوٹتے ہوے اُس کے متکبرانہ کردار سے حضرت عمرؓ نے معلوم کر لیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اُس کا عذر تسلیم کر لیا ہے متمم اپنے دعوی پر اڑا رہا اور اپنے بھائی کے واقعہ کو نہایت دردناک اشعار مین نظم کر کے سناتا تھا حضرت عمرؓ نے کبھی خالد کی بے گناہی کو نہ مانا اور اس بات پر اصرار کرتے رہے کہ لشکر کی سرداری سے اُس کو معزول کر دیا جاے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ یہی جواب دیتے تھے کہ خالد کے حکم کے سمجھنے مین غلطی ہوئی ہے سیف اللہ بے گناہ ہے۔

مالک کا واقعہ نہ شاعرون کی قلم نے چھوڑا ہے نہ مورخون کی نگاہ نے۔ بعض نے تو یہان تک بیان کیا ہے کہ مالک نے اپنے قتل کا حکم پاکر خالد کی نگاہون اور اپنی عورت کے حسن و جمال کی طرف دیکھا تو کہا کہ میری موت کا بھید اس مین ہے۔ اس کا حُسن میری جان لے رہا ہے۔ خالد نے کہا کہ نہین تیرا کفر تیری جان کا دشمن ہے۔ گو اِس قسم کی روایتین صحیح نہ ہون مگر خالد کے مالک کی عورت سے اسی وقت نکاح کر لینے سے اُس کے قتل بے گناہ پر ایک ایسا قوی شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ مٹانے سے نہین مٹ سکتا۔ کم سے کم ایسی بے دردی سے اِس قسم کے آشوبناک واقعات کے درمیان مین نکاح کا خیال کرنا ایک مسلمان سپہ سالار کے وقار اور روش کے خلاف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی راے جو ابتدا مین خالد کو معزول کرنے کی نسبت قائم ہو چکی تھی آخر تک ویسی ہی رہی۔

یمامہ کی لڑائی مین جو اس واقعہ کے بعد خالد اور مسیلمہ کذاب کے درمیان ہوئی تھی مسلمانون کو اگرچہ مسیلمہ کی چالیس ہزار منظبوط فوج پر فتح حاصل ہوئی اور اِس فتنہ عظیم کے فرو کرنے مین کامیابی ہوئی

مگر اِس قدر نقصان اُٹھانا پڑا کہ مسلمانون کی تاریخ مین یہ سب سے پہلا آنا پڑا خونخوار حادثہ تھا۔ بارہ سو جانون کا نقصان ہوا۔ جن مین تین سو ساٹھ مہاجرین اور تین سو انصار تھے۔ خاص اصحاب رسول اللہ مین سے جنھون نے شربت اجل پیا اُن کی تعداد چالیس سے کم نہ تھی۔ زید بن خطاب حضرت عمرؓ کے بھائی اور ابو حذیفہ انھین اصحاب مین تھے۔ زید نے اگرچہ بہت بہادری دکھا کر جان دی اور مسلمانون کی فتح مین اُن کا کچھ کم حصہ نہ تھا مگر حضرت عمر کو نہایت رنج ہوا۔ مدینہ مین کوئی گھر نہ تھا جس سے رونے کی آواز نہ آتی ہو۔ مگر خالد نے اس میدان جنگ کو بھی اپنی عروسی اور نکاح کی یادگار بنانے مین تامل نہ کیا۔ مجاعہ ایک سردار بنی حنیفت کا جو خالد نے پکڑ رکھا تھا اُس کو کہا کہ اپنی بیٹی مجھے نکاح مین دیدے۔ اُس نے کہا صبر کر ایسی جلدی کرنے سے میری اور خلیفۂ وقت کی نظرون مین حقیر ہو جاؤ گے۔ مگر خالد نے اُس کو مجبور کیا اور اُس نے ناچار نکاح کر دیا[1]۔ ایک روایت مین ہے کہ خالد نے ہزار درہم کابین دیا۔ اور اُس وقت تک غنیمت تقسیم نہین ہوئی تھی۔ خالد کی عروسی کی رات بھی مگر لشکر مین بہت آدمی بھوکے سوے ہوے تھے زیاد بن عمرو نے تین شعر لکھکر اسی شکایت مین حضرت عمر کے پاس بھیجے جو حضرت ابو بکر کے سامنے پڑھے گئے[2]۔ گو یہ روایت اس درجہ تک صحیح نہ ہو مگر اس مین شک نہین کہ حضرت ابو بکر نے بھی خالد کی اِس بے اعتدالی کو تسلیم کیا اور نہایت رنج اور غصہ سے خالد کو نامہ لکھا جس کے حرفون سے خون ٹپکتا تھا۔ اُس مین لکھا کہ تجھے اتنی فراغت ہے کہ اس طرح عروسی کرے اور بیت المال مین فساد کرے۔ بارہ سو مسلمانون کا خون تیرے سامنے گرا ہے جو اب تک خشک نہین ہوا ہے۔ خالد پر جو اس نامہ کا اثر ہوا وہ اسی قدر تھا کہ اُسنے کہا کہ یہ عمر کا کام ہے[3]۔ حضرت ابو بکر آمادہ ہو گئے تھے کہ خالد کو معزول کر کے واپس بلالین مگر کسی مصلحت سے وہ اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکے۔

حضرت ابو بکر کے زمانۂ خلافت مین حضرت عمرؓ صرف اُن کے مشیر اور صلاح کار ہی نہین تھے بلکہ خلافہ کے ساتھ امور خلافت کے انجام دینے مین شریک مساوی تھے۔ اور اگر یہ کہا جا سے

[1] انلس آدف ارلی خلافت صفحہ ۹۴ [2] طبری فارسی نسخہ۔ [3] طبری فارسی نسخہ۔

کہ حضرت ابوبکر برائے نام خلافت کرتے تھے اور درحقیقت تمام کام کو حضرت عمر ہی انجام دیتے تھے تاہم غلط نہ ہوگا۔ سر سید احمد خان صاحب کا قول ہے کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانۂ خلافت تو شمار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ درحقیقت وہ زمانہ بھی حضرت عمرؓ ہی کی خلافت کا تھا اور وہی بالکل دخیل اور منتظم تھے[1]"۔

سر ولیم میور کا قول ہے کہ "حضرت ابوبکر کو حضرت عمرؓ کے مشورہ اور صلاح پر اس قدر بھروسہ اور اعتماد تھا اور ان کا فیصلہ (سوائے چند خاص مثالوں کے) ان کے نزدیک اتنا وزن رکھتا تھا کہ ان کو خلافت اور حکومت میں شریک کہا جا سکتا ہے[2]"۔

ان اقوال کی تشریح ایک واقعہ سے بخوبی ہو سکتی ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ ان میں موجود نہ تھے عتبہ بن حصین اور اقرع بن حابس دو شخص حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہمارے مسکن کے قریب کچھ بنجر اور ناقابل زراعت زمین پڑی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں تردد کر کے زراعت کریں حضرت ابوبکر نے اپنے ہم جلیس اصحاب سے مشورہ لیا انھوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں پس ان کو ایک سند اس مضمون کی دیدی گئی جس پر اصحاب موجودہ میں سے کئی آدمیوں کی تصدیق اور دستخط ثبت ہوئے۔ حضرت عمرؓ چونکہ وہاں موجود نہ تھے اور ان کے دستخط کرانا ضروری تھے وہ اس کاغذ کو لے کر حضرت عمرؓ کی طرف گئے حضرت عمر اس وقت اونٹوں کو تیل مل رہے تھے انھوں نے جب جا کر کیفیت بیان کی تو کہا ذرا صبر کرو میں فارغ ہو کر پڑھوں گا اور اگر جلدی ہے تو تم پڑھ کر سنادو۔ انھوں نے پڑھا حضرت عمرؓ نے سن کر کاغذ ہاتھ میں لے لیا اور لکھے ہوئے کو تھوک سے مٹا دیا۔ وہ دونوں نہایت برآشفتہ ہوئے اور حضرت ابوبکر کے پاس پہونچے کہنے لگے کہ "تو امیر ہے یا عمر" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ "نہیں وہی امیر" اسی اثنا میں حضرت عمرؓ بھی پہونچ گئے اور حضرت ابوبکر سے اس معاملہ میں بحث کرنے لگ گئے

---

[1] تصانیف احمدیہ جلد اول صفحہ ۴، [2] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۱۲۳۔

حضرت ابوبکرؓ نے آخر یہ کہا کہ مَین پہلے ہی سے کہتا تھا کہ خلافت کے کام کے واسطے تو مجھ سے زیادہ قوی ہے مگر تو نے مجھے مجبور کیا تھا"[۵۱] حضرت عمرؓ کا یہ اختلاف ایک بہت بڑی مصلحت پر مبنی تھا جو آیندہ بیان ہوگی۔

سر ولیم میور اس واقعہ کو دوسری طرح بیان کرتا ہے کہ زبرقان اور اقرع دو سردارون نے حضرت ابوبکرؓ سے بحرین کا عشر جمع کرنے کی عمالی کی سند اس شرط پر حاصل کر لی کہ اس کام کے دیانت داری سے انجام پانے کے وہ خود ذمہ دار ہون گے۔ یہ سند حضرت عمرؓ کو دکھلائی گئی انھون نے غصہ ہو کر جس کا سبب ظاہرا یہ تھا کہ اقرع منافق رہ چکا تھا اُس کو پھاڑ ڈالا۔ طلحہ جس کی وساطت سے یہ معاملہ ہوا تھا حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچا اور جا کر سوال کیا کہ "تو امیر ہے یا عمرؓ"۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ "عمر مگر میری اطاعت لازم ہے"۔ سر ولیم میور لکھتے ہین کہ اس واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا خلافت مین کس درجہ تک دخل اور اثر تھا[۵۲]۔ حضرت ابوبکرؓ خود کہا کرتے تھے کہ خاص اصحاب اور حضرت عمرؓ کو نہ صرف اُن کے پاس ادب کے لحاظ سے کسی کام اور حکومت پر باہر نہین بھیجتے بلکہ خلافت کے کام مین وہ اُن کے دست و بازو ہین[۵۳]۔ اسامہ کے ساتھ تمام اصحاب کو بھیج دیا تھا مگر حضرت عمرؓ کے مدینہ مین رہنے کی اسامہ سے اجازت لے لی تھی۔ غرض حضرت ابوبکرؓ کی دو سالہ خلافت کی کامیابی مین حضرت عمرؓ کا کچھ کم استحقاق نہین ہے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین اُن کے مقرر کرنے سے مدینہ کے قاضی بھی تھے گو کام کچھ نہ تھا مگر اسلام مین وُہ سب سے پہلے قاضی تھے اور اس عہدے کو اُن کے سبب سے یہ عزت اور فخر حاصل ہے۔

حضرت ابوبکر کی خلافت کا پہلا سال تو اندرونی بغاوتون کے فرو کرنے اور فتنہ و فساد کے رفع کرنے اور نفاق و کفر کی آگ بجھانے مین گذر گیا۔ جب اِن کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تو سب سے پہلا خیال اُن دلون مین جو نور اسلام سے منور اور روشن ہوئے تھے سوائے اِس کے کیا پیدا

---

[۵۱] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا حصہ دوم صفحہ ۱۹۵۔ [۵۲] انلس اوف ارلی خلافت حاشیہ صفحہ ۵۔

[۵۳] انلس صفحہ ۱۹۔

ہو سکتا تھا کہ اُن کے ملک کے اطراف وجوانب مین جو قومین اور جو ملک کفر وضلالت کی تاریکی مین خستہ وخراب پڑے ہوئے تھے اُن کو بھی اُس مبارک روشنی کی چمک دکھائین اور اُن تمام مذموم عیوب اور برائیون سے جن مین وہ پھنس گئے تھے نکال کر خدا کی اس سب سے بڑی رحمت اور نعمت کی طرف راہ نمائی کرین - اسلام کے دائرے کو جیسا کہ مشیت ایزدی کا ارادہ ہو چکا تھا وسیع کرین اور اس عالمگیر دین کو دنیا کے اطراف مین مشتہر اور شایع کر کے منشاء ایزدی کو پورا کرین - شمال ومغرب مین اگرچہ سرحد شام کی اقوام کی بدعہدی اسلامی ہتھیارون کی دعوت کر رہی تھی اور شمال ومشرق مین یہ ظاہر عیسائی عرب اقوام سے نظر آئے گے نہین پڑتی تھی مگر درحقیقت ایران اور شام کے کسرائے ایران اور قیصران روم کی سلطنتین جو مشرق اور مغرب مین دو بڑی اور دو ہی بڑی سلطنتین تھین علم اسلام کے واسطے مقسوم ہو چکی تھین وہ اپنے وقت مین اپنی بزرگی اور شان وشوکت مین آسمان کے ستارے ہو کر چمکی تھین مگر اب ظلم اور تاریکی اور دنیا کی منتخب برائیون کا مسکن اور مقام تھین اور قانون الٰہی کے رو سے ہی اُن کا استحقاق اُس نبی کریم کی امت مرحوم اور مغفور کو پہونچتا تھا جن کے انعامون مین اُس سب سے بڑی نعمت الٰہی کے ساتھ لازم وملزوم ہونے کے سبب سے وعدہ کی گئی تھین تھوڑا ہی عرصہ پہلے کسرٰی ایران اور قیصر روم ایک دوسرے کے مقابلہ مین اپنی قوتون اور زورون کو جنگ کی ترازو مین تول چکے تھے اور قیصر روم نینوا کے میدان مین ایران سے بازی جیت چکا تھا اور اپنے پلہ کو بھاری کر لینے کا فخر حاصل کر چکا تھا - اس کے بعد ایران مین جو بدعملی پھیل گئی تھی اُس کے دورے سے نجات حاصل کرنے کے لیے اور قیصر جس خواب غفلت مین سو گیا تھا اُس سے بیدار ہونے کے واسطے اُن ہاتھون کا انتظار کر رہے تھے جو اُن سے بہت دور نہین تھے - حضرت ابوبکر کے زمانہ کی جزوی فتوحات کو حضرت عمرؓ کے زمانہ کی فتوحات کو مکمل کرنے اور سلسلۂ فتوحات کے قابل فہم بنانے کے واسطے بیان کرنا ضرور ہے - اور ویسے بھی حضرت عمرؓ کا حق ہے کہ اس زمانہ کی فتوحات اُن کے تذکرے مین اُس اختصار کے ساتھ جو ہم نے بالعموم ضتیار کیا ہے بیان کی جاوین -

مثنی بن حارث سواد مین مسلمانون کی طرف سے کام شروع کر چکا تھا مگر اُس کے مقابلہ مین جو قومین جمع ہو رہی تھین اُن کے واسطے وہ اپنی اکیلی جمعیت کے ساتھ کافی نہ تھا۔ پس سنہ ۱۲ھ کے شروع مین خالد اور عیاض بن غنم اپنی جزوی فوجون کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہوے خالد کا کام سواد مین مثنی کے ساتھ ابلہ سے گذر کر حیرہ مین پہونچنے کا تھا اور عیاض دومۃ الجندل سے ہوتا ہوا حیرہ مین پہونچنے والا تھا۔ خالد کے قوی اور ناقابل مزاحمت بازوؤن کے ساتھ اُس کی کامیابی ایسی دم ساز تھی کہ اُس سے مقابلہ کرنا بجاے خود بدبختی اور شامت کی دلیل تھی۔ خالد نے ایک سردار ہرمز کو جو کسریٰ ایران (شاہ ایران) کا نام نہاد نائب تھا اسلام خراج یا جنگ کا پیغام بھیجا۔ ہرمز ایسے عجیب پیام سے اگرچہ چونکا اور کسریٰ کے پاس اس کی خبر بھیجی مگر عربون کی ایسی خفیف فوج کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا جنگ کے واسطے نکل کھڑا ہوا اور آراستہ فوجون کے درمیان مین خالد کو اپنے مقابلہ مین مبارزہ کے واسطے طلب کیا۔ خالد اُس سلیتن قوی جوان سے اکیلے دست بدست لڑنے کے واسطے نکلا۔ ہرمز نے اگرچہ فریب سے کمین مین آدمی بٹھا رکھے تھے[۱] مگر خالد نے پچھاڑ کر اُس کا کام تمام کر دیا اور اُس کا سر کاٹ کر لشکر عجم مین پھینک دیا۔ دونون لشکرون مین بڑے جوش کی لڑائی ہوئی مگر عجمی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اور اپنا مال اسباب جس مین ہرمز کا ایک مرصع تاج بھی تھا۔ اور ایک ہاتھی مسلمانون کے واسطے چھوڑ گئے جس کا خمس معہ تاج اور ہاتھی کے مدینہ بھیجا گیا۔

شاہ ایران نے ہرمز کی عرضی پہونچنے پر ایک بڑی فوج ایک شاہزادہ کے ماتحت اُس کی امداد کو بھیجی۔ مگر وہ بھی شکست کھا کر پسپا ہو گئی۔ اب شاہ ایران کے کان کھڑے ہوے اور عربون کے مقابلہ کے واسطے اپنی سلطنت سے عربون بنی بکر وغیرہ کی ایک فوج بھرتی کر کے ایک مشہور جرنیل بہمن کے زیر حکم مسلمانون کے مقابلہ مین بھیجی۔ مگر اُس کی قسمت بھی پہلی فوجون سے کچھ اچھی نہ تھی۔ خالد کو پے در پے فتوحات حاصل ہو رہی تھین۔ لیس کی لڑائی مین اُس نے

[۱] دی خلافت اٹس رائیز ڈیکلائین اینڈ فال (عروج و زوال خلافت) مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۲۔

ایک زیادتی بھی کی کہ قسم کھائی تھی کہ فتح حاصل کر کے دشمن کے خون سے دریا بہاؤن گا۔ اور اپنی قسم کو پورا کرنے کے واسطے لڑائی کے قیدی بہت سے قتل کر ڈالے مگران روایتون مین جس قدر مبالغہ ہے اُس کو سر ولیم میور بھی نہین مانتے[1]۔ اب حیرہ کا رستہ صاف ہو گیا تھا۔ خالد نے بڑھ کے محاصرہ کر لیا حیرہ بابل کے مغرب کی جانب دشت شام کے کنارے پر ایک عربون کی جدا گانہ بستی تھی اور برائے نام اُس کو فارس سے ساتھ تعلق تھا۔ وہان کا بادشاہ کسریٰ ایران کا نائب کہلا کر عراق عرب پر حکومت کرتا تھا تیسری صدی عیسوی کے شروع مین عیسائی اپنے مذہبی عمال کے مظالم سے تنگ آکر حیرہ کے عربون کے پاس پناہ گزین ہو گئے تھے اور آنحضرت صلعم کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد حیرہ کا بادشاہ عیسائی ہو گیا تھا۔ شہر نہایت مضبوط اور بڑا عالیشان تھا اور اسی کا خالد نے محاصرہ کیا تھا۔

اہل حیرہ بے بادشاہ عرصہ تک محصور رہے مگر آخر جیزیہ دینا منظور کر کے صلح کر لی مسلمان حسب دستور اُن کی اور اُن کے شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہوئے۔ اُن کے مذہب سے کوئی تعرض نہین کیا گیا۔ وہ اپنے آبائی دین پر عیسائی رہے[2] حیرہ کو خالد نے اپنا صدر مقام قرار دیا اور ایک سال تک رہا۔

حیرہ سے فارغ ہو کر خالد نے انبار اور عین التمر کو فتح کیا اور عجم کی فوج اور عرب کی بنی بکر اور بنی عجل اور بنی تغلب کے ملے ہوئے لشکرون کو بڑی بہادری سے مغلوب کیا انبار کو صلح پر چھوڑ دیا اور عین التمر کی لڑائی مین عقبہ ایک عرب سردار کے سر کو خالد نے بڑھ کے اپنی بغل مین دبا لیا اور کھینچ کر گھوڑے پر سے اُٹھا کے اپنے لشکر مین لے آیا۔ جو دشمن کی شکست کا دیباچہ تھا

خالد اور عیاض ایک ہی وقت مین حیرہ پہونچنے کے واسطے چلے تھے خالد تو توقع سے زیادہ کام کر چکا تھا مگر عیاض دومۃ الجندل مین دشمن کا محاصرہ کیے ہوئے نہایت ناکام پڑا ہوا تھا جب اُس کی طرف سے ناامیدی ہوئی تو خالد کا مونھہ تکنا پڑا۔ خالد نے اپنے ایک بہادر افسر

[1] دی خلافت (عروج وزوال خلافت) مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۵ [2] دی خلافت صفحہ ۵۷۔

قعقاع کو حیرہ پر مقرر کیا اور دوسرے مقامات مفتوحہ کی سپردگی کر کے ریگستان مین سے گذر کر دومۃ الجندل کو روانہ ہوا۔ اکیدر اور جودی دومۃ الجندل کے سردار تھے۔ بنی کلب اور بنی غسان جن کا سردار جبلا عیسائی بادشاہ والی بصری تھا اور اور عرب کے قبائل ان کی امداد کو جمع تھے۔ خالد کی آمد سن کر سب کے چھکے چھوٹ گئے بقول سر ولیم میور کے "خالد کی آمد نے صورت حال کو تبدیل کر دیا۔ اُس کا نام ہی قوت کا برج تھا" [۱]

اکیدر نے جو پہلے سے خالد کے قوت بازو دیکھ چکا تھا اور اُس کے ہاتھون قید ہو کر مدینہ گیا تھا بہت خوف زدہ ہو کر ہتھیار چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ مگر راستہ ہی مین پکڑا گیا جودی اور اُس کے مددگارون کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی شکست کھا کر سب بھاگ گئے جبلا بصری کو فرار ہو گیا۔ خالد نے تیسری دفعہ میدان جنگ پر جودی کی بیٹی سے شادی کی۔ مگر حیرہ کی خبرون نے اُسے اطمینان سے نہ بیٹھنے دیا۔ قبائل عرب اور بنی تغلب خالد کی غیر حاضری کو غنیمت سمجھ کر چھیڑ چھاڑ کرنے لگ گئے تھے۔ خالد طوفان کی طرح واپس پہونچا اور اُس کا آنا ہی اُن کی شکست کی دلیل تھی۔ یہ شکستہ فوجین جمع ہو ہو کر مقابلہ کے واسطے قلعون مین اُڑ اُڑ بیٹھتی تھین۔ مگر خالد قضا کی طرح اُن کے پیچھے تھا بہت سی لڑائیان اُن سے لڑا اور اُن کو شکستین دین جن مین سے حافر اور خصوصاً فراض کی لڑائی مشہور ہے۔

اَب کوئی دشمن ظاہرا میدان مین نہ رہا۔ خالد کو ایک اور بے احتیاطی کی سوجھی ذالحجہ کا مہینہ تھا۔ خالد کو حج کرنے کا خیال آیا۔ فوج کو چھوڑ کر بغیر راہنما اور بدرقہ کے ریگستان سے گذرتا ہوا بلا اطلاع مکہ پہونچا اور دیسی ہے بلا شناخت حج کر کے لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے آخر اس امر کو معلوم کر لیا اور خالد کی بے احتیاطی پر ملامت کی۔

شام

حدود عراق اور سواد کو چھوڑ کر ہم شام کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔ سب سے پہلی فوج خالد بن سعید

[۱] دی خلافت۔ الخ صفحہ ۶۱۔

کے ماتحت شام کو بھیجی گئی تھی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ خالد بن سعید کو سردار بنا کر بھیجنے کے مخالف تھے مگر حضرت ابوبکرؓ نے نہ مانا اور اسی کو بھیجا۔ ابتدا مین تو اس کو کسی قدر کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر دور نکل جانے سے گھبرایا اور مدد مانگی۔ اوسی زمانہ مین جنوبی عرب کی بغاوتین فرو کرکے مسلمانون کے لشکر مدینہ کو واپس پہونچ رہے تھے ان کو عکرمہ او رذو الکلاع حمیری کے ماتحت خالد بن سعید کی مدد کو بھیجا گیا۔ اس کے بعد ولید اور عمرو بن العاص کو بھی سرحد شام کی طرف روانہ کیا گیا۔ ولید خالد کے ساتھ شریک ہونے اور عمرو بن العاصؓ فلسطین کے جنوب مین کام کرنے کے واسطے۔

خالد بن سعید کمک کے پہونچ جانے پر اس احتیاط کو جس کی اس کو ہدایت کی گئی تھی بھول گیا اور بڑھتے ہوئے سرعت پر شکست کھا کر بھاگ نکلا حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ کی رائے کے خلاف اپنے اس انتخاب پر اب افسوس ہوا اور نئی فوج چار نئے سردارون کے ماتحت شام کو روانہ کی شرحبیل بن حسنہ کو ولید کی جگہ جو خالد بن سعید کے ساتھ شکست کھانے مین شریک تھا بھیجا۔ وہ شکستہ اور پراگندہ فوج کو جمع کرکے اور ساتھ لے کر سب سے آگے بڑھا۔ یزید بن سفیان اور ابو عبیدہ بن جراح اور عمرو بن العاص باقی تین مستقل افسر تھے اور سرحد شام پر مختلف اطراف و امصار یعنی اردن۔ دمشق اور فلسطین پر بڑھے۔

شام کی اس فوج مین ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس مین کم سے کم ایک ہزار اصحاب رسول اللہؐ شریک تھے۔ خاص اصحاب مین سے سو سے کم نہ ہونگے اور تین سو اہل بدر مین تھے۔ ان کی خاص عزت اور توقیر یہ تھی کہ جس کے ماتحت وہ چاہین کام کرین اور انکا وصف یہ تھا کہ بلا خیال رتبہ کے جس کے ماتحت کام کرتے تھے نہایت تابعداری اور جانفشانی سے کرتے تھے۔ عکرمہ پہلے سے شام مین تھا۔ یہ پانچون افسر جا بجا اپنا کام بہت استقلال سے کر رہے تھے۔

ان کی کامیابیون کو اور افواج شام کی شکستون کی پے در پے خبرون نے آخرکار ہرقل کو ڈرا دیا۔ اور اس خواب غفلت سے جس مین وہ ایران کو جیت کر پڑا ہوا تھا بیدار کر دیا۔ حمص مین

آکر ایک بہت بڑی فوج چار حصون مین اس تند حملے کے روکنے کے واسطے روانہ کی ۔ سب سے بڑا حصہ جو تعداد مین نوے ہزار تھا اپنے بھائی تھیوڈرک کے ماتحت روانہ کیا ۔ مسلمان بھی ایسی کثیر فوج کی خبرون سے چونکے اور اپنی منقسم طاقتون کو یکجا کرنے لگے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی آخر اسی امر کو پسند کیا اور ہدایت کی کہ سب اکٹھے ہوکر دریاے یرموک کے کنارون پر جو گلیلی کے مشرق مین دمشق اور بصریٰ کے درمیان واقع ہے اور جو قدرت نے سب سے بڑا میدان کارزار اور شام کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا مقام مقرر کیا تھا ٹھہرین ۔ یونانیون یعنی اہل شام نے بھی اپنی مصلحت کے خیال سے اپنی افواج کو یکجا اکٹھا کر لیا ۔ اور مل کر مسلمانون کے مقابلے مین دامن کوہ مین جا پڑے ۔ باہم لڑائی شروع ہوگئی مگر بلا نتیجہ ۔ اسی طرح دو ماہ گذر گئے اور فوجین ایک دوسرے کے مقابلہ مین پڑی رہین ۔ حضرت ابوبکرؓ نہایت متردد تھے اور آخرکار حضرت عمرؓ کے مشورے سے یہ قرار پایا کہ خالد بن ولید کے فتح مند بازوؤن سے کام لیا جاے اور اس کی خدمات فی الحال عراق سے شام کو تبدیل کردی جائین ۔ پس خالد کے نام حکم لکھا گیا کہ شام کے مسلمانون کی فوج بے دل ہے خالد ان کی امداد کے واسطے جاے ۔ نصف فوج مثنیٰ کے زیر حکم عراق مین چھوڑ جاے اور نصف اپنے ساتھ لے جاے ۔ احتیاط کے واسطے بہت تاکید کی گئی ۔ خالد کو جو اپنی نسبت حضرت عمرؓ کی طرف سے بدظنی کا خیال تھا اس حکم کو اس پر محمول کیا اور کہا کہ عمرؓ میرے ہاتھون سے عجم کی فتح نہین چاہتا ۔ مگر یہ غلط خیال تھا ۔ درحقیقت مسلمانون کی ضرورت خالد کو شام مین پکار رہی تھی بصرہ سے یرموک کو سفر کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا ۔ بڑا کٹھن راستہ اور بیابان ریگستان صحراے شام سامنے پڑا تھا ۔ ایک اور مشکل یہ تھی کہ اگر سیدھا شمالی راستہ سے جاتا تو راستہ مین اہل شام کے ساتھ لڑائی مین رک جانے اور یرموک جلدی پہونچنے سے پچھڑ جانے کا خوف تھا ۔ نو ہزار فوج ساتھ تھی اور سب کو لے کر پہونچنا تھا ۔ منتخب فوج کو ساتھ لے کر اور باقی کو پیچھے آنے کے واسطے چھوڑ کر خالد دوبارہ اس ریگستان بیابان کو طے کرکے نفد کے راستہ دومۃ الجندل مین پہونچا ۔ وہان سے بصریٰ قریب تھا مگر مزاحمت کے خوف سے تدمور کے راستہ کے خشک اور بے آب

ریگستان کا سفر اختیار کیا۔ درحقیقت اس ریت کے بے پایان سمندر کو طے کرکے نکلنا اسی شیر نیستان شجاعت اور شیر بیشۂ جلادت و تہور کا کام تھا اور جس حکمت سے یہ منزلیں طے کین ایک حیرت انگیز افسانہ کا مضمون ہین کہ اونٹون کو پانی پلا کر اُن کے مونہہ باندھ دیئے اور راستہ مین اُن کے پیٹ چاک کرکے اُس پانی سے گھوڑون اور اونٹون کو زندہ نکال کر لے گئے۔ چند ہی ہفتون مین اس مہینون کے راستہ کو طے کرکے ۱۳ھ ماہ جمادی الاول کے شروع مین تدمر مین دمشق سے سو میل مشرق کی طرف جا نکلا اور یکبارگی حملہ کرکے شہر کے حواس باختہ لشکر کو فتح کر لیا اور حوران سے ہوتا ہوا مسلمانون کے لشکر سے جا ملا[1]۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو مطلع کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اس اثنا مین نئی فوجین بھرتی کرکے بھیجتے رہے تھے۔ اب مجموعی تعداد مسلمانون کے لشکر کی چھتیس ہزار تک پہونچ گئی تھی۔ مگر یونانیون کی فوج بڑھتے بڑھتے اڑھائی لاکھ تک شمار مین خیال کی جاتی تھی۔ جزوی اور بے نتیجہ لڑائیون مین جو ایک مہینے تک ہوتی رہین خالد نے ایک بڑا سقم معلوم کیا کہ مسلمانون کی فوج کا ایک سپہ سالار نہ تھا۔ جدا جدا افسرون کے ماتحت اور اپنی اپنی مصلحت سے کسی فیصلہ تک نہین پہونچنے دیتا تھا۔ خالد نے یہ سقم سب افسرون کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ ہر ایک شخص گو باری باری سے فوج کی اعلیٰ حکومت پر ایک ایک دن کے لیئے مقرر ہو مگر ایک

[1] شام کے آغاز فتوحات سے لے کر جنگ اجنادین تک روایات اور تاریخ مین نہایت اختلاف ہے۔ اوکلے اور ارونگ وغیرہ انگریزی مورخ جن مین کاسن ڈی پرسی دل اور گبن مورخ اعظم بھی شامل ہین جو فتوح شام واقدی کے مترجم اور پیرو ہین خالد کا اوسی زمانہ مین جب کہ مسلمانون کی فوج نے شام مین کام شروع کیا تھا آنا اور بصریٰ کی فتح مین شرجبیل کو مدد دینا اور بصریٰ کا فتح کرنا اور اس کے بعد دمشق اور اجنادین اور کئی اور لڑائیون کے بعد جنگ یرموک کا حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین واقعہ ہونا اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کو اس سے پہلے فتح دمشق کے زمانے مین بیان کیا ہے۔ مگر دوسرے معتبر مورخ مثلاً سر ولیم میور اور گلمین وغیرہ جو طبری اور ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ کے معتقد اور خوشہ چین ہین وہ بصریٰ کا کے واقعہ کا کہین ذکر نہین کرتے اور واقعات کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہین جو کہ ہم بوجہ اُن کے معتبر ہونے کے بیان کر رہے ہین۔ بعض مولفون مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے اس خلط واقعات سے یرموک کی لڑائی کا دو دفعہ ہونا خیال کیا ہے مگر یہ غلط ہے۔ بہرحال یہ واقعات کی تقدیم تاخیر ہے اور واقدی کی نسبت جس کے واقعات گو جیسا کہ واشنگٹن ارونگ کی رائے ہے صحیح ہون افسانون مین بیان کرنے کے واسطے زیادہ موزون ہین یہی ترتیب معتبر ہے۔ مؤلف —

انتظام کے نیچے فوج کو مجموعی قوت سے لڑانا چاہیئے۔

اِس تجویز کو سب نے منظور کیا اور خالد نے پہلے دن اعلی افسری اپنے ہاتھ مین لے کر نہایت مناسب انتظام کیا۔ فوج کو چالیس دستون مین تقسیم کر کے دلیر افسرون کے ماتحت منقسم کیا اور اُن پر ممتاز افسر مقرر کیے۔ یہ انتظام نہایت وقت پر ہوا کیونکہ یونانی بھی ایک آخری فیصلہ کے خیال سے سخت سے سخت حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے اور ایک ایسے جم غفیر اور عدد کثیر کے ساتھ بڑھے کہ میدان کے اطراف مین اندھیرا چھا گیا۔ اسی اثنا مین خالد کے پاس مدینہ سے ایک قاصد نامہ لیئے ہوئے پہونچا جس کو خالد نے سرسری نظر سے پڑھ کے ترکش مین ڈال دیا اور قاصد کو خاموش رہنے کے لیئے ہدایت کر کے فوج کا مدینہ کی خیر و عافیت اور کمک کے پیچھے آنے کی خبر سے اطمینان کر دیا۔

لڑائی جس سختی اور خون ریزی کے ساتھ ہوئی اوس کو تفصیلاً بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ مسلمان افسرون نے اور خصوصاً عکرمہ اور قعقاع اور خالد کے بہادر عزیز اور ہم مزاج ساتھی بیدھڑ ضرار نے وہ وہ بہادریان اور جان بازیان دکھلائین کہ چشم فلک نے بھی بہت کم دیکھی تھین خالد کی دلیرانہ ثابت قدمی اور آزمودہ کاری نے آخر میدان جیت لیا۔ لڑائی کی سختی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ یونانیون کے ایک لاکھ کشتون سے میدان اور خندق بھری پڑی تھی۔ مسلمانون کو بھی یہ فتح بہت گران نصیب ہوئی۔ تین ہزار آدمیون نے شربت مرگ چکھا اور بے شمار زخمی ہوئے۔ ابو سفیان کی آنکھ مین تیر لگا اور ضرار سخت زخمی ہوا۔ عکرمہ اور اُس کا باپ زخمون سے جان بر نہ ہوئے۔ اہل شام بے حساب غنیمت مسلمانون کے واسطے چھوڑ گئے جن مین تیس ہزار ریشمی سراپردہ تھے۔ ہر ایک سپاہی کا حصہ پندرہ سو دینار سے کم نہ تھا۔ اس فتح کا جو اثر ہوا بقول سر ولیم میور کے "یونانیون کی فوج کی ہیبت ناک قسمت نے دربار شام اور اہل شام کو خوف سے متوحش اور بے کل کر دیا۔ شام کی قسمت کے فیصلہ پر گویا مُہر لگ گئی تھی۔ اب ایک کم زور اور ضعیف مخالفت کے بغیر مقابلے کو

کچھ نہ رہا تھا[1]"

فتح کی تاریخ سنہ ۱۳ ھ مین ماہ رجب کا شنبہ کا روز مطابق شروع ستمبر سنہ ۶۳۴ ع تھی —

[1] دی خلافت ۔ الخ صفحہ ۹۰ —

چوتھا باب

حضرت عمرؓ کی خلافت

حضرت ابُوبکر کی وفات ۔ حضرت عمر کا استخلاف اور انتخاب ۔ فتوحات ایران ۔ شام ۔ مصر

خالد کو جو نامہ میدان جنگ مین مدینہ کے قاصد نے دیا تھا اور اوس نے پڑھکر اپنی ترکش مین ڈال دیا تھا اُس پر حضرت عمرؓ کی مہر تھی کیون کہ حضرت ابُوبکر کی وفات کی اوس مین خبر تھی ۔ مگر خالد نے ایسے نازک وقت مین بڑی دوراندیشی سے کام لیا اور اس وحشتناک خبر کو لشکر مین مشتہر نہ کیا ۔

حضرت ابوبکر جب بستر علالت پر ناتوان ہوگئے تو حضرت عمر کو اوُنھون نے نماز مین امامت کے واسطے کہا جو حضرت عمر کی آئندہ خلافت کی نسبت حضرت ابُوبکر کے خیال کا صاف اشارہ تھا ۔ حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرنے کا خیال حضرت ابُوبکر کا کوئی نیا خیال نہین تھا وہ تو گویا ابتدا ہی مین اِس کا فیصلہ کر چکے تھے ۔ البتہ باقاعدہ طور پر اس کو مشتہر کرنے کا خیال حضرت ابوبکرؓ کو اُسی وقت ہونا چاہیے تھا جب وہ زندگی سے مایوس ہوے ۔ انھون نے اپنی راے کو اصحاب رسول اللہؐ کی تائید سے مستحکم کرنے کے واسطے عبدالرحمٰن ابن عوف سے مشورۃً پوچھا کہ مین عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہون تیری کیا راے ہے ۔ اُس نے اِس ارادے اور حضرت عمرؓ کی نہایت تعریف کی ۔ مگر اُن کی درشتی طبیعت کی طرف اشارہ کیا جس کے جواب مین حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ " یہ اُس کی سختی اور درشتی اِس سبب سے ہے کہ میری طبیعت مین نرمی اور رحم زیادہ ہے جب والی امور ہوگا تو یہ طبیعت اُس کی بدل جاے گی ۔ مین نے بہت غور سے دیکھا ہے کہ اگر مین کسی شخص پر غصہ ہوتا تھا تو وہ اُس کی طرف سے سفارش کرتا تھا اور اگر مین کسی کے ساتھ زیادہ

نرمی کرتا تھا تو وہ سختی کی طرف مائل ہوتا تھا[۱]" حضرت عثمان سے جب رائے لی گئی تو اُنھون نے بھی اِس رائے کی تائید کی اور کہا کہ "جو کچھ عمر مین مخفی اور پوشیدہ ہے وہ اُس سے جو ظاہر ہوتا ہے بہت بہتر ہے اُس کا نظیر اور مساوی ہم مین موجود نہین ہے[۲]"

حضرت عثمانؓ سے اسی مضمون کی وصیت لکھوائی اور انصار و مہاجرین کو ملا کر اُس کا مضمون اُن مین مشتہر کیا اور سب کی عام رضامندی اور خوشنودی کے ساتھ اِس مبارک تقریب کو ختم کیا صرف طلحہ بن عبداللہ نے اُس جماعت مین سے اِس رائے کی مخالفت کی اور کہا۔ "کہ عمرؓ کے ہاتھ سے لوگ جس سختی مین تھے اُس کو جانتے ہو اور آج اُس کو خلیفہ مقرر کرتے ہو۔ خدا کے سامنے اِس کا کیا جواب دو گے" حضرت ابو بکر یہ سن کر جوش غضب سے بھڑک اُٹھے اور کہا کہ مجھے اُٹھاؤ اور نہایت غصہ سے طلحہ کو جواب دیا کہ "تو مجھے خدا کا نام لے کر ڈراتا ہے خدا کی قسم جب مین خدا کے سامنے جاؤن گا تو کہون گا کہ مین نے بہترین خلق کو تیری خلق پر خلیفہ کیا ہے[۳]" طلحہ کی اس مخالفت کی وجہ درحقیقت یہ نہ تھی کہ وہ سب سے الگ حضرت عمرؓ کے استخلاف مین کوئی نقص دیکھتا تھا بلکہ نفسانیت اور دعوی خلافت کے ذاتی حوصلہ یہ بات کہلا رہے تھے۔ خود حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ سے جو اُنھون نے حضرت عمرؓ کو اِس کے بعد وصیت کرتے ہوئے فرمائے ظاہر ہے کہ "اُن لوگون کو مین تیرے خلاف پاتا ہون جن کے اپنے پیٹ پھولے ہوئے ہین اور آنکھین لگ رہی ہین" حضرت ابوبکرؓ کا آخری کام حضرت عمرؓ کو بلا کر وصیت کرنے اور نرمی اور حلم کی طرف مائل ہونے کی تاکید کرنے کا تھا۔ اُن کے رحلت فرمانے کی تاریخ اکیس جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء تھی باوجود اِس صریح اور قطعی استخلاف کے لوگون سے حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کرانے کی ضرورت سمجھی گئی اور تین دن تک تمام شہر اور گرد نواح نے بیعت کی[۴]

فتوحات

---

[۱] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۱۱۷۔ وطبری [۲] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۱۱۷۔ وطبری۔ [۳] انلس الخ صفحہ ۱۱۵۔ وطبری صفحہ ۶۸ ہ [۴] انلس۔ الخ صفحہ ۱۲۵۔

حضرت عمرؓ کا سب سے پہلا کام لوگون کو اپنی آیندہ خلافت کی طرف سے اطمینان دلانے کے بعد عراق کے واسطے نئی فوج تیار کرنے کا تھا۔ مثنیٰ خالد کے عراق سے رخصت ہونے اور خود مختار سپہ سالاری اختیار کرنے کے بعد دس ہزار لشکر عجم کو جو ہرمز کے ماتحت میدان کو خالد سے خالی پانے کے حوصلہ پر ایران کے نئے پادشاہ شہریار کے حکم سے بڑھا تھا بابل کے میدان مین شکست فاش دے چکا تھا۔ اور ایرانیون کی اس نئی فوج کی ہاتھیون کی صف کو شکستہ کرنے کی بہادری اور حکمت مین نام پا چکا تھا۔ مگر مثنیٰ نے اپنی قلیل فوج اور جمعیت کو ایران کے آیندہ حملون کا مقابلہ کرنے اور فتوحات پر قدم جمائے رہنے کے واسطے کافی نہ سمجھ کر مدینہ سے بڑی تاکید سے کمک مانگی تھی۔ جب جواب مین دیر ہوئی تو اُس نے رفع تردد کے واسطے خود مدینہ پہونچنے کا ارادہ کیا اور پہونچ کر حضرت ابو بکرؓ کو بستر علالت پر پایا تھا۔ گو اُن کی بیماری کے سبب سے دیر ہو گئی تھی مگر حضرت ابو بکرؓ اس ضرورت کی طرف سے بے فکر نہین تھے انھون نے حضرت عمرؓ کو بلا کر سخت تاکید کی کہ میرے بعد تمھاری خلافت کا سب سے پہلی ساعت کا پہلا کام عراق کے واسطے فوج تیار کرنا اور بھیجنا ہوگا۔ اور حضرت عمرؓ نے اُن کے ارشاد کو پورا کرنے کے وعدے سے اطمینان دلا دیا تھا۔

پس حضرت عمرؓ کا سب سے پہلا کام ایک نئی فوج تیار کرنے کا تھا لیکن بقول سر ولیم میور کے ایرانیون کی قوت کا کچھ ایسا رعب لوگون پر چھا گیا تھا کہ کوئی آمادہ نہین ہوتا تھا[1]۔ مگر ممکن ہے اور اصلیت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ خالد کے اقبال مند اور فتح مند سایہ کے لشکر عراق سے اُٹھ جانے سے لوگون کے دل نہین جمتے تھے۔ وہ ایک شخص ہزاران ہزار فوج کے برابر تھا اور اُس کا وجود ہی کامیابی کی ضمانت تھی۔ غالباً اسی بے دلی کے سبب لوگ منظور نہین کرتے تھے جس کی غلطی سے یہ تعبیر کی جاتی ہے کہ خالد کے عہدہ سپہ سالاری سے معزول کر دینے کی وجہ سے لوگ دل شکستہ ہو گئے تھے اور نہین مانتے تھے[2]۔ لیکن یہ ایک بے اصل خیال معلوم ہوتا ہے کیون کہ جب بعد مین

[1] دی خلافت الخ صفحہ ۸۰ [2] طبری صفحہ ۲۶۹ -

لوگ تیار بھی ہوے تو شام کی فوج مین بھیجے جانے کی درخواست کرتے تھے اور عراق کی مہم مین جانا قبول نہین کرتے تھے اِس سے ظاہر ہے کہ خالد کے ساتھ شام مین کام کرنے سے خوش تھے مگر اُس کے بغیر عراق کو مثنیٰ کے ماتحت کام کرنے کے واسطے جو اگرچہ دلیری اور بہادری مین وہ بھی یکتا تھا اور بقول سر ولیم میور کے دنیا کے سب سے بڑے جنگ آور اور نامور سپہ سالارون مین جگہ پانے کا مستحق ہے[1] مگر ایک قبیلہ اعراب مین سے تھا اور قریش کی شرافت اُس کے جوہر ذاتی کے ساتھ شریک نہ تھی نہین جانا چاہتے تھے۔ بہرحال خود مثنیٰ نے بھی لوگون کو تحریک کی اور آخر کار ابو عبید بن مسعود طائف کا ایک دلیر شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور لوگ بھی جوق جوق آنے لگے جب ہزار آدمی کا ایک دستہ تیار ہو گیا تو ابو عبید کو اس سبب سے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے آمادگی ظاہر کی تھی قریش اور انصار پر ترجیح دی اور اُسی کو فسر مقرر کر کے مثنیٰ کے پیچھے جو جلدی پہونچنے کے واسطے واپس چلا گیا تھا روانہ کیا۔ ابو عبید کو اجازت دی گئی کہ اقوام اعراب مین سے جو لوگ بوجہ برگشتگی اور نفاق اختیار کر لینے کے گو وہ بعد مین تائب ہو چکے تھے اب تک فوج مین نہین بھرتی کیے جاتے تھے اب لشکر مین شریک کر لیے۔

اسی اثنا مین ایران مین کئی انقلاب ہو چکے تھے۔ شہر یار کے مرنے پر کشت و خون کے بعد بوران یا توران دخت بنت کسریٰ (پرویز) رستم بن فرخ زاد ایک نامی بہادر شخص کی حمایت سے جس کو اُسنے خراسان سے طلب کیا تھا تخت حاصل کرنے مین کامیاب ہوئی اور رستم کو سپہ سالار اور مختار مقرر کیا جس کا سب سے پہلا کام مسلمانون کو حدود ایران سے باہر کرنے کی کوشش کرنے کا تھا۔ اُس کی دلیری اور سرگرمی اور حوصلہ افزائی فی الواقع بہت کام کر گئی۔ لڑائی کے واسطے بڑے بڑے دہقان اُٹھ کھڑے ہوے اور عرب کی حکومت کو تمام ملک نے اپنے کندھون سے اُتار دیا اور مثنیٰ کو حیرہ چھوڑ کر مدینہ کے راستہ پر خفان مین ابو عبید کے انتظار مین ٹھہرنا پڑا رستم نے جابان اور نرسی نامی دو شخصون کو قوی لشکرون کے ساتھ حیرہ اور کسکر پر قبضہ کرنے

---

[1] دی خلافت الخ۔ صفحہ ۹۶ –

اور مسلمانون سے لڑنے کے واسطے بھیج دیا۔ ابو عبید کے ساتھ راستہ مین اقوام اعراب مین سے بہت سے لوگ شریک ہوگئے اور اون کی بھیڑ بھاڑ کو ساتھ لانے مین دیر ہوگئی۔ جب خفان مین پہونچا تو دو ایک روز ستا کر مجموعی فوج کو جابان کے مقابلہ کے واسطے میدان مین لایا اور اُس کو شکست دے کے مار ڈالا اور پھر کسکر کی طرف بڑھ کر نرسی کو جس کے ساتھ جالینوس ایک دوسرا افسر آٹھ ہزار فوج سے شریک ہوا تھا شکست دی اور ایک عارضی اطمینان کا مونھ دیکھا۔

ان شکستون سے بھڑک کر رستم نے ایک مشہور اور جنگ جو افسر بہمن کے ماتحت ایک کثیر لشکر جو تیس ہزار سے کم نہ تھا مسلمانون کے مقابلے کے واسطے روانہ کیا۔ اور درفش کاویانی کو کھول کر اُس کے سپرد کیا۔ دریاے فرات کے کنارے پر لشکر آن پڑا اور مسلمانون کی فوج دریا سے عبور کر کے دوسری جانب پڑی ہوئی تھی۔ ابو عبیدہ نے ایک پرخطا دلیری کی کہ باوجود لشکر کی مخالفت اور ممانعت کے دریا کے اُس پار جا کر لڑنا قبول کیا جہان زور آزمائی اور پیچھے ہٹنے کے لیے کافی جگہ ہی نہ تھی مسلمانون کی فوج دس ہزار سے کم تھی۔ اور ایرانی فوج کو ہاتھیون سے بہت تقویت تھی جن مین ایک بہت بڑا اسفید ہاتھی بھی تھا۔ مسلمانون نے ہاتھیون کی صف کا مقابلہ کر کے قریبًا بھگا دیا تھا کہ ابو عبیدہ نے اکیلے تلوار لیے ہوے سفید ہاتھی پر حملہ کیا۔ کوئی ضرب کاری نہ لگی اور ہاتھی نے سونڈ سے پکڑ کر پاؤن سے کچل ڈالا۔ پے در پے افسر مارے گئے اور مسلمانون کو بھاگنے سے روکنے کے واسطے دریا کا پل کاٹ دینے سے مسلمانون کو بھاگنے کا راستہ نہ رہا اور دریا مین کود کود کر بہ گئے۔ مثنیٰ جو اس وقت بطور ایک ماتحت افسر کے کام کر رہا تھا اِس حال کو معلوم کر کے برآشفتہ ہوا مگر غلطی لاعلاج تھی۔ شیر دل مثنیٰ نے اِس وقت بڑی جان بازی کا کام کیا۔ جھنڈا پکڑ کر ایرانیون اور مسلمانون کی فوج کے درمیان چند دلیرون کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور پکارا کہ جب تک مسلمانون کی فوج سلامت پار نہ اتر جاوے گی یہان سے نہ ہٹون گا۔[۲] پل کی مرمت کا حکم دیا اور سپاہ کو کہا کہ اطمینان سے اترو۔ اپنے آپ کو ضایع نہ کرو مین تمھاری حفاظت کرون گا۔[۱] اسی حال مین مثنیٰ کو ایک ایرانی

---

[۱] دی خلافت الخ۔ صفحہ ۹۰ و طبری۔ [۲] دی خلافت الخ۔ صفحہ ۹۰۔

جان نثاری مین کچھ فرق نہین آیا۔ اُس زمانہ کے اِس خیال نے کہ ایک گم نام قوم کا اعرابی قریش اور اصحاب رسول اللہ پر حکومت کرے حضرت عمرؓ کے واسطے مشکل کر دیا کہ اُس عہدے پر اُس کو برقرار رکھین۔ لیکن تعجب ہے کہ اسلامی مورخون مین سے جو نامور بہادران اسلام کی عزت کے خواہان ہین کسی نے اُس اپنے زمانہ کے ممتاز اور نامور شخص کے تنزل پر افسوس نہین کیا اور نہ اوس کو وہ رتبہ دیا ہے جس کا وہ مستحق تھا حالانکہ وہ دنیا کے سب سے بڑے سپہ سالارون مین جگہ پانے کا مستحق ہے[۱]۔"

شام

شام مین ہم مسلمانون کے فتح مند لشکر کو یرموک کے کنارون پر اُس خون خوار جنگ کے بعد اپنے مقتولون کو دفن کرنے اور مجروحون کا علاج کرنے اور بے شمار غنیمت کے تقسیم کرنے مین مصروف چھوڑ آئے ہین۔

حضرت عمرؓ کا پہلا کام افواج شام کی نسبت اُن کا ایک مستقل سپہ سالار مقرر کرنا تھا چنانچہ اُنھون نے ابوعبیدہ بن جراح "امین الامت" کو سپہ سالار اعظم مقرر کیا اور خالد اور دوسرے عہدہ دارون کو اون کے ماتحت کام کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم اُس پہلے نامہ کا مضمون ہو جو خالد کو میدان جنگ مین ملا تھا یا دوسرے کا۔ اور نامہ ابوعبیدہ کے نام ہو یا خالد کے مگر مورخین نے اس واقعہ کو ایک قابل بحث امر بنا دیا ہے۔ عام مقولہ یہ ہے کہ خالد کو شام کی سپہ سالاری اور امارت سے معزول کرکے ابوعبیدہ کو اُس کی جگہ مقرر کیا گیا۔ مگر اس کو کوئی ثابت نہین کر سکتا کہ خالد اس سے پہلے سپہ سالار اعظم یا امیر شام مقرر ہو چکا تھا۔ حضرت ابوبکر کے حکم کا مضمون شام مین مسلمانون کی فوج کی مدد کرنا اور فارغ ہو جانے پر عراق کو واپس بھیج دینے کا وعدہ تھا۔ ابن خلدون کی راے مین خالد سپہ سالار اعظم مقرر ہو چکا تھا۔ مگر یہ راے خلاف واقعہ ہے کیونکہ تمام مورخ اس امر پر متفق ہین کہ یرموک کی لڑائی مین خالد کی موجودگی کے زمانہ مین بھی ایک ماہ تک

---

[۱] اٰنلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۱۴۰ اور دی خلافت الخ صفحہ ۹۵ و ۹۶۔

تمام سرداران فوج اپنے لشکر کے ساتھ جدا جدا کام کر رہے تھے اور آخر یہی ایک سبب کمزوری اور ناکامی کا خیال کیا گیا تھا اور باری باری سے اعلیٰ حاکم اختیار کرنے کے انتظام پر خالد پہلے دن سپہ سالار ہوا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کو حکم کے لکھنے کے وقت یہ امر بھی معلوم نہین تھا۔ کیونکہ اس انتظام سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کا انتقال اور قاصد مدینہ سے نامہ لے کر روانہ ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے نامہ کے الفاظ سے جو معزولی کا مضمون پیدا ہوتا ہے وہ غالباً عراق کی سپہ سالاری سے معزولی تھی۔ کیونکہ خالد عراق مین سپہ سالار اعظم تھا اور اب اُس کی نسبت شام مین ابوعبیدہ کے ماتحت کام کرنے اور شام ہی مین رہنے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ اس سے بڑھ کر جو اختلاف روایات اور تاریخون مین ہے مثلاً یہ کہ تغیر اور انتظام فتح دمشق کے بعد ہوا یا یہ کہ ابوعبیدہ کو اس مضمون کا نامہ یرموک ہی مین مل گیا تھا لیکن خالد کی دل شکنی کے خیال سے اس نے فتح دمشق تک اُس کو ظاہر نہین کیا کسی طرح صحیح نہین معلوم ہوتا۔ اب یہ بات کہ حضرت عمرؓ کے اس حکم سے خالد کی حق تلفی ہوئی ہو اس سے بڑھ کر غلط رائے کوئی نہین ہو سکتی حضرت عمرؓ کے اس انتظام سے اُن کی انتہا درجہ کی دور اندیشی حسن تدبیر۔ ملک داری کی قابلیت۔ انصاف پسندی اور مصلحت بینی خدا ترسی اور خلق اللہ کی ہمدردی کا مادہ جو خدا نے اُن کو عطا کیا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ خالد دلیر اور بہادر اور جنگ جو تھا ایسا کہ اپنا نظیر نہین رکھتا تھا۔ مگر بداحتیاط اور بے خوف بھی نہایت درجہ کا تھا اُس کے ہاتھ جبر اور انصاف مین کوئی تمیز نہین کرتے تھے اُس کی زیادتیاں اور بے اعتدالیاں بارہا ثابت ہو چکی تھین۔ حضرت عمرؓ کی عدل اور انصاف سے بھری ہوئی تیز نگاہون نے اُس کی حرکات اور برتاؤ کو بہت غور سے دیکھا تھا اُس کو مطلق العنان اور آزاد چھوڑ دینا دانستہ انصاف سے چشم پوشی کرنا تھا پس نہایت تدبیر سے کام لیا گیا کہ اُس کو ابوعبیدہ کے ماتحت مقرر کیا گیا۔ خالد کی بہادری اور قوت بازو اور شجاعت بھی کام آگئی اور جس بے اعتدالی کا اُس کی طرف سے اندیشہ تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔ ابوعبیدہ گو اس درجہ کے دلیر اور مرد میدان نہ تھے مگر مسن اور نہایت تجربہ کار اور حلیم انصاف پسند

اور بامروت طبیعت کے بزرگ تھے اور اُن کے بااعتدال برتاؤ کی طرف سے کامل اطمینان تھا۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ ابوعبیدہ کے ماتحت کام کرنا خالد کے واسطے کسی دل شکنی یا ہتک کا باعث ہوسکتا تھا۔ ابوعبیدہ شرفاء قریش اور اصحاب کبار رسول اللہ صلعم مین سے آنحضرت صلعم کے وقت مین بہت سے خاص فضائل سے ممتاز ہوچکے تھے اور "امین الامت" کے معزز لقب سے ملقب ہوچکے تھے۔ اور اُن کا رتبہ اصحاب خاص کی نگاہون مین اس درجہ کا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ کی نسبت کہا تھا کہ ان دونون مین سے ایک کو خلیفہ منتخب کرلو۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے جب اپنا جانشین مقرر کرنے کا مشورہ کیا تو فرمایا تھا کہ اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو اُن کے سوائے کسی کو مقرر نہ کرتا[الف]۔ پس ایسے بزرگ رتبہ کے شخص کے ماتحت کام کرنا خالد کو کسی طرح ناگوار نہین ہوسکتا تھا اور نہ ہوا اور درحقیقت یہی وجہ خالد کو عراق مین واپس نہ بھیجنے کی تھی کیونکہ جس حال مین اُوس کو خودمختار اور مطلق العنان سپہ سالار اور امیر مقرر کرنا منظور نہ تھا تو سرداران فوج مین سے عراق اور شام مین صرف ابوعبیدہ ہی اس رتبہ اور پایہ کے شخص تھے کہ خالد اُن کے ماتحت خوشی سے کام کرتا۔ خالد کی اس اطاعت اور تابعداری اور اس تنزل سے کسی قسم کا دل پر ملال نہ لانے اور اُسی جوش اور سرگرمی سے کام کرنے کی تعریف کیجاتی ہے۔ ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہین مگر کہتے ہین کہ یہ اسلام کا ایک کرشمہ ربانی تھا۔ اگر سچ پوچھو تو خالد کے اس تنزل سے اُس کے سپہ سالاری کے عہدے مین ابوعبیدہ کے ماتحت ہونے سے کوئی فرق سوائے اس کے نہین آیا کہ اُس کی بداحتیاطی کے راستہ مین ایک روک کھڑی کردی گئی ورنہ فوجی اختیارات مین تو گویا وہی سپہ سالار رہا۔ سر ولیم میور کا قول ہے کہ "ابوعبیدہ نے جو خالد کی بے نظیر اور عدیم المثال جنگی قابلیت اور ہنرمندی کو جانتا تھا اور خود ایک حلیم اور نرم طبیعت رکھتا تھا اور جنگ جو نہ تھا بڑی دانائی اور فیاضی سے خالد سے کہا کہ اُس کی ہدایات کے مطابق عمل کرے گا اور پوری فرمان برداری کرے گا۔ خالد نے اپنی شکایات سے قطع نظر کرکے

[الف] طبری صفحہ ۵۱۵ —

اپنی بہترین لیاقتون کو ملک کی خدمت مین صرف کیا اور باوجودیکہ اُس کا تنزل عمل مین آیا مگر درحقیقت مسلمانون کا بڑا سپہ سالار شام مین وہی تھا"۔

مسلمانون نے یرموک کے میدان سے فارغ ہوکر اور ایک دستہ فوج یرموک مین عرب کے ساتھ خط و کتابت کے سلسلہ کو محفوظ اور جاری رکھنے کی غرض سے چھوڑ کر شمالی ممالک کی جانب رخ کیا راستہ مین معلوم ہوا کہ یونانیون کی شکستہ اور پراگندہ فوج کے سپاہی فلسطین مین جمع ہوکر ایک مضبوط لشکر بن گیا ہے حضرت عمرؓ سے اس کی کیفیت عرض کرکے ان کے حکم کے مطابق لشکر دمشق کو بڑھا اور اس جمع شدہ فوج کے روکے رکھنے کے واسطے ایک مضبوط دستہ فوج روانہ کردیا گیا۔ دمشق شام مین ایک نہایت مضبوط اور عالیشان شہر ہی نہین تھا بلکہ اس کو دنیا مین سب سے پرانا شہر ہونے پر جو زمانے کے انقلابون سے بچ رہا تھا فخر تھا۔ قیصر نے مسلمانون کے پہونچنے سے پہلے ایک بڑی فوج سے شہر کو اور مضبوط کردیا اور خود حمص مین اور فوجین تیار کرنے اور جا بجا بھیج کر مسلمانون کی قوت کو ان سے لڑنے مین مصروف اور منقسم کردینے کی غرض سے بیٹھ رہا مگر مسلمانون نے ان تمام فوجون کی نسبت سوائے اس کے کہ جہان کہین وہ تھین اُن کو وہین روک دینے کی کوشش کی اور کچھ نہین کیا اور اپنی اصلی قوت محاصرہ دمشق مین مصروف کردی۔ دمشق پہونچ کر یونانیون کی کثیر فوج کو شکست دی جو مجبور ہو کر قلعہ بند ہوگئی۔ اور مسلمان محاصرہ کرکے پڑ رہے شہر ایسا مضبوط تھا کہ مسلمانون کی کوئی کوشش شہر پناہ کے توڑنے مین کامیاب نہ ہوئی۔ مگر مسلمانون کا لشکر بڑی ثابت قدمی سے شہر کو گھیرے ہوئے تھا مغربی جانب ابو عبیدہ تھے اور مشرقی طرف خالد۔ گاہ بہ گاہ صبح شام لڑائیان اور معرکہ آرائیان ہوتی تھین جن کی کیفیتین ہومر کے رزمیہ افسانون سے کچھ کم نہین ہین۔ مگر ہم اُن کے بیان کرنے کے واسطے نہین ٹھہر سکتے۔

اہل دمشق قلعہ شہر مین اس خیال سے بڑے اطمینان کے ساتھ محصور تھے کہ موسم سرما کی غیر معمولی سردی اس آوارہ لشکر کو شہر کے دروازون سے بھگا دے گی مگر مسلمانون نے اس

قدرتی دشمن کا بھی بڑے استقلال سے مقابلہ کیا اور ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ نئے موسم گرما نے اُن کی رگون مین تازہ جوش خون پیدا کیا اور بڑی سرگرمی اور شدت سے محاصرے کے کام مین مشغول ہوے۔ اب دمشق کی امیدین مایوسی کی ہوا مین اُڑنے لگین۔ خالد بڑی تیز اور بے صبر نگاہون سے موقعہ کو تاک رہا تھا۔ ایک رات لشکر شہر کو کسی تقریب کی خوشی مین مصروف اور غافل دیکھ کر ابو عبیدہ کو اطلاع کر کے اور یکبارگی حملہ کی تجویز کر کے خندق کو تیر کر اور کمندین ڈال کر مسلمانون کو شہر مین پہونچا دیا دروازون کے کھُلنے اور اللہ اکبر کے نعرہ بلند ہونے کی دیر تھی تمام لشکر مسلمانون کا جا پڑا۔ خالد کی خون خوار تلوار نہ رکتی اگر یونانی اس اثنا مین ابو عبیدہ سے صلح اور معاہدہ کر کے امان نہ پا چکے ہوتے۔ شہر موسم گرما ۱۴ سنہ ھ مین فتح ہو گیا اور معاہدہ مین نصف مال و اسباب مسلمانون کو دینا ٹھہرایا اور سر اک کسے ایک دینار اور زراعتی زمین سے ایک مقدار غلہ کی مقرر ہوئی۔[1]

اس عرصہ مین شرجیل بن حسنہ اور ابو الاعور نے بڑی بہادری سے اپنی دس ہزار فوج کے ساتھ یونانیون کی کثیر فوج کو روکے رکھا۔ ابو عبیدہ کا اب ارادہ تھا کہ دمشق سے سیدھا حمص کو بڑھ کر خود ہرقل پر حملہ کرے مگر حضرت عمر نے منع کیا کہ جب تک یونانیون کی فوج عقب مین ہے آگے نہین بڑھنا چاہیئے۔ پس یزید بن ابی سفیان کو دمشق کی حکومت پر چھوڑ کر مسلمانون کا لشکر فلسطین کی طرف ہٹا اور یرموک کو دوبارہ عبور کر کے فحل مین جا ٹھہرا۔ جہان یونانیون کی اسّی ہزار فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ یونانیون نے کھُلے مقابلے سے ہراسان ہو کر چاہا کہ دھوکا دے کر غفلت مین مسلمانون کو دبالین مگر شرجیل کو اُنھون نے اپنے سے زیادہ ہوشیار پایا۔ جو رات کو بھی آمادہ پیکار اور فوج کے ساتھ تیار رہتا تھا۔ آخر یونانیون کو شکست ہوئی اور سردار فوج مارا گیا۔ خالد اور آتش مزاج ضرار کی بہادریون اور جان بازیون نے کچھ کم کام نہ کیا ہوگا۔ مسلمانون کا لشکر اس فتح اور غنیمت کے حاصل کرنے کے بعد حمص کی طرف بڑھنے کے ارادہ سے

[1] طبری صفحہ ۲۰۶۴۔

دمشق کو لوٹ آیا اور چون کہ کوئی بڑا خطرہ سامنے نہ تھا خالد کے دستہ فوج کو جو عراق سے ساتھ لایا تھا
حضرت ابوبکرؓ کی خواہش کے مطابق عراق کو واپس کر دیا گیا۔ اور یزید اور معاویہ اور شرجیل اور عمرو
بن العاص اپنی اپنی فوجون کے ساتھ بڑی کامیابی سے مسلمانون کے فتوحات کو وسیع کر رہے تھے۔
ذوالکلاع حمیری اپنے حمیر کے مطیوط دستہ فوج کے ساتھ دمشق کو شمال کی طرف سے کسی حملہ سے
بچانے کے واسطے پڑا ہوا تھا۔ اب چون کہ کسی حملہ کا اندیشہ نہ رہا تھا حمص کو جاتے ہوئے لشکر کے ساتھ
شریک ہو گیا یونانیون کے لشکر نے دمشق پر ایک آخری حملہ کرنے کا موقع پا کر دو فوجین جن مین سے
ایک کا سردار تھیوڈور ہرقل کا بھائی تھا بڑھین۔ مگر یزید اور خالد کے تیز طوفان کی طرح پہونچنے والے
لشکر نے گھیر کر یونانیون کی فوج کو پاش پاش کر دیا اور دوسری فوج کو ابوعبیدہ نے بھگا دیا اور اس
حصہ مین پھر جمع ہونے کے لائق نہ چھوڑا حمص کے راستہ مین بعلبک کو فتح کرتا ہوا مسلمانون کا لشکر
بغیر کسی اور مزاحمت کے حمص مین پہونچ گیا جہان سے ہرقل انطاکیہ کو چلا گیا تھا حمص کے محاصرہ
مین بھی مسلمانون کو ایک عرصہ دراز تک مصروف رہنا پڑا حمص نے بھی دمشق کی طرح بڑی مظبوطی سے
مقابلہ کیا اور عرصہ تک مسلمانون کو محاصرہ مین تھکایا مسلمانون سے لڑنے مین وہ بھی سردی کے
موسم سے مدد لیتے تھے۔ تمام موسم مسلمان محاصرہ کیے رہے اور لڑتے رہے مگر رومیون کے
پژمردہ دل موسم گرما آنے پر بھی ٹھنڈے ہی رہے اور آخر ہار کر صلح کی درخواست کی۔ خالد اگرچہ صلح
کرنے پر راضی نہ تھا مگر ابوعبیدہ نے معمولی شرائط پر صلح کر لی۔

عبادہ کو حمص مین متعین کر کے مسلمانون کا لشکر شمال کو بڑھتا اور متعدد چھوٹے بڑے شہر فتح کرتا گیا
خالد نے بڑھ کر قنسرین پر یونانیون کی فوج کو ایک شکست فاش دی حلب اور قیساریہ بھی فتح ہو گئے
اور ابوعبیدہ نے انطاکیہ کی طرف رخ کیا جو شمالی شام مین ایک عالیشان شہر اور دنیا کے بڑی
دار الخلافون مین کچھ کم مشہور نہ تھا۔ یونان کی شکستہ فوجین وہان جمع ہو گئی تھین اور جیسا کہ ضروری
تھا ایک بڑی سخت لڑائی ہوئی یونانیون کا آخری چارہ صلح کر لینے اور مسلمانون کی قوت کے سایہ مین
پناہ لینے کا تھا۔ ہرقل انطاکیہ چھوڑ کر یکے بعد دیگرے وہ جس شہر مین گیا آخر اس کو وہ بھی چھوڑ دینا پڑا

کیونکہ خالدا ٹل قضا کی طرح اُس کے پیچھے تھا اور فتوحات کو بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ ہرقل آخرکار شام سے مایوس ہو گیا اور حسرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوا اور ملک کو خیرباد کہتا ہوا ۱۵ سنہ ہجری مین قسطنطنیہ مین جا مقیم ہوا۔ شام کا ملک دریائے فرات سے ساحل سمندر تک فتح ہو گیا تھا۔ اور تمام رعایا مسلمانون کی باج گذار اور پناہ خواہ ہو گئی تھی۔

اسی اثنا مین عمرو بن العاص اور شرجبیل نے فلسطین کے بہت سے شہر فتح کر لیے تھے اور ویسی ہی کامیابی سے اس مغربی صوبہ کو زیر کرتے جا رہے تھے۔ بطریق ارطفول نے جو فلسطین کا حاکم تھا اپنی مضبوط فوج کے دو حصہ کیے ایک یوروشلیم کی حفاظت کے واسطے چھوڑا اور دوسرا حصہ جو پچاس ہزار سے کم نہ تھا ساتھ لے کر مسلمانون سے زور آزمائی کرنے کے واسطے اجنادین پر آپڑا۔ اجنادین کی لڑائی جو جنگ یرموک کی طرح نہایت سخت لڑائی تھی ویسے ہی فلسطین کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی تھی۔ ارطفول شکست کھا کر اور اپنی قسمت کا فیصلہ کر کے یوروشلیم کو بھاگ گیا اور عمرو بن العاص ایلیا کے تمام شہر فتح کرتا ہوا یوروشلیم تک پہونچ گیا۔ ارطفول اجنادین پر شکست کھا کر ہمت ہار چکا تھا۔ اور خوف زدہ ہو کر مصر کو بھاگ گیا۔ یوروشلیم کے مقدس بطریق نے لڑائی کی تاب نہ لا کر صلح کر لینے اور شہر کو مسلمانون کو حوالہ کر دینے کی خواہش کی۔ مگر اس شرط پر کہ خود حضرت عمرؓ شرائط صلح مقرر کرنے کے واسطے وہان آوین[۱] حضرت عمرؓ اس کی اطلاع پا کر تیار ہو گئے۔ اگرچہ اصحاب نے اس ارادے کی مخالفت کی مگر انھون نے نہ مانا اور یوروشلیم کو روانہ ہوئے اور سیدھے جابیا مین پہونچے۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ خلیفۂ عرب نے حدود عرب سے باہر قدم رکھا ہو۔ ابوعبیدہ یزید اور خالد اون کو ملنے کے واسطے آئے اور بعد ازان بطریق یوروشلیم کی طرف سے ایک سفارت شرائط صلح مقرر کرنے کے واسطے آئی۔ صلحنامہ مرتب کر کے اور دستخط کرا کے بطریق کے پاس لے گئے اس نے بھی

[۱] ایک روایت اس قسم کی ہے کہ بطریق بیت المقدس نے کہا کہ یوروشلیم اُس شخص کے ہاتھون فتح ہو گا جس کے نام مین تین حرف ہون گے۔ ان کی کتب قدیم سے یہ امر معلوم ہوا تھا۔ سر ولیم میور کہتے ہین کہ گو یہ ایک عجیب روایت ہے مگر ممکن ہے کہ اسکی کچھ اصلیت ہو مگر ہماری راے مین اتنا بھی نہین ہے۔ کسی ضرورت سے یہ روایت وضع کی گئی ہے جس کی نسبت کئی قیاس کیے جا سکتے ہین۔ مؤلف۔

منظور کیے اور یورشلیم اور راملہ کے دروازے کھول دیے گئے عمرو بن العاص اور شرجیل بھی اب فراغت اور اطمینان حاصل ہونے پر حضرت عمرؓ کے پاس آئے جن کو ساتھ لے کر حضرت عمرؓ یورشلیم کی طرف روانہ ہوئے اور اس مقدس مقام کو دیکھ کر ۱۵ سنہ ھ میں ہی مدینہ واپس آگئے اور اصحاب مدینہ کو نہایت خوشی ہوئی حضرت عمرؓ کے اس مشہور سفر کے اور واقعات اور جو پرمروت برتاؤ اور پرلطف سلوک انھون نے عیسائیون کے ساتھ کیا اور جس کے بیان کرنے مین عجیب و غریب غلطیان کی گئی ہین آئندہ اپنے موقع پر بیان ہون گے ۔

عراق و عجم

ایشیائی روم کی فتح کو مکمل دیکھ کر اب ہم کو عراق و عجم کے سب سے بڑے جنگ و جدل کے حالات مین سے گذرنے کے واسطے پیچھے جانا پڑتا ہے ہم ماہ رمضان ۱۳ سنہ ہجری مین مثنیٰ کو بویب کی فتح کے نتائج اکٹھا کرنے مین مصروف چھوڑ آئے مین ۔ مداین دارالخلافت ایران مین انقلابات کا ابھی خاتمہ نہین ہوا تھا ۔ ایرانیون نے اپنی نئی شکستون کو رستم اور اپنی نئی ملکہ کی کمزوری سے منسوب کیا اور ورثا سے ذکور مین سے کسی شاہزادے کو تخت ایران پر بٹھانے کی فکر مین ہوئے اور آخر یزدجرد نامی ایک شاہزادہ مل گیا اور تخت نشین کیا گیا ۔ اکیس برس کے نوجوان شاہزادے کے گرد اوس کے امرا اور اعیان و ارکین سلطنت بڑی وفاداری اور سرگرمی سے جمع ہوئے اور بقول سر ولیم میور کے اُن کی پرانی سلطنت کی آگ کسی قدر اُن مین مشتعل ہوگئی فوجین جمع کی گئین اور سواد کے شہرون پر پھر قبضہ کر کے شہرون کو مضبوط کر دیا گیا ۔ رعایا بھی اپنی قدیم سلطنت کی طرف راغب ہوگئی اور جہان جہان مسلمان تھے اون کو قتل کرنا شروع کیا ۔ اور بہت سے مسلمان مار ڈالے ۔ مثنیٰ کو ماہ ذی قعدہ ۱۳ سنہ ھ مین ایک دفعہ پھر حسب ہدایت ہٹ کر دریاے فرات کے اُس پار جا ٹھہرنا پڑا حضرت عمرؓ کے پاس اُسنے امداد اور فوج کے واسطے ایک ضروری عرضی بھیجی اور اپنی پرخطر حالت بیان کی ۔ حضرت عمرؓ نے نہایت دلیری سے اِس خطرے کا مقابلہ کیا ۔ خود رستم کے فوج ایران کا سپہ سالار ہونے اور

اور تمام جنگ آزما مشہور سرداروں کے ساتھ ایک عظیم لشکر لے کر مسلمانون کے مقابلہ مین بڑھنے کی خبرین پہونچ چکی تھین عراق مین مسلمانون کے پاؤں جمنے اس سبب سے مشکل تھے کہ ایران کا دارالخلافت مدائن جو تمام قوت کا مرکز تھا اس طرف بہت قریب تھا حضرت عمر چاہتے تھے کہ ایک بڑے معرکہ مین اُن کی قوت شکستہ کردین اور جانتے تھے کہ مدائن کے فتح ہونے تک تمام کوششون اور فتحون کا نتیجہ نقصان دہ ہوگا پس انھون نے ارادہ کیا کہ بذات خود میدان جنگ مین جائین اور لشکر کی سپہ سالاری کرین۔ اپنے خاص اصحاب سے اپنے اس ارادے کا ذکر کیا اور مشورہ لیا سب نے اس ارادے کی مخالفت کی اور نہایت اصرار سے منع کیا۔ آخر یہ قرار پایا کہ نئی فوجین ایک نئے سپہ سالار کے ماتحت بھیجی جائین چنانچہ سپہ اکٹھا ہونے لگی اور پہلا دستہ چار ہزار فوج کا سعد بن ابی وقاص کے ماتحت جو تمام فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا گیا تھا بھیجا گیا اور مثنیٰ اور جریر کو اُس کے ماتحت کام کرنے اور اوس کی اطاعت کرنے کی ہدایت کی گئی۔

سعد مکہ مین بچپن ہی مین مسلمان ہوا تھا اور اب اُس کی عمر چالیس برس کی تھی۔ سیاہ فام اور پست قد مگر دلیر اور بہادر آن حضرت صلعم کے وقت مین تمام عرب مین یگانہ تیر انداز تھا۔ حضرت عمر نے اُس کو ضروری ہدایات اور رحم اور تلطف کرنے کی نصیحت کر کے روانہ کیا اور متعاقب برابر فوجین بھیجنے کا وعدہ کیا۔ اور برابر فوجین بھیجتے رہے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب بنی اسد اور زبید کے لشکرون کے سردار ہو گئے جن کی نسبت حضرت عمر نے لکھا تھا کہ "ان مین سے ہر ایک ہزار آدمیون کے برابر ہے۔ اشعث الکندی اپنے قبیلہ کی فوج کے ساتھ اسی طرح اور فوجین اور قبائل عرب بھیجے گئے مشہور یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرب مین کوئی جنگ آور شاعر اور مقرر اور سردار نہ چھوڑا جو اس فوج کی امداد کے واسطے نہ بھیج دیا ہو۔ اس طرح سعد کے پاس بیس ہزار فوج جمع ہو گئی اور بعد مین جب شام کی فوج اُس سے آملی تھی تو کل تعداد تیس ہزار تھی۔ غرض اپنی فوج کو ساتھ لیے ہوئے حیرا سے پندرہ بیس میل جنوب کی طرف مثنیٰ کی فوج سے جا ملا۔ مگر افسوس کہ مثنیٰ کا ماہ صفر ۱۵ھ مین انتقال ہو چکا تھا اور اسلامی لشکر کے نئے سردار کے واسطے یہ قول وصیت چھوڑ گیا تھا کہ دشمن

سے حدود صحرا پر جنگ کرے" سعد کو اُس کی وفات کی خبر سن کر نہایت رنج اور افسوس ہوا اُس کے بھائی کی تسکین کی اور مثنیٰ کی وصیت کے موافق تھوڑا آگے بڑھ کر قادسیہ کے میدان مین خیمہ زن ہوا جو نام کہ دنیا کی تاریخ مین ایک سلطنت کی قسمت کا فیصلہ کرنے والے جنگ کا مقام ہونے کے واسطے شہرت پانے والا تھا۔ سعد ایک عمدہ موقع پر لشکر کو ٹھہرا کر اور ایک نئی ترتیب سے آراستہ کر کے دشمن کے انتظار مین بیٹھ رہا۔ فوج ایران کا سپہ سالار رستم بھی یہی انتظار کی چال چلنا چاہتا تھا مگر یزدجرد بے صبر ہو رہا تھا اور رستم کو آگے بڑھنے کے واسطے تاکیدی حکم دیا۔

سعد اور حضرت عمرؓ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت عمرؓ نے سعد سے اُس علاقہ اور مقام کی کیفیت دریافت کی۔ سعد نے اپنے لشکر اور قادسیہ کے محل کی تفصیلاً کیفیت بیان کی۔ حضرت عمرؓ کا اس کیفیت سے اطمینان ہوگیا اور اُس کو خبرداری اور اُسی جگہ انتظار کرنے کو لکھا اور لکھا کہ سب سے پہلے یزدجرد (یا یزدگرد) کو دعوت اسلام کرنی چاہیئے۔ درحقیقت یہ کلیہ دستور اور قاعدہ تھا اور شام اور عراق وغیرہ مین مسلمان سردار اس کی برابر پابندی کرتے رہے ہین کہ سب سے پہلے دعوت اسلام کرتے تھے اور دوسرا موقعہ جزیہ قبول کرنے کا دیتے تھے ان کے منظور نکرنے کی حالت مین ہتھیار اُٹھانے تک نوبت پہونچتی تھی۔ مگر یہ سلوک ہر ایک شہر سے کیا جاتا تھا۔ یہ ایک نئی بات تھی کہ اس زمانہ مین ایک شاہنشاہ کو دعوت اسلام کی گئی مسلمانون کے لشکر سے چودہ مشہور آدمی جن مین نعمان بن مقرن المزنی۔ اور بشیر بن ابی حازم اور عدی بن سہل اور مغیرہ بن شعبہ اور اشعث الکندی وغیرہ تھے منتخب کر کے یزدجرد کے پاس بھیجے گئے۔ مدائن پہونچ کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے اور قبول اسلام۔ جزیہ یا جنگ کا پیغام پہونچایا۔ یزدجرد نے نہایت حقارت سے عربون کو ایک ناچیز قوم اور موش و مار کھانے والی اور پشم شتر پہننے والی اور ایک ننگے بیابان ملک کے بھوکے آوارہ لوٹیرے کہا اور کہا کہ مین تم کو ایک لقمہ دون گا اور تم راضی ہو کر لوٹ جاؤ گے۔ مسلمان سفیرون نے بڑی متانت سے اس کا جواب دیا کہ "آپ سچ کہتے ہین۔ ہم مفلس اور بھوکے ہین لیکن خدا ہم کو دولت اور طمانیت بخشے گا۔ آپ نے اب تلوار کو

پسند کیا ہے اور وہی ہمارے درمیان فیصلہ کردے گی۔ بادشاہ اِن الفاظ سے بھڑک اُٹھا اور کہا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو مین سب کو قتل کروا دیتا۔ اور ایک مٹی کا ڈھیلا منگوا کر اُن کے سامنے رکھ دیا کہ اُس کو اُٹھائے ہوئے شہر کے دروازے سے نکل جاؤ۔ عاصم اُسے اُٹھا کر اُسی طرح لیئے ہوئے قادسیہ پہونچا اور سعد کے سامنے رکھ کر کہا کہ لے خدا نے تجکو ایران کی زمین دی ہے

رستم اب زیادہ انتظار نہین کرسکتا تھا۔ ہاتھی اور سوار اور پیادہ فوج حشرات الارض سے بھی زیادہ اُس کے پاس جمع ہو چکی تھی بعضے اُس کی تعداد دو لاکھ اندازاً بتاتے ہین اور بعض ایک لاکھ بیس ہزار بیان کرتے ہین جس کے سردار رستم کے ماتحت جالینوس۔ ہرمزان اور مہران۔ اور فیروزان وغیرہ ایران کے منتخب سپہ سالار تھے۔ باوجود اس قوت اور قوی فوج کے رستم کے دل پر مسلمانون کا خوف اور ہیبت طاری تھی اور آہستہ آہستہ اس خیال سے بڑھتا تھا کہ مسلمان سامان رسد سے تنگ ہو کر منتشر ہو جا دین گے غرض اسی طرح تین چار مہینے گذار کر نجف سے گذر کر مسلمانون کی فوج کے قریب پہونچا اور دریا کے مقابل طرف مقیم ہوا۔ مسلمانون کی فوج اس انتظار اور بیکاری سے تنگ آگئی تھی اور بڑی مشکل سے سعد اُن کو روکے ہوئے تھا۔ غنیم کی فوج کے قریب پہونچنے سے بقول سر ولیم میور کے اس طرح مضطرب ہوئے جس طرح کہ "ایک شیر اپنی کمین مین خونخوار جست سے حملہ کرنے کے وقت ہوتا ہے رستم کی رضامندی سے مسلمانون کے تین قاصد۔ ربعیہ۔ حذیفہ اور مغیرہ اُس کے پاس گئے اور قبول اسلام اور جزیہ۔ یا جنگ کا پیام اُس کو پہونچایا مگر تلوار ہی کو قبولیت کی عزت حاصل ہوئی۔ سعد تو اپنی جگہ سے جہان پہلے روز خیمہ زن ہوا تھا حرکت نہین کرتا تھا۔ رستم کو دریا عبور کرنا پڑا اور تیس ہاتھیون اور اپنے تمام لشکر کے ساتھ گذر آیا۔ دریا کے کنارے پر ایک سنہری تخت بچھا کر جہان سے جنگ کے میدان کو دیکھ سکے اُس پر جلوہ فروز ہوا۔

مسلمانون کی فوج اپنے سپہ سالار کو نہ دیکھ کر حیران اور شاکی ہوئی۔ مگر سعد بیمار تھا اور گھوڑے پر نہین بیٹھ سکتا تھا۔ آخر فوج کے درمیان آکر اُس کو آراستہ کیا اور اُن کے

دل بڑھانے کی ہر ایک تدبیر عمل مین لایا۔ دوپہر کے بعد لڑائی شروع ہوئی اور مبارزہ اور دست بدست لڑائی سے آغاز ہوا غالب اور عاصم اور عمر بن معدی کرب نے بڑی بہادری سے اپنے رقیبون کو مارا۔ غالب اپنے رقیب ہرمز کو جو شاہزادون مین سے تھا زندہ پکڑ لایا اور معہ اُس کے تاج کے سعد کے پیش کر دیا۔ رستم نے اس پہلی بدشگونی سے بے لطف ہو کر ہاتھیون کے بڑھانے کا حکم دیا۔ ایرانیون کا بڑا بھروسہ انھین مہیب حیوانون پر تھا جن پر جھنڈون اور ہودون سے بلندی پر بلندی چڑھائی ہوئی تھی۔ ان روان قلعون کو دیکھ کر عرب کے گھوڑے ڈرنے اور بدکنے اور بھاگنے لگے اور لشکر مین ہلچل اور پریشانی پیدا ہوئی۔ بنی اسد نے بڑھ کر حملہ کو اپنے پر لیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر سعد نے عاصم کو کہا کہ جس طرح بن پڑے اس خطرے سے نجات پانی چاہیئے۔ بہادر عاصم فوراً بنی تمیم کے ہوشیار تیر اندازون کی ایک جماعت کے ساتھ بڑھا۔ مہاوتون اور سوارون کو چن چن کر گرا دیا اور بڑی بہادری سے زیر بند کاٹ کر ہودون کو گرا دیا۔ ہاتھی بے مہاوتون کے بھاگے اور اس آفت سے نجات ہوئی۔ رات کی تاریکی نے میدان کارزار پر پردہ ڈال دیا اور فوجین ہٹ کر اپنے اپنے خیمون مین آن پڑین۔

دوسرے دن صبح مقتولون اور مجروحون کی تدفین اور خبرگیری مین گذری لڑائی شروع ہونے تک دن کے کئی گھنٹے گذر چکے تھے۔ پہلے دن کی لڑائی نے مسلمانون کے دلون کو کچھ تقویت نہ دی تھی مگر اس وقت ایک امداد غیبی نے ان کے دل بڑھا دیئے۔

شام سے جنگ فحل کے بعد جو خالد کی عراق کی فوج قعقاع کے ماتحت عراق کو واپس بھیجی گئی تھی مسلمانون کے لشکر سے نظر آنے لگی۔ فوج کا بڑا حصہ تو قعقاع ہاشم کے ماتحت پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ سہولت سے پہونچے صرف ایک ہزار فوج اُس کے ساتھ تھی جس کو اس نے سو سو کے دستون مین فاصلہ سے میدان مین پہونچنے کو کہا۔ ان دستون کے یکے بعد دیگرے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے آنے نے وہی کام کیا جو دس ہزار فوج کی آمد کر سکتی تھی۔ مسلمانون کے دل جس قدر بڑھتے تھے ایرانیون کے دل اُسی قدر ڈوبے جاتے تھے۔ قعقاع نے سیدھا میدان جنگ کی طرف

رخ کیا سعد اور اپنے دوستون سے ملتا ہوا دونون لشکرون کے بیچ جا کھڑا ہوا۔ ذوالحاجب جس نے واقعہ جسیر (پل) مین مسلمانون کو شکست دی تھی اور ابوعبید کو قتل کیا تھا قعقاع سے مبارزہ کے واسطے نکلا قعقاع نے اپنے دشمن کو پہچان لیا اور کہا کہ آج ابوعبید اور اپنے مقتولون کا بدلہ لون گا۔ اور پہلے ہی وار مین اُس کا کام تمام کر دیا۔ ایرانی فوج کے دلیرے درپے بڑھنے اور قعقاع اور اُس کے ساتھیون کے ہاتھ سے مارے جانے لگے۔ ہاتھیون کے ساز کی مرمت نہین ہوئی تھی اور وہ اُس روز میدان مین نہین لائے گئے تھے۔ ایرانیون کے سوارون کی فوج کے پاؤن اُکھڑ گئے اور رستم بڑی مشکل سے بچا تاہم پیادہ فوج استوار رہی اور نہایت سخت لڑائی ہوئی دس ہزار ایرانیون اور دو ہزار مسلمانون کی لاشین میدان مین تھین رات نے اس خونریزی کے کھیل کو بند کر دیا

تیسری دن کی صبح کا پہلا اندوہناک کام مجروحون کو عورتون کی خبرگیری مین سپرد کرنا اور مقتولون کو میدان سے اٹھانا تھا۔ ایرانیون کی فوج کے دل اپنے ان مردون سے جو میدان جنگ مین پڑے ہوئے تھے اور ان کے اُٹھانے اور دفن کرنے کی کسی کو فکر نہ تھی کچھ اچھے نہ تھے لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ شام کی بقیہ فوج ہاشم کے ماتحت آن پہونچی۔ اور میدان سے گذرتی ہوئی سیدھی دشمن کی صفون کو چیر کر دریا کے کنارے تک پہونچ گئی اور مسلمانون کے خوشی کے نعرون کے ساتھ واپس آئی۔ یزدجرد نے جس کے پاس ہر ساعت کی خبرین پہونچ رہی تھین اپنی محافظ فوج بھی فوج ایران کی مدد کے واسطے بھیج دی۔ ہاتھی مسلمانون کو اپنی کوششون کی طرف سے پھر مایوس کرنے لگے تھے۔ سعد نے قعقاع کی طرف اشارہ کیا جو اپنی شجاعت اور دلیری مین اپنا نام پا چکا تھا کہ گویا فتح اُسی کے نام ہونے والی تھی۔ صرف مبارزے مین تیس بہادر ایرانیون کو قتل کر چکا تھا۔ پس قعقاع اور عاصم اور ایک جماعت دلیر مسلمانون کی اس خطرناک کام کے واسطے بڑھے قعقاع نے بڑے سفید ہاتھی کو ایک آنکھ مین بڑھ کر نیزہ مارا اور بیتاب کر دیا۔ قعقاع کو اُسنے سونڈ سے اُٹھا کر پرے پھینک دیا۔ ایک دوسرا بڑا ہاتھی بھی اندھا کر دیا گیا۔ دونون ہاتھی لشکر کے

درمیان مین چیخین مار کر دوڑنے لگے آخر ایرانیون کی فوج کی صفین چیرتے ہوئے نکل گئے اور باقی تمام ہاتھی بھی اُن کے پیچھے بھاگ گئے۔ تھوڑی دیر تک تو فوجین اِس تماشہ کو دیکھتی رہین مگر پھر لڑائی شروع ہو گئی اور تاریکی ہو جانے تک رہی۔

اندھیرا ہو جانے پر لڑائی بند ہو گئی۔ سعد نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ کو اپنی فوج کی پشت کی حفاظت کرنے کے واسطے بھیج دیا۔ ایک ساعت کی ساعت لشکرون نے آرام لیا تھا کہ بعض عربی سردار اپنے قبائل کے نام و نسب کو ایرانیون کو ڈرانے کے واسطے پکارنے لگ گئے۔ اِس حرکت نے جس کی پہلے سعد کو خبر نہ تھی دونون فوجون مین لڑائی شروع کرا دی۔ سعد کو تمام رات سوا سے شور و غل کی آواز کے اور کچھ سنائی نہ دیا اور رات بھر دعا مانگنے مین مصروف رہا۔ صبح کے آفتاب نے بھی دونون فوجون کو برابر کی لڑائی مین مصروف دیکھا قعقاع پھر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ ایک سخت حملہ دشمن کا کام تمام کر دیگا جیت اُن کی ہوتی ہے جو آخر تک ثابت قدم رہین۔ چوبیس گھنٹون مین سپاہیون نے آنکھ نہین جھپکی تھی اور اب مسلمان گویا تازہ دم حملہ کرنے کے واسطے اُٹھے۔ اِس حملہ نے ایرانیون مین مقابلہ کے تاب نہ چھوڑی فوج کے دونون بازوؤن کے پانون اکھڑنے لگے۔ ایک سخت حملہ نے اُن کے مرکز کو بھی ہلا دیا اور سپاہی بھی بھاگے۔

رستم کے تخت کا سائبان کھل گیا اور بے پناہ ہو گیا۔ ایک تند گرم ہوا نے اُس کے چھتر کو اُڑا کر دریا مین پھینک دیا۔ رستم بھاگا اور ایک لدے ہوئے اونٹ یا خچر کے نیچے پناہ لی۔ ہلال بن علقمہ ایک مسلمان نے اُس کا تنگ کاٹ دیا اور اُس کا بوجھ اُس کی کمر پر گر گیا۔ نیچے سے کھسک کر نکلا اور دریا مین غرق ہونے کے ارادے سے کود پڑا۔ مگر ہلال نے دیکھ لیا اور پیچھے کود کر اُس کو کھینچ کر نکال لایا اور اُس کا سر کاٹ کر اُس کے تخت پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ فوج کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی اور دیوانہ وار بھاگنے لگے ہرمزان اور فیروزان اپنی اپنی فوج کے دستون کو مسلمانون کے پہونچنے سے پہلے دریا سے عبور کرا دیا۔ جالینوس کی فوج کا تھوڑا حصہ گذرنے پایا تھا کہ پل کا بند ایرانیون کی اُس پار کی فوج نے شاید تعاقب سے بچنے کے واسطے کاٹ دیا

جالینوس نے فوج کو اکٹھا کر کے مقابلہ کرنے کی بیفائدہ کوشش کی اور خود بھی مارا گیا۔ تمام میدان مقتولون کی لاشون سے بھر گیا لاکھ سے کم آدمی قتل نہین ہوے تھے۔ پہلے دو دنون مین اڑھائی ہزار مسلمان قتل ہوئے تھے اور تیسرے دن اور رات مین چھ ہزار مقتول شمار مین آئے ایرانیون کے نقصان جان اور مال کا حساب کرنا بے فائدہ ہے۔ قادسیہ کی شکست نے اُن کی تمام سلطنت کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا اور وہ مسلمانون کی تھی۔ اس عظیم جنگ کے پہلے تین دن ارمات،عواث اور غماس کے نام سے اور آخری رات حریر کے نام سے بعض خاص مناسبتون کے لحاظ سے موسوم کیئے گئے ہین۔

سنہ ۱۴ ہجری کے رمضان مہینہ مین جنگ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے جس طرح پر اس عظیم اور بے نظیر فتح کی خبر کو سنا وہ بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے جس قدر زمانہ اس لڑائی کی تیاری اور جنگ مین صرف ہوا وہ اپنی نظیر آپ ہی تھا تمام ملک بڑی تشویش اور شوق سے اُس کا نتیجہ معلوم کرنے کا منتظر تھا حضرت عمرؓ ہر صبح مدینہ سے باہر آ کر اس خیال سے کہ کوئی قاصد خبر لے کر آجاے میتھ رہا کرتے تھے۔ آخرکار ایک صبح کو ایک قاصد آتا ہوا نظر آیا اور حضرت عمرؓ کے سوال پر اُس نے جواب دیا کہ "خدا نے مسلمانون کو فتح اور ایرانیون کو شکست نصیب کی ہے" حضرت عمرؓ بلا شناخت اس کے ساتھ ساتھ شہر کو چلتے گئے اور تمام کیفیت لڑائی کی پوچھ لی مدینہ مین جب داخل ہوے تو لوگ حضرت عمرؓ کے گرد جن کے ساتھ قاصد سوار چلا آ رہا تھا مبارکباد دینے کے واسطے جمع ہو گئے تب قاصد نے پہچانا اور نادم ہو کر کہنے لگا کہ "یا امیرالمومنین آپ نے پہلے مجھے کیون نہ معلوم ہونے دیا" حضرت عمرؓ کا مختصر اور سادہ جواب یہ تھا کہ "بھائی یہی بہتر ہے"۔ یہ متانت اور سنجیدگی اور وقار اور تحمل اور فراخ حوصلگی اور دنیا سے استغنا اور بے پروائی تھی "اُس شخص کی جس کے سامنے بقول سر ولیم میور کے "اُس وقت قیصر اور کسریٰ کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی"۔

سعد کچھ زمانہ تک حضرت عمرؓ کے حکم کے موافق قادسیہ مین ٹھہرا رہا جب بالکل تندرست

ہوگیا تو آخر ۱۶ھ میں تیسری دفعہ حیرا پر قبضہ کرنے کے واسطے بڑھا۔ ایران کی فوج مقابلہ
کرتی اور شکستین کھاتی ہوئی پیچھے ہٹتی جاتی تھی ہاشم نے اُن کو پے در پے شکستین دے کر فرات
سے دجلہ تک کا میدان صاف کر دیا۔ دراصل قادسیہ کی فتح نے مداین کا راستہ صاف کر دیا تھا
عظیم الشان شہر جو صدیون سے ایران کا دار السلطنت تھا دریاے دجلہ کے دونون کنارون پر
بغداد کی آبادی سے پندرہ میل نیچے پر واقعہ تھا۔ داہین جانب کا شہر سکندر اعظم اور اُس کے
جانشینون کا پایہ تخت رہ چکا تھا اور مقابل کا شہر کسراے ایران کا موسم سرما بسر کرنے کا مقام تھا
کیان ایران کی یادگار دن کا مدفن شان و شوکت مین بابل سے بھی بڑھا ہوا تھا مسلمان مداین کی طرف
بڑھے مگر ملکہ پوران کی رگون مین ایک دفعہ پھر خون نے جوش مارا اور اپنی تمام قوت کو جمع کر کے
مسلمانون کے مقابلہ مین لے آئی مگر ہاشم نے ایسی فاش شکست دی کہ نقصان اُٹھا کر بھاگنے کے
سوا کچھ چارہ نہ دیکھا اور مسلمانون کا لشکر مغربی مداین کی دیوارون تک پہونچ گیا۔ کئی مہینون تک
محاصرہ رہا اور ایرانی آخری دفعہ مبارزہ کے واسطے اور مقابلہ کرنے کو نکلا کیئے۔ گر محاصرہ ایسی سختی
سے کیا گیا کہ آخر یزدجرد نے مسلمانون کے پاس ایک قاصد بھیجا اور کہا کہ دجلہ کے مشرق کے
ملک کو نہ چھیڑا جائے تو تمام مغربی جانب کا ملک رضامندی سے دیدیتا ہون مگر یہ منظور
نہ کیا گیا۔ ایرانی اس عرصہ مین مغربی شہر کو خالی کر کے مشرقی حصہ مین چلے گئے اور مسلمان بلا مزاحمت
مغربی حصہ مین داخل ہو گئے۔ مغربی اور مشرقی حصہ کے درمیان مین دریا واقعہ تھا اور کشتیان
وغیرہ سب ایرانیون کے قبضہ مین دریا کے اُس طرف تھین کچھ عرصہ انتظار کر کے اور دریا کا ایک
مقام سے پایاب ہونا معلوم کر کے اگرچہ دریا طغیانی پر تھا سعد نے پار اُترنے کا خطرناک ارادہ کیا۔ ایک
فوج کے چند حصہ کر کے پہلے حصہ کو عاصم کے ماتحت دریا مین گھوڑے ڈالدینے کو کہا۔ ایرانی سامنے سے
حملہ کرنے کے واسطے آئے مگر عاصم کی بہادری نے ایسی نازک حالت مین بھی اُن کے مونہہ پھیر دیے
پہلے دستہ کا سلامت اُس کنارے پر پہونچنا تھا کہ سعد باقی لشکر کے ساتھ دریا مین کود پڑا اور اُس
کنارے پر پہونچ گیا۔ ایرانی بدحواس ہو کر بھاگے۔ یزدجرد پہلے ہی سے حلوان کی طرف خزاین

اور اسباب جو لے جا سکا لے کر بھاگ گیا تھا۔ اب مدائن کے مالک مسلمان تھے۔ سنہ ۱۶ ہجری کا
صفر مہینہ تھا وہ ایوان اور وہ محل وہ عالیشان مکانات وہ کوشکین اور باغات وہ خزائن اور عیش و
عشرت کے بے حد و پایان اسباب نہرین اور چشمے دیکھ کر سعد کو خدا تعالیٰ کا فرمان یاد آیا۔

کم ترکوا من جنٰت وعیون ۔ وزروع ومقام کریم ۔ ونعمة کانوا فیہا فٰکہین ۔ کذٰلک ۔ واورثنٰہا
قوماً آخرین ۔ فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین ۔

ترجمہ ۔ کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور گھر خاصے اور آرام جس میں تھے
باتیں بناتے اسی طرح اور وہ سب ہاتھ میں ڈالا ہم نے ایک اور قوم کے اور پھر نہ رویا ان پر
آسمان اور زمین اور نہ ملی ڈھیل ان کو ۔

غنیمت جو مدائن میں جمع کی گئی وہ حد اور اندازے سے باہر تھی اور عدد و شمار میں
نہیں آ سکتی تھی خزانے زر و جواہرات سونے اور چاندی کے ذخیرے سامان اور سلاحات اور فرش
قعقاع نے ایک اونٹ پکڑا تھا جس پر کسریٰ کا تاج اور زرہ اور جوشن اور خود اور ساعدین
اور ساقین زرین جواہر نگار اور پیراہن مروارید سے بنا ہوا جس میں دو مروارید کے بعد ایک
پارہ یاقوت سرخ کا تھا اور جامہ بافتہ زر لدا تھا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی تلواریں اور
نوادر مرصع تلواریں دنیا کے مشہور شاہنشاہوں کی تھیں ۔ غرض اس بیشمار ثروت کا شمار تک
بھی پورا نہ ہو سکا کہ ایک سونے کا پورے قد کا گھوڑا جس کی آنکھوں اور دانتوں کی جگہ جواہرات
لگے تھے اور چاندی کا اونٹ طلا عطر صندل عنبر مشک اور کافور کے خم اور انبار ملے
ایک فرش سر بسر مرصع ساٹھ گز لمبا اور ساٹھ گز چوڑا جس کو دستانی کہتے تھے طلا میں
زمرد اور یاقوت اور جواہرات سے باغ اور گلشن بنی ہوئی تھیں یہ فرش اور تمام خوشبوئیں
اور خمس غنیمت کا حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا گیا اور باقی لشکر میں تقسیم کیا گیا جو ایک بڑا لشکر کا تھا
ساٹھ ہزار سوار ان میں سے ہر ایک کو بارہ ہزار درہم حصہ میں آئے حضرت عمرؓ نے غنیمت کو تقسیم
کرنے کے بعد فرش شاہی کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹا حضرت علیؓ کے حصہ کے ٹکڑے کی

قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ یاد رہے کہ ممکن اختصار کے ساتھ ہم یہ حالات لکھتے ہین ۔

سعد نے مدائن کو اپنا صدر مقام بنایا۔ محلات اور مکانات مسلمانون مین تقسیم کر دئیے شاہی محل مین خود ٹھہرا اور ایوان شاہی کو مسجد قرار دیا جس عالیشان مکان مین کہ عراق مین سب سے پہلی نماز جمعہ پڑھی گئی۔ مسلمانون کی فوج نے بہت عرصہ آرام نہ کیا تھا کہ ایرانیون نے ایک نئی کوشش فوج کے جمع کرنے کی کی اور جلولہ کے قلعہ مین اکٹھے ہوے۔ سعد نے یہ سُن کر حضرت عمرؓ سے اجازت لے کر ہاشم اور قعقاع کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا عرصہ تک قلعہ کا محاصرہ رہا کیونکہ حلوان سے تازہ کمکون سے قلعہ مضبوط ہوتا جاتا تھا آخر ایک طوفانی دن کو قعقاع نے خطرناک دلیری کر کے لوٹتی ہوئی فوج کے ساتھ بڑھ کر ایک دروازہ پر قبضہ کر لیا لڑائی سخت ہوئی چنانچہ روایت کرتے ہین کہ ایرانی ایک لاکھ لاشین چھوڑ گئے۔ یزدجرد کو اب حلوان مین ٹھہرنے کی تاب نہ تھی شکستہ فوج کے بقیہ کے ساتھ اپنے شمالی دارالخلافہ رے کو بھاگا اور قعقاع نے حلوان کی فوج کو شکست دے کر اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ سعد کا ارادہ رے کی طرف بڑھنے کا تھا مگر حضرت عمر نے احتیاطاً اسی وقت بڑھنے سے منع کیا مشرقی ایران اور عراق کے درمیان جو پہاڑ تھا اُس کو فی الحال اپنی فتوحات کی حد قرار دیے اور اسی طرف رہنے کی ہدایت کی۔

اب مسلمانون کا کام عراق عرب پر کما حقہ اپنا تسلط بٹھانے اور مفتوحہ حدود کے اندر رعایا کو مطیع فرمان کرنے اور اسی قسم کا تھا مگر ان حدود مین جو خلل انداز ہوا اُس سے جنگ کرنا لازمی تھا۔ ہرمزان کا ایک جیتا فوج لے کر حلوان کے جنوب کی طرف ماسبذان تک بڑھ آیا۔ مگر شکست کھا کر مارا گیا اور ماسبذان اور شیروان فتح ہو گیا جزیرہ عراق اور شام کا درمیانی صوبہ اہل شام اور عیسائی عرب اقوام کو بغاوت کے واسطے جمع ہونے کو جگہ دے رہا تھا۔ اور انطاق حاکم صوبہ اپنی قوت بڑھا رہا تھا سعد نے حضرت عمرؓ سے یہ کیفیت عرض کی۔ اُنھون نے عبداللہ بن المعتمر کے ماتحت فوج بھیج دینے کا حکم دیا۔ قلعہ تکریت مین جو مداین سے سو میل اوپر دریا کے کنارے پر ایک شہر تھا انطاق مع مددگار اقوام کے پڑا ہوا تھا مسلمانون کی فوج پہنچنے پر محصور ہو گیا مسلمانون نے چالیس روز تک

محاصرہ رکھا عرب اقوام نے مسلمانون سے صلح کرلی اور باقی فوج نے لڑائی مین شکست کھائی نطاق کے مارے جانے سے موصل بھی فتح ہوگیا۔ اور سعد نے حضرت عمرؓ کے حکم سے ہت اور کرکیسیا کو بھی فتح کرلیا تھا گویا جزیرہ کے دونون دریاؤن کے بیچ کے جنوبی حصہ پر قبضہ ہوگیا۔

حضرت عمرؓ کو اس وقت غور کرنے سے معلوم ہوا کہ عراق پر مسلمانون کا تسلط محفوظ اور مضبوط نہین ہوسکتا جب تک کہ خلیج فارس کے سرے سے اُس کے مشرقی کوہستانی علاقہ تک ملک فتح نہ ہوجائے۔ پس سعد کی رائے سے عتبہ بحرین کی فوج کے ساتھ معہ عرفجہ کے ابلہ کی طرف بڑھنے کے واسطے بھیجا گیا۔ یہ تجارتی شہر شکست کھاکر مفتوح ہوگیا تب ایرانیون نے دریا کے مشرقی کنارے پر لشکر جمع کیا اور متعدد لڑائیون کے بعد اس کے منتشر کرنے مین کامیابی ہوئی جن مین سے ایک لڑائی مین مسلمان عورتون کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھون نے ایک نازک وقت مین عجیب طرح سے اپنی فوج کی مدد کی کہ اپنے دوپٹون کے جھنڈے بنا کر میدان جنگ مین جا پہونچین جس کو دشمن نے مسلمانون کی ایک تازہ فوج کی آمد سمجھا اور دل چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ آخر ایک سخت لڑائی مین مسلمانون کو قطعی فتح حاصل ہوئی تھی اور عراق پر مسلمانون کا تسلط ہوگیا تھا۔ تاریخون کے اعتبار سے یہ واقعات آگے پیچھے لکھے گئے ہین مثلاً جلولا کی فتح ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۶ ہجری مین ہوئی۔ ماسبذان موسم گرما سنہ ۱۶ ہجری مین فتح ہوا۔ ہت اور کرکیسیا سنہ ۱۶ ہجری مین اور [illegible] العرب کا صوبہ سنہ ۱۴ ہجری مین فتح ہوا۔

درحقیقت فتح مدائن کے بعد فوج کشی کو حضرت عمرؓ نے روک دیا تھا اور عرصہ تک اپنی حد سے باہر مسلمانون [illegible] نہین گئے تھے جنوبی عراق کے مشرق مین ایران کا جنوبی مغربی صوبہ اہواز واقع تھا۔ علاء بن حضرمی جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بحرین کا خودمختار حاکم تھا اس نے سعد کی ناموری کے رشک سے حضرت عمرؓ کی بلا اجازت مشرق کی طرف چھیڑ چھاڑ شروع کردی اور اصطخر پر چڑھا اور فارس سے شکست کھاکر دشمن کے درمیان مین گھر گیا۔ حضرت عمرؓ اس حال کو معلوم کرکے علاء سے ناراض ہوئے مگر اُس کی مدد کرنی ضروری تھی۔ عتبہ کے نام حکم [illegible] بارہ ہزار

فوج کے ساتھ بصرہ (بصرہ اور کوفہ اس وقت آباد ہو چکے تھے) سے روانہ ہوا اور بڑی مشکل سے علار کی فوج کے ساتھ مل کر دشمن کو شکست دے کر ہٹا دیا اور بصرے کو لوٹ آیا۔ عتبہ کی فوج نے اگرچہ بہت شہرت حاصل کر لی تھی اور حضرت عمرؓ نے اُس کو تحسین اور آفرین کی تھی مگر علار کی شکست نے ایرانیوں کو پھر حوصلہ دلا دیا اور ہرمزان جو اہواز کا حاکم ایران کے شاہی خاندان میں سے ایک مشہور بہادر شخص تھا اور جنگ قادسیہ وغیرہ میں فوج ایران کا افسر تھا مسلمانوں کی حدود میں بڑھ کر مقامات پر حملہ کرنے لگ گیا۔ ان حملوں کے روکنے کے واسطے مسلمانوں کو فوج کشی کرنی پڑی ہرمزان نے پہلی شکست کھا کر سنہ ۱۸ھ میں اہواز مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔ دوسری شکست رامہرمز کھائی اور اس پر بھی سنہ ۱۹ھ میں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور ہرمزان نے تنگ ہو کر اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا کہ اُس کو حضرت عمرؓ کے پاس اس کی نسبت فیصلہ کرنے کے واسطے بھیج دیا جائے پس اس کو بند میں اپنے مفسدوں کا جواب دینے کے واسطے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ بھیج دیا گیا۔ مسلمانوں کی فوج نے اس کے بعد سوس کو جو ایک نہایت قدیم اور مضبوط شاہی شہر تھا اور جس میں حضرت دانیال کی قبر تھی ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا اور اس کے قریب جندیسابور کا علاقہ بھی فتح ہو گیا۔ ان فتوحات کی تاریخوں میں اختلاف ہے روایتیں سنہ ۱۹ھ یا ۲۰ھ بھی بیان کرتی ہیں۔

شام میں بغاوت

حضرت عمرؓ کے چھٹے سال خلافت سنہ ۱۷ھ میں شمالی شام میں جزیرے کے عیسائیوں کی باغیانہ ترغیبوں سے ایک آخری اور نہایت سخت کوشش مسلمانوں کے غاشیہ اطاعت کو اپنے کندھوں سے پھینک دینے کی کی گئی۔ مسلمانوں کا اگرچہ بلاد مفتوحہ کی حدود کے اندر مضبوطی سے تسلط ہو چکا تھا۔ مگر سمندر کی طرف غربی بندرگاہ اور صحرائے شام کے مشرقی کنارے کی قومیں پوری طور پر مطیع نہ ہوئی تھیں جزیرے کے بھی گو بہت سے قلعۂ سعد کے آگے سر جھکا چکے تھے لیکن اعراب کی خانہ بدوش اور آوارہ گرد قومیں اپنے آپ کو کسی کا مطیع نہ سمجھتی تھیں۔ اور اکثر

عیسائی اقوام درمیان مین ایسی پڑی تھین جو مدد کے واسطے ایران اور اہل روما کی طرف تک رہی تھین یونانیون کی بحری قوت بھی اس وقت تک محفوظ تھی قیساریہ کھلم کھلا اون کی مدد کے واسطے آمادہ تھا غرض اہل جزیرہ اور دوسرے عناصر بغاوت نے قیصر سے مدد چاہی اور اوسنے سمندر کے راستہ سے مدد بھیجنے کا وعدہ کیا پس باغی اقوام نے بے شمار تعداد مین جمع ہوکر حمص کو گھیر لیا جس سبب سے اس واقعہ کو واقعہ حمص الاخری کہتے ہین - اور قیصر نے بندر سکندریہ سے انطاکیہ پر فوج بھیجی ابو عبیدہ حمص مین حاکم تھے حضرت عمر کو اس مفسدہ کی جو درحقیقت مسلمانون کی حکومت کو ایک اندیشہ ناک دھمکی دے رہا تھا اطلاع دی خالد کو قنسرین سے بلا لیا یزید بن ابی سفیان کو دمشق سے اور معاویہ کو قیساریہ سے طلب کیا - مگر دشمن کی جمعیت اتنی زیادہ اور مضبوط تھی کہ اس قلیل فوج پر اعتماد نہین ہوسکتا تھا اور مدینہ سے مدد آنے کا انتظار کرنا پڑا حضرت عمرؓ نے سعد کو حکم دیا کہ قعقاع کو ایک مضبوط اور بڑی فوج کے ساتھ فوراً حمص کی مدد کے واسطے بھیج دے اور رقہ اور ردہا اور نصیبین پر بھی فوجین بھیج کر مفسدون کی طاقت کو تقسیم کرنے کی کوشش کرے اسی اثنا مین یونانیون کی فوج انطاکیہ مین پہونچ گئی تھی - انطاکیہ نے اس فوج پر اپنے دروازے کھول دئے اور مسلمانون سے باغی ہوگیا - قنسرین اور حلب بھی بغاوت پر پورے آمادہ ہوگئے غرض بغاوت اور مخالفت کا ابر گہرا ہوکر چھا گیا اور تردد اور اندیشہ بڑھ گیا ابو عبیدہ نے اپنے اصحاب سے مشورہ لیا - بیدھڑک اور نڈر خالد کی اکیلی راے جنگ کرنے کی تھی مگر باقی سب مدد آنے تک حمص مین انتظار کرنے کی صلاح دیتے تھے - ابو عبیدہ کی محتاط طبیعت نے اسی کو ترجیح دی اور حمص مین محصور رہنا پسند کیا حضرت عمرؓ نے بھی یہی حکم دیا مگر اون کو اس بغاوت سے اس قدر اندیشہ ہوا کہ خود مدینہ چھوڑ کر فوج کے ساتھ شام کو روانہ ہوے جہان وہ خود میدان مین پہونچنا چاہتے تھے اور جابیہ تک پہونچ ہی گئے - اسی اثنا مین سعد نے جو حضرت عمرؓ کے حکم سے بلاد موصل کے شہرون پر چڑھائی کردی تھی اُس سے اعراب اور عیسائیون کو اپنے گھرون کا نہایت خطرہ ہوا اور شام مین یونانیون کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے - ابو عبیدہ اس موقعہ کو

غنیمت سمجھ کر قلعہ سے نکل کھڑے ہوے اور قعقاع کے پہونچنے سے پہلے ہی دشمن کو شکست فاش دے کر منتشر کر دیا حضرت عمرؓ یہ خبر سن کر خوش ہوئے اور جابیہ سے مدینہ کو پھر آئے سعد کی ہمت اور تیز دستی پر بھی آفرین کی۔

قیصر کی یہ سب سے آخری کوشش تھی کہ مسلمانون کو شام سے نکال دے مگر مستحقین سے اُن کا مقسوم اور حق کون چھین سکتا ہے نتیجہ اس بغاوت کا یہ ہوا کہ مسلمان چوکنے ہو گئے اور جزیرہ تمام تر اس کی انتہائی حدود تک فتح ہو گیا ایشیائی کوچک مین بھی عیاذہ کے سپہ سالارانہ ہاتھون اپنی فتوحات کو مکمل کر دیا تمام چھوٹے بڑے شہر فتح ہو گئے اور آرمینیا تک مسلمانون کا تسلط ہو گیا۔ عمرو بن العاص نے معاویہ کی مدد سے آخر کئی سال کے محاصرہ کے بعد قیساریہ کی فتح کو مکمل کر کے شام کو مسلمانون کے قبضہ مین ایسا محفوظ کر دیا کہ اب کوئی اندیشہ کسی قسم کا نہ رہا۔

فتح مصر

وبا اور قحط کے سال نے تو گویا مسلمانون کے ہتھیار کند کر دیے تھے جب اس بلا سے نجات ملی تو مشرق کی طرف ایران مین اور مغرب مین مصر کی جانب مسلمانون کے قدم بڑھنے لگے۔ عمرو بن العاص قیساریہ کی فتح کے بعد فلسطین مین جہان وہ پورا تسلط جما چکا تھا بیکاری کے سبب سے شیر کی طرح پنجرہ مین بے قرار تھا اور اپنے چارون طرف فتوحات کے نئے میدان کے واسطے دیکھ رہا تھا حضرت عمرؓ سے پہلے سفر شام مین (جس کا ذکر آئندہ ہو گا) مفرور بطریق فلسطین ارطفون کا تعاقب کرنے وغیرہ کے بہانہ سے مصر کی طرف قدم بڑھانے کی اجازت چاہی تھی جس کو حضرت عمرؓ نے اُس وقت کو بحتہ طور سے نہین مگر منظور کر لیا تھا۔

مصر اہل روما کے زیر حکومت سب سے بڑا سرسبز اور زرخیز ملک تھا اور قسطنطنیہ کی گویا وہی پرورش کرتا تھا سکندریہ مصر کا دار الخلافہ اہل روما کی سلطنت مین دوسرے درجہ کا شہر تھا آ مصری باشندون کے علاوہ اُس مین اہل روما اور یونانیون اور اہل عرب اور قبطیون اور عیسائیون اور یہودیون کی آبادی اور بہت آمد و رفت تھی شہر کی شان و شوکت جب سے وہ آباد ہوا ہے

کبھی کم نہین ہوئی۔ جہازون کا گویا ایک جنگل اُس کے بندرگاہ پر موجود رہتا تھا جو اوس کی روز افزون تجارت کا ثبوت تھا اور گو اہل روما کی سلطنت کا ایک حصہ تھا مگر اُن کی حکومت کو بار سمجھنے لگا تھا۔

عمرو بن العاص ۱۹ سنہ یا ۲۰ سنہ ہجری مین[1] (جس کی ٹھیک تاریخ معین نہین کی جا سکتی) حضرت عمرؓ کی متردد اجازت لے کر فلسطین سے مصر کو روانہ ہوا اُس کی ساری فوج اُس وقت چار ہزار سے زیادہ نہ تھی حضرت عمرؓ کا ارادہ اس وقت تسخیر مصر کا پہلے بھی مستحکم نہ تھا اور اس قلت فوج سے زیادہ متردد ہو کر عمرو بن العاص کو واپس آجانے کا حکم بھیجا مگر اُس نے زیادہ بڑھ جانے کا بہانہ پا کر اپنے اس دلخواہ ارادہ سے باز آنا پسند نہ کیا حضرت عمرؓ نے اس صورت مین قلت فوج کے اندیشہ کی طرف سے مطمئن ہونے کے واسطے زبیر بن العوام کو اور فوج دے کر پیچھے سے بھیج دیا جس سے عمرو بن العاص کی فوج مضبوط ہو گئی اور بعض نامور اور جنگ آور بہادر بھی فوج مین شامل ہو گئے۔

عمرو بن العاص مصر مین اریش سے داخل ہوا اور فرما کے قلعہ کو فتح کر کے بائین طرف رخ کیا اور صحرا کو گذر کر دریائے نیل کی سب سے مشرقی شاخ پر پہونچ گیا اور اوسی کے ساتھ ساتھ شمالی مصر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ مین اس نے کئی لشکرون کو جو اس کو روکنے کے واسطے بڑھے تھے شکست دی جن مین سے ایک لشکر کا سردار ارطبون مقرر بطریق فلسطین تھا جو شکست کھا کر مارا گیا مصر کے اس بالائی حصہ کا حاکم مقوقس قبطی تھا عمرو بن العاص زبیر کی فوج کے ساتھ جواب اُس کے پاس پہونچ گئی تھی شہر مصر (متصل قاہرہ کے قریب ایک بڑا شہر تھا) کے نزدیک پہونچ گیا۔ جاثلیق جو وہان کا حاکم تھا اُس نے اسلامی پیغام کا جواب دینے کے واسطے تین

[1] تاریخون مین اتنا اختلاف ہے کہ ۱۲ سنہ ہجری سے لے کر ۲۰ سنہ ہجری تک کے مختلف سال بیان کیے جاتے ہین قریب تاریخ رکھنے کا خیال قحط کے سال مین عمرو بن العاص کا مصر سے غلہ سے مدد دینے کا ہے اور دور رکھنے کا ۲۵ سنہ ہجری یونانیون کے سکہ پر کو ٹھہرانے کی کوشش کا ہے مگر ہم ۱۹ سنہ یا ۲۰ سنہ کو معتبر سمجھتے ہین۔ مؤلف

روز کی مہلت حاصل کی جس کے گذر جانے پر ایک سخت لڑائی ہوئی قبطیون کی فوج نے مسلمانون کو اپنی قوت کا قایل کر دیا تھا مگر آخر شکست کھا کر حصار شہر مین محصور ہو گیے۔ اور خوب جان گئے کہ جنھون نے قیصر اور کسریٰ کو اپنے ملکون اور سلطنتون سے بے دخل کر دیا ہے اُن کا مقابلہ کرنا ہمارا کام نہین ہے۔ شہر پر ایک سخت حملہ کیا گیا جسمین زبیر نے حیرت انگیز شجاعت سے دیوار پر زینہ لگا کر فوج شہر مین پہونچا دی تھی۔ مگر اسی اثنا مین مقوقس کے قاصد صلح کی درخواست لے کر پہونچ گئے اور شرائط صلح طے ہو جانے پر شہر چھوڑ دیا گیا۔ یونانیون اور اہل نیوبیا نے بھی ایسی ہی شرائط صلح خرید لی۔ گو یونانی اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ ہم رتبہ ہو کر رہنے کو ناپسند کر کے ساحل سمندر کی طرف بھاگ گئے۔

عمرو بن العاص نے اب سکندریہ کی طرف بڑھنے کی جلدی کی تاکہ سکندریہ کو کمک پہونچنے سے پہلے وہان پہونچ جائے۔ اور راستہ مین کئی لشکرون کو جو اُس کا راستہ روکنے کے واسطے بڑھے تھے شکست دے کر بھگا دیا اور شہر کی دیوارون کے نیچے جا کھڑا ہوا۔

شہر بہت مضبوط تھا اور سمندر کی راہ سے کمک حاصل کر سکتا تھا مگر محاصرہ نے بہت طول کھینچا کیونکہ ہرقل قیصر روم ۶۴۱ء (فروری ۶۴۱ء) مین مر گیا۔ اور شہر کا ایک حصہ حملہ کر کے فتح ہو چکا تھا مقوقس نے کمک سے ناامید ہو کر اور مقابلہ کی تاب نہ دیکھ کر پہلی قسم کی جزیہ دینے کی شرائط پر حضرت عمرؓ کی منظوری سے صلح کر لی اور امن وامان قائم ہو گیا۔

مگر عمرو بن العاص کی بے چین اور جنگجو طبیعت نے اُسے آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور مغرب کی طرف اپنی فتوحات کو بڑھاتا ہوا چلا گیا۔ یہان تک کہ بارقا کو فتح کر کے طرابلس تک پہونچ گیا۔

تسخیر ایران

ہرمزان جب قید ہو کر مدینہ پہونچا اور مسلمان ہو کر مسلمانون کا وظیفہ خوار بن کر مدینہ مین رہ گیا اُس نے اور نیز اور لوگون نے ایران کی بغاوتون اور چھیڑ چھاڑ کا سبب حضرت عمرؓ کے ذہن مین

یہ امر بٹھا دیا کہ جب تک شاہ ایران اور اس کی قوت اور ملک باقی ہے مسلمانون کو اپنی حدود مین چین سے نہ بیٹھنے دیگا۔ اور اسی زمانہ مین ایرانیون کی نئی مخالفت اور مسلمانون پر حملہ کرنے کی تیاری نے اس رائے کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا حضرت عمرؓ اب مجبور ہو گئے کہ صرف ایرانیون کی مدافعت ہی پر کفایت نہ کرین بلکہ اپنے پہلے خیال کے خلاف فتوحات کو بڑھا کر ایران کو مسخر کر کے آیندہ حملون کے لائق نہ چھوڑا جائے۔

یزدجرد نے اس وقت کسی معمولی حملہ کی تیاری نہین کی تھی اُس کو مسلمانون کے ایک عرصہ تک جنبش اور آگے بڑھنے کے ارادے سے کوئی حرکت نہ کرنے سے خیال ہو گیا تھا کہ قادسیہ اور مداین کی فتح کو غنیمت سمجھ کر اُس پر کفایت کر بیٹھے ہین اور بڑے اطمینان کے ساتھ ایک بڑے خیال کے پورا کرنے مین مصروف تھا۔ درحقیقت اُس کو ایک عمدہ موقع اور اپنی حالت درست کر لینے کے واسطے فراغت مل گئی تھی۔ لیکن اصطخر وغیرہ کے مغلوب ہو جانے سے بھڑک گیا اور اس کو اپنے ارادے مین جلدی کرنی پڑی۔ اُس نے ایک بڑی سے بڑی کوشش حملہ آورون کو ملک بدر کرنے کے واسطے شروع کی تھی۔ اور صوبہ دارون اور سردارون سے ہر ایک جگہ سے فوج جمع کر رہا تھا اور اپنی سلطنت کی انتہائی حدود تک ہر ایک شہر اور قریہ سے فوج اکٹھی کر لی جو بے شمار تعداد مین کوہ دماوند کے نیچے میدان مین جمع ہوئی۔ اور ایک لاکھ پچاس ہزار تعداد مین فیروزان کے زیر حکم مسلمانون کے مفتوحہ حدود کی طرف بڑھی اس فوج کشی کی خبرین بجلی کی طرح کوفہ مین پہونچین اور سعد نے اس اٹھتے ہوئے طوفان کے سوانح حضرت عمرؓ کے گوش گذار کیے۔ خبرین ایسی دہشتناک بن بن کر پہونچ رہی تھین کہ معاملہ کے نازک ہو جانے مین کوئی شبہہ نہ رہا مسلمانون کے پاؤن اکھڑ جانے سے اُن کے کس قدر زمانے کی محنتین اور جان بازی کی کوششین برباد ہو جاتین۔ تمام فتوحات ہی ہاتھ سے نکل جاتین بلکہ کوفہ اور بصرہ بھی جو اسلامی نوآبادیان تھین کھو بیٹھتے۔

حضرت عمرؓ جیسے کہ پہلے بڑے خطرناک موقعون پر اُنھون نے ارادہ کیا تھا اب بھی بذات خود

جانے کو تیار ہونے لگے۔ مگر پہلی قسم کی ہی دلائل نے اُن کو ایسے ارادے کے ترک کرنے پر مجبور کیا۔ نعمان بن المقرن کو اہواز سے بلاکر کوفہ اور بصرہ کی حفاظت کے واسطے کچھ فوج چھوڑ کر باقی فوجین اُس کے ماتحت روانہ کردی گیئن سوس کی فوج کو اصطخر کی ایرانی فوج کو اپنے ساتھ مصروف رکھنے اور شاہی فوج سے جا ملنے سے روکنے کا کام سپرد کیا گیا۔ نعمان نے حلوان مین پہونچ کر جاسوسون سے خبر منگوائی اور معلوم ہوا کہ دشمن نہاوند کے میدان مین مقیم ہے اور وہان تک راستہ صاف ہے۔ پس کوچ کرکے اُس مشہور میدان جنگ مین دشمن سے دوبدو جاکر ٹھہر گئے۔ مسلمانون کی فوج دشمن کی فوج کے پانچوین حصہ کے برابر یعنی تیس ہزار تھی۔ مگر اکثر جنگ آزمودہ بہادر اُس مین شامل تھے دو روز تک کم بیش لڑائی ہوئی۔ ایرانیون کو ایک بڑی رعایت یہ تھی کہ اپنی پناہون سے جب چاہتے نکل کر جنگ کرتے اور پھر لوٹ جاتے کچھ دنون تک اسی طرح لڑائی جاری رہی اور مسلمان تنگ آگئے۔ طلیحہ کی رائے سے مسلمانون نے پیچھے ہٹ کر دشمن کو پناہ گاہ سے نکال لینے کی تدبیر کی مسلمانون کے پیچھے ہٹتے ہی ایرانی حملہ کرکے اُن پر آن پڑے مسلمان تو یہی چاہتے تھے لوٹ کر سامنے ہوگئے اور ایک سخت لڑائی شروع ہوئی جس مین نعمان مارا گیا۔ مگر آخر فتح مسلمانون کو نصیب ہوئی۔ ایرانی تیس ہزار لاشین میدان جنگ مین چھوڑ کر بھاگے۔ مگر مسلمانون نے تعاقب کرکے اسی ہزار اور قتل کرڈالے۔ فیروزان سپہ سالار ایران بھاگتا ہوا راستہ بھول گیا اور پکڑکر مارڈالا گیا۔ اس فتح سے ہمدان پر مسلمانون کا قبضہ ہوگیا اور خزانہ اور قیمتی جواہرات جو محافظت کے واسطے دفن کیے ہوئے تھے مسلمانون کے ہاتھ آگئے۔ دو ڈبیون مین ایسے بیش بہا جواہرات تھے جن کی قیمت کا اندازہ نہین ہوسکتا تھا۔ حذیفہ نے غنیمت تقسیم کرکے خمس اور وہ ڈبیا حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دین۔ حضرت عمرؓ نے اُن جواہرات کو لشکر مین تقسیم کرنے کے واسطے واپس بھیج دیا جو چالیس لاکھ درہم کو بکین یا یہ کہ اُن کی قیمت سے ہر ایک سوار کو چار ہزار درہم حصہ مین آئے۔ عراق عجم کے سردارون اور دہقانون نے جزیہ دینا منظور کرکے مسلمانون کی اطاعت قبول کرلی۔ نہاوند کی لڑائی ۲۱ھ کا واقعہ ہے۔

ہمدان جس نے فسخ عہد صلح کیا تھا مکرر فتح ہو گیا مسلمانون کی فوج چھ حصون مین تسخیر ایران کے واسطے اطراف وجوانب مین بھیج دی گئی۔ شہر کے بعد شہر اور صوبہ کے بعد صوبہ فتح ہوتا گیا۔ نعمان کی وفات کا حضرت عمرؓ کو نہایت رنج ہوا اور اُس کے بھائی نعیم بن المقرن کو سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا۔ یزدجرد کا غرور اُوس کو خلافت کے سامنے سر جھکانے سے روکتا تھا اور حضرت عمرؓ نے ملک کی تسخیر کا ارادہ کر لیا تھا۔ بحیرۂ کاسپین کی جنگ جو قومین رستم کی بھائی اسفندیار کے ماتحت رے کی محافظت کے واسطے جمع ہوئین جو ایران کا ایک شاہی شہر تھا اور بادشاہ وہان مقیم تھا نعیم ان کے مقابلہ کے واسطے بڑھا اور ایک دوسرے عظیم جنگ مین (۲۲ سنہ ہجری) فاش شکست دے کر رے پر قبضہ کر لیا۔ اسفندیار آذربیجان کو بھاگ گیا جہان وہ پھر شکست کھا کر قید ہو گیا۔ یزدجرد رے سے اصفہان کو بھاگا لیکن جب مسلمانون نے بڑھ کر اصفہان کو فتح کر لیا تو کرمان کو جا پہونچا جب وہان بھی نہ ٹھیر سکا تو مرو مین پناہ لی اور وہان سے خاقان چین اور ترکون کی مدد کا طالب ہوا لیکن آخرکار ترکون کو بھی یزدجرد کو ساتھ لیے ہوئے پیٹھ دکھانی پڑی مسلمانون نے تمام سلطنت کے حصون کو یکے بعد دیگرے فتح اور مطیع کر لیا۔ قومس۔ جرجان۔ طبرستان۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ سجستان۔ خراسان۔ آذربیجان۔ الواب وغیرہ یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے اور ایران کی انتہائی حدون تک جن کے مشرق مین ہندوستان اور شمال مین ترکون اور زمانۂ حال کے روسیون کی اقوام تھین اور جن کی اجنبیت کے سبب سے اُن کو یاجوج ماجوج کہا گیا ہے تمام ملک مسخر و مطیع فرمان ہو گیا۔

یہ فتوحات جن کے متعلق روایتین اور واقعات مسبوط اور مستقل کتابون کا مضمون ہین ہم نے چند صفحون مین بیان کر دی ہین۔ دنیا کی تین عظیم الشان سلطنتون کے فتح ہونے کے حالات کو اگرچہ ایسے اختصار سے بیان کرنا تاریخ کا گناہ ہو مگر ہم اپنے مقصد کے لحاظ سے اس سے زیادہ مفصل نہین لکھ سکتے تھے۔ ہمارا مطلب نہایت اختصار کے ساتھ مسلمانون کی سلطنت کی وسعت کو جو حضرت عمرؓ کے زمانہ مین حاصل ہوئی دکھانا تھا۔ تمام دنیا اِس روشنی کے زمانہ کی نہایت حیرت اور تعجب سے اُن فتوحات کی وسعت کو

بہ مقابلہ اُس قلیل زمانہ کے جس مین وہ حاصل ہوئین دیکھیتی ہے۔ یورپ کے تمام بڑے مورخ مقر
ہین کہ فتوحات کی اس سریع رفتار کا قیاس کرنا بھی مشکل ہے۔ اہل روما نے جس سلطنت کو صدیون
مین فتح کیا اور بنایا تھا مسلمانون نے اُس کو مہینون اور برسون مین فتح کر لیا اور دنیا کے ایک
عدیم المثال بزرگ کی بے نظیر تدبیر اور ملک گیری اور ملک داری کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے
اور کیا دلیل درکار ہو سکتی ہے کہ اُس کی کامیابیون کے حالات پر آج کی دنیا بھی حیران اور متعجب ہے۔
مسلمانون کی آیندہ بڑی سی بڑی ترقیون اور عروج کی یہ بنیاد تھی جو ایسے مضبوط ہاتھون سے اور
ایسی شایستگی سے رکھی گئی تھی کہ وہ بالائی عمارت گو گر گئی ہے مگر اُس بنیاد کو زمانہ کے سخت سے سخت
حوادث بھی نہین ہلا سکے۔ اُس کی تعمیر مین وہ اسلامی برکتین اور صداقتین بھری ہوئی ہین کہ یقین ہے
کہ سواے اہل حق کے کوئی ہاتھ اُن کو نہ پہونچ سکے گا۔ اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو آمین۔

پانچوان باب

سیاست و انتظام سلطنت

زمانۂ جاہلیت مین اگرچہ عرب کے شمالی اور مشرقی اور جنوبی اطراف وضلاع مین صدیون سے ایک باقاعدہ سلطنت کی صورت تھی۔ مگر عرب الحجر اور عرب الوادی یعنی مغربی صوبہ حجاز۔ اور۔ ریگستانی عرب مین کوئی خاص سلطنت مسلم نہین تھی۔ اور مسٹر پالمر کا یہ قول انھین پر صادق آتا تھا کہ "اگر اُن کی گورنمنٹ کی نسبت پوچھا جائے تو درحقیقت وہ کوئی گورنمنٹ نہین رکھتے تھے سب سے اچھی نسل کا اور سب سے بہادر شخص قبیلہ کا سردار تسلیم کرلیا جاتا تھا اور وہ اُن کو میدان جنگ مین لے جاتا تھا۔ مگر وہ اُن پر کوئی ذاتی اختیار اور تفوق سوا شجاعت اور فیاضی کی تعریف کے جو وہ حاصل کرتا تھا نہین رکھتا تھا"[1] بنو اجرہم کی پادشاہی کے دور گذرے ہوئے وقتون مین گو حجاز بھی پادشاہی سلسلہ کا مطیع فرمان رہا ہو مگر جیسا کہ مسٹر سیل کا قول ہے "بنو اجرہم کے بے دخل کردینے کے بعد زیادہ صدیون تک سلطنت ایک پادشاہ کے ہاتھ مین نہین رہی بلکہ قبائل کے سردارون مین تقسیم ہوگئی قریبًا اسی طریقہ سے جیسے کہ آج ریگستانی عرب حکومت کیے جاتے مین"[2] مکہ مین گو قریش کی شرافت کا رعب اور اثر تھا اور ایک قسم کی حکومت اُن کو حاصل تھی مگر اُس کا تعلق مذہبی امور سے بڑھکر بہت کم تھا۔ اور اہل مکہ کی حالت گو مستقل یک جا رہایش اور کعبہ کی پرستش کے میلون اور مجمعون کے سبب سے کسی قدر اصلاح یافتہ تھی مگر عام طور پر اصول تمدن اور معاشرت مین خانہ بدوش بدوؤن سے کچھ ممیز نہ تھی[3]۔ مثلًا گورنمنٹ کی نسبت سر ولیم میور کا قول ہے

---

[1] مسٹر پالمر کا انگریزی ترجمہ قرآن دیباچہ جلد اول صفحہ ۱۱ [2] دیباچہ ترجمہ قرآن از مسٹر سیل صفحہ ۹ - [3] لیفاً [4] لائف آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور دیباچہ صفحہ ۱۹ -

کہ "یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام سے پہلے مکہ مین کوئی گورنمنٹ اس لفظ کے عام مفہوم کے مطابق نہ تھی کوئی ایسے اعلیٰ اختیارات موجود نہین تھے جن کا کہ حکم قانون سمجھا جاتا۔ ہر ایک جدا جدا گانہ قبیلہ ایک جمہوری حکومت تھا اور مجموع قبائل کی راے اگر وہ کسی امر مین متفق ہوتے بمنزلہ شاہی قانون کی ہوتی تھی عام راے کا کوئی خاص مظہر نہین تسلیم کیا جاتا تھا اور ہر ایک قبیلہ کسی ایسے امر سے جدا رہنے اور انکار کرنے کی آزادی رکھتا تھا جس پر کہ دوسرے قبائل نے اتفاق کیا ہو اور کوئی شخص اپنے ہموطنون کی متفقہ راے سے اتفاق کرنے کے واسطے اپنے قبیلہ سے بڑھ کر اتفاق کرنے کا پابند نہ تھا"[۱]

غرض زمانۂ جاہلیت مین کوئی خاص سلطنت وہان موجود نہین تھی تمام چھوٹے بڑے امور مین ہر ایک قبیلہ کا سردار قبیلہ کی راے سے فیصلہ کرتا تھا اور وہی قانون ہوتا تھا۔ جنگ وجدل کے امور مین جو اکثر درپیش رہتے تھے تلوار اُن کی منصف ہوتی تھی اور اُس سادہ زندگی کے سیدھے اور سادہ ہوکسی قانون اور آئین کی ضرورت نہین ظاہر کرتے تھے پس اس طوائف الملوکی کے زمانہ مین اگر اس کو طوائف الملوکی کا زمانہ کہا جاسکے کوئی خاص سلطنت نہ تھی اور یہی سبب سے کوئی آئین یا ضابطہ یا قانون یا حکومت اور ملک کا انتظام کرنے کے واسطے کسی قسم کے اصول معین اور مشخص نہ تھے۔

جناب رسالت مآب صلعم کا کام امور دنیوی مین انتظام کرنا نہ تھا۔ اُن کا پاک منصب (روحی فداک یارسول اللہ) اس سے بہت بلند اور اعلیٰ تر تھا۔ اور دنیا کی حکومت اور سلطنت سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا۔ صرف ایسے دنیوی امور کی طرف وہ توجہ فرمانے والے تھے جن کا تعلق دین کی اشاعت حفاظت اور استحکام اور فرض رسالت کے انجام دینے سے تھا۔ مگر عرب کے قدیم دستور کے موافق اُن کی بزرگی اور روحانی پادشاہت اور علو خاندانی نے مسلمانون کے دنیوی امور کا بھی اُن حضرت صلعم کو مرجع بنا دیا اور حضرت موسیٰ کی طرح وقتاً فوقتاً مسلمانون کے اس قسم کے امور پر بھی اُن کو توجہ فرمانی پڑی اور اس سے امور مین فیصلہ کرنے اور معاملات مین برتاؤ کی

[۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور دیباچہ صفحہ ۹

نظیرین پیدا ہوگئین مگر جناب سرور کائنات نے دنیوی امور سے اس درجہ تک اپنی بے تعلقی
ثابت فرمائی کہ انتظام امور دنیا کے واسطے کسی شخص کو اپنا جانشین موسوم کرنے سے بھی دریغ فرمایا
گو اخلاق کی عام تعلیم ہر ایک قسم کے انتظام کا اصول تھی مگر براہ راست کوئی ضابطہ یا آئین یا دستور
امور ملک داری کا مرتب نہین کیا گیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا قلیل زمانہ اندرونی بغاوتون کے فروکرنے اور کسی قدر سرحدون پر
قدم بڑھانے مین گذر گیا۔ نہ اس قدر فرصت ہوئی اور نہ اس کی ضرورت ہی معلوم ہوئی کہ کسی قسم کے
خاص ضوابط و قانون کے تیار کرنے کی طرف توجہ کی جاتی۔ مثلاً اون کے زمانۂ خلافت مین حضرت
عمرؓ قاضی مدینہ مقرر ہوے تھے مگر سال بھر مین دو سے زیادہ مقدمات فیصلہ کرنے کے واسطے ان کے
سامنے پیش نہ ہوے۔ لشکر اکٹھا کرنے کے واسطے اسلامی فرائض یاد دلائے جاتے تھے غنیمت
کے چار حصہ لشکر مین تقسیم ہوکر پانچوان حصہ یا خمس جس قدر آتا تھا ضروری اخراجات پورے کر کے
مسلمانون مین مساوی طور پر تقسیم کردیا جاتا تھا۔ اندازاً دو لاکھ درہم حضرت ابوبکر کے زمانہ مین آئے
اور خرچ اور تقسیم کردئے گئے۔ پہلے سال مین قریب دس دس اور دوسرے سال مین بیس درہم
حصہ مین آئے۔ اون کی وفات پر بیت المال مین ایک دینار جو لپٹا ہوا رہ گیا تھا ملا۔ غرض
حضرت ابوبکر کا زمانۂ خلافت بھی نہایت سادہ دستورات سے گذر گیا۔

حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے پہلے سالون مین تو لشکر کشی کے کام مین زیادہ تر مصروف رہے
مگر جب فتوحات کو دن بدن وسعت ہوئی اور عرب کی خلافت مین سلطنتون کی سلطنتین شامل ہونے لگین
اور غنیمت کے سوا جزیہ اور مال گذاری وغیرہ کی آمدنیون سے بیت المال بھرنے لگا تو حکمرانی اور
ملک داری کے وہ سادہ قواعد کافی نہین ہوسکتے تھے پس حضرت عمر کو ایک مقنن اور آئین نگار
اور مدبر منتظم اور ایک بڑی وسیع سلطنت کی تمام قسم کی ذمہ واریون کا کام کرنا پڑا۔ یا یون کہو
کہ ان بے نظیر قابلیتون کو جو خدا نے ان کو بخشی تھین کام مین لانے کا موقعہ مل گیا۔

سب سے پہلا نیا کام ان کے دیوان اور دفتر کو بیان کرنا چاہیے جو بیت المال اور خزانہ

اور تنخواہون اور روزینون کا ایک با قاعدہ انتظام اور اہتمام تھا۔ بیت المال کی آمدنی کو جب افزونی ہوئی تو حضرت عمرؓ کو مال کے تقسیم کرنے مین ایک معین اور مستقل دستور کے ایجاد اور داخل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ انھون نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اور کہا کہ مال کے تقسیم کرنے کے بارے مین میری رائے حضرتؓ ابوبکر کی رائے سے مختلف ہے مین بیت المال مین خزانہ کو جمع کرنا اور ہر ایک شخص کا سالانہ وظیفہ اور تنخواہ مقرر کرنا چاہتا ہون اور جن اصول پر وہ تقسیم کے اس نئے دستور کو مبنی کرنا چاہتے تھے وہ بیان کیئے۔ وہ خیال درحقیقت ایک ایسا عظیم الشان اور پر مشکلات تھا کہ صرف وہی شخص جس کی وسعت دماغ نے اُس کو پیدا کیا تھا اُسے پورا کرسکتا تھا مسلمانون کے مراتب حقوق کے موافق اُن مین مال تقسیم کرنے اور اُن کی تنخواہین مقرر کرنے کے تین اصول قرار دئیے گئے۔ ل^ه

اول۔ اسلام لانے مین سبقت۔

دوم۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ قرب اور تعلق۔

سوم۔ فوجی خدمات۔

تمام قبائل عرب اور ہر ایک قبیلہ کے ہر ایک فرد اور ملک عرب کے ہر ایک مسلمان متنفس خانہ نشین بوڑھے شخص سے لیکر نوزائیدہ بچہ تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر کرنا اور اُس کا باقاعدہ تحریری حساب رکھنا بقول سرولیم میور کے ایک ایسا کام تھا جو انسان کے کرنے کے کامون سے بڑھکر تھا اور پھر ان مقررہ اصولون کے موافق اُن کے مراتب حقوق کا فیصلہ کرنا ایک ایسی باریک بین نظر کا کام تھا جو ہر ایک کو نہین نصیب ہو سکتی۔ اور اس بات کا ثبوت کہ یہ تقسیم کامل صحت اور مراتب حقوق کے موافق کی گئی اس سے بڑھکر اور کچھ نہین ہوسکتا کہ عرب کی وہ بے خوف اور زبان دراز قومین اور قبائل اور افراد اوس سے رضامند ہو گئے۔ اور کسی کو کوئی وجہ شکایت اور ناراضی کی نہ رہی۔ اُن کا منصفانہ برتاؤ اور دستوری اس قسم کا تھا۔ وہ صرف

ل^ه اینلس اور ارلی خلافت صفحہ ۲۲۹ —

اوروں کے ساتھ ہی انصاف نہین کرتے تھے۔ بلکہ اپنی ذات کے ساتھ سب سے بڑھکر انصاف بلکہ یون کہنا چاہیے کہ اپنی حق تلفی روا رکھتے تھے جب تقسیم مال اور تعین وظیفہ کے واسطے مراتب اور حقوق کا فیصلہ کرنے لگے تو عبدالرحمن بن عوف نے جو بزرگ اور اہل الرائے قریش مین سے تھے یہ رائے دی کہ اپنی ذات کو سب پر مقدم قرار دین یا یہ کہ اپنے سے شروع کرین۔ اور یہ رائے کچھ نامناسب اور انصاف کے خلاف نہین تھی کیونکہ حضرت عمرؓ نہ تو سبقت اسلام کے لحاظ سے زیادہ پیچھے تھے اور نہ فوجی خدمات مین جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین کی گئین کسی سے کم تھے اور آن حضرت صلعم کے ساتھ قرب اور تعلق مین سب معاصرین سے بڑھکر ہونے کی تو یہی دلیل کافی تھی کہ وہ ان کے خلیفہ اور ان کا انتخاب تھے۔ مگر انھون نے اس رائے کو ناپسند کیا اور کہا کہ مین اپنے نفس کو اس کی مناسب جگہ پر رکھونگا اور اپنی ذات اور اپنے قبیلہ کو قریش مین بہت دور آخر کی طرف رکھا اور کسی کی شکایت اور ناراضمندی پر اس کو بھی چھوڑنے پر تیار رہے۔ مثلاً ابوعبیدہ بن جراح نے جب شکایت کی تو اسے کہا کہ تم کو بھی میری طرح قانع ہونا چاہئیے لیکن اپنی قوم سے تجھ کو خود فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اگر وہ تجھ کو مقدم بنانا چاہین گے تو مجھے کچھ عذر نہ ہوگا لیکن اگر تم قبول کرو تو مین اپنے اور اپنی قوم کی حدی سے تم کو مقدم کر سکتا ہون۔ اپنے بیٹے عبداللہ اسامہ بن زید کو ترجیح دی اپنے بیٹے کے تین ہزار درہم سالانہ مقرر کیے اور اسامہ بن زید کے چار ہزار عبداللہ نے شکایت کی کہ اسامہ کا باپ میرے باپ سے افضل نہین تھا اور نہ اسامہ مجھ سے۔ پھر اس کو ایک ہزار زیادہ کیون دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہ کا باپ تیرے باپ سے رسول اللہ صلعم کو بہت پیارا تھا۔

غرض مراتب اور حقوق مین بنی ہاشم سب سے افضل اور مقدم قرار دیے گئے جن مین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ تھے۔ اور پھر بنی مطلب اور عبد الشمس اور نوفل اور بنی اسد عبدالعزیٰ اور عبدالدار اور بنوزہرہ اور بنی تیم اور مخزوم اور سہم اور جمح اور عدی بن کعب اور بنی عامر بن لوی وغیرہ کو ان کے مناسب مدارج اور مراتب کے لحاظ سے قرار دیا۔ آن حضرت کے قرابتیون مین

امہات المومنین ازواج مطہرات اور اون کے دوسرے اقربا کو مقدم قرار دیا حضرت عائشہؓ کے بارہ ہزار درہم باقی دوسری امہات المومنین کے مانند ہر ایک کے دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ امام حسنؑ اور حسینؑ کا اہل بدر کے برابر پانچ پانچ ہزار سالانہ حضرت عباسؓ کے وظیفہ کی نسبت مختلف روایتین ہین پانچ ہزار سے لے کر چوبیس ہزار تک بیان کیا گیا ہے مگر بارہ ہزار صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اہل بدر کے واسطے پانچ پانچ ہزار مقرر کیے اور اہل بدر کے بیٹون کے دو دو ہزار۔ اور حدیبیہ اور بیعت رضوان مین جو شریک تھے اُن مین سے ہر ایک کے واسطے چار چار ہزار۔ انصار مین سے ہر ایک کے چار چار ہزار مقرر کیے۔ بغاوت اور مفسدہ کے فرو کرنے مین جو شریک ہوے تھے اُن کے تین تین ہزار شام اور عراق مین جنھون نے جنگ کیے تھے اُن کے دو دو ہزار۔ قادسیہ اور یرموک کی لڑائی مین جو موجود تھے اُن کا ایک ایک ہزار نامور بہادرون کو اُن کی دیرینہ اور موجودہ خدمات کا لحاظ کرکے پانچ پانچ سو سے دو دو سو تک زائد دئے گئے۔ اسی طرح مراتب کے لحاظ سے بعض مہاجرین اور انصار کے دو دو ہزار مقرر کیے۔ اہل مکہ اور بعض لوگون کے آٹھ آٹھ سو مقرر ہوئے اور مہاجرین اور انصار کے مراتب کے لحاظ سے اُن کی عورتون کے چھ سو سے لے کر دو سو تک مقرر کیے۔ قبائل اعراب کے وظائف بھی اسی طرح مختلف تھے اور علحدہ علحدہ ہر ایک قبیلہ کا دفتر اور دیوان تھا مثلاً حمیر کے فوجی اور دیہاتی امیرون کے واسطے سات آٹھ نو ہزار کے درمیان وظائف مقرر تھے وظائف کے تقرر مین اُن طرے تین اصولون کے سوا اُن کی ضرورتون اور کنبون اور اسی قسم کے اور امور کا بھی لحاظ کیا جاتا تھا۔ یہ وظائف اور تنخواہین سلسلہ وراثت مین موروثی تھے اور اسی طرح جو انعام میدان جنگ مین کسی خاص شجاعت اور بہادری کے کام کے واسطے دیا جاتا تھا وہ بھی موروثی ہوتا تھا[1]۔

عورتون کے واسطے عام طور پر مردون کے حصہ کا ایک دسوان مقرر کیا گیا۔ بیویون

---

[1] انسائیکلوپیڈیا خلافت صفحہ ۲۲۰ بہ سند بلاذری۔

بیواؤن اور بچون کے جدا گانہ وظائف تھے - ایک بچہ جس روز پیدا ہوتا تھا درج رجسٹر ہوجاتا تھا اور سو درہم (بعض روایتون مین دس درہم) سے لے کر ترقی عمرؓ کے ساتھ وظیفہ بڑھتا چلا جاتا تھا اول اول مین تو یہ دستور تھا کہ بچہ کا وظیفہ اُس وقت سے مقرر ہوتا تھا جب اُس کا دودھ چھڑایا جاتا تھا یعنی جب بچہ کے کسی خفیف عارضہ سے ضایع ہو جانے کا خوف کم ہو جاتا تھا مگر اس دستور کو تبدیل کر کے نوزائیدہ بچہ کا وظیفہ مقرر کرنے کا قاعدہ مقرر کیا - اس تبدیلی کی وجہ ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ ایک قافلہ کی حفاظت کے واسطے عبد الرحمن کو ساتھ لے کر خود گئے اور رات بھر جاگتے اور عبادت کرتے رہے - اسی اثنا مین حضرت عمرؓ نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی اور دریافت حال کے واسطے اُس طرف گئے - بچہ کو اس کی ماں کے پاس روتے ہوئے دیکھ کر اور یہ کہ کر چلے آئے کہ اسے چپ کرا - تھوڑی دیر مین پھر وہی رونے کی آواز آئی اور پھر جا کر چپ کرانے کو کہ آئے - تیسری دفعہ جب گئے تو اس عورت کو کہا کہ مین تجھے اچھی ماں نہین دیکھتا - اس نے جواب دیا اے بندۂ خدا تو نے مجھے کیون تنگ کیا ہے مین تو اُس سے دودھ چھڑانا چاہتی ہون اور اس کا عادی بناتی ہون حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایسا کیون کرتی ہے - اُس نے جواب دیا کہ جب تک بچہ کا دودھ نہ چھڑایا جا سے عمرؓ وظیفہ نہین مقرر کرتا - اس کی عمر پوچھی تو معلوم ہوا کہ چند مہینہ کی ہے یہ سن کہ اُس کو سمجھا کہ جلدی نہ کر اور چلے آئے صبح کو نماز پڑھ کر جب فارغ ہوئے تو اُس بچہ کے رونے کی آواز اسی طرح آ رہی تھی - کہنے لگے کہ عمرؓ بہت برا ہے جس نے مسلمانون کی اولاد کتنی ہی مار ڈالی ہوگی - اور منادی کرنے کے واسطے حکم دیا اور مفصلات مین لکھ بھیجا کہ کسی بچہ کا دودھ نہ چھڑایا جائے - ہم اول ہی سے اس کا وظیفہ مقرر کردین گے[1]

عرب کے خون کو غلامی سے آزاد کر دیا کوئی عرب غلام نہین بنایا جا سکتا تھا[2] پہلے کے جو غلام تھے ان کے بھی وظائف مقرر تھے - اور اس سلسلہ کو عرب سے باہر غیر عرب مسلمانون تک جنھون نے

[1] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت [2] الس اوف خلافت صفحہ ۲۲۴

اسلامی اغراض مین شرکت اختیار کی تھی بڑی فیاضی کے ساتھ وسیع کیا گیا۔ مثلاً ایرانی امیرون اور دہقانون اور لوگون کا جو خوزستان مین مسلمانون کی فوج کے ساتھ شریک ہوگئے ہزار درہم سے دو ہزار درہم تک وظیفہ مقرر کیا گیا[1] اسی طرح جو اسلام اختیار کر کے اُسی پر پختہ ہو گئے اُن کو بھی عطیہ سے محروم نہین رکھا گیا مثلاً ہرمزان کو دو ہزار درہم سالانہ[2] وظیفہ دیا گیا۔ اگر سچ پوچھو تو اسلام نے جو برادری اور اخوت کی تعلیم خیالات کو کی تھی حضرت عمرؓ نے اوس مبارک تعلیم کی عملاً تعمیل کر کے دکھا دی سر ولیم میور نے غیر اقوام کو کو وظائف دینے اور برادری اور اخوت کے خیال کو غیر اقوام تک وسیع کرنے سے دریغ کرنے پر اعتراض کیا ہے مگر افسوس ہے کہ مورخ مذکور نے یہ اعتراض کرتے وقت اُن اصولون کو جن پر وظائف کی بنا رکھی گئی تھی نظر انداز کر دیا ہے سبقت اسلام لانے مین تقرب رسول اللہ صلعم کے ساتھ اور فوجی خدمات یہ استحقاق کس قدر لوگون کو حاصل تھے جن کو حق سے محروم رکھا گیا۔ معترض نے نہ بتایا۔ یہ بھی نہ بتایا کہ عام طور پر کس قدر مسلمان غیر اقوام کے محروم رکھے گئے۔ تعجب ہے کہ معترض اپنی کتاب انلس اوف دی ارلی خلافت کے صفحہ ۲۵۴ کے نوٹ کو لکھ کر بھی جس مین اُسنے خود لکھا ہے کہ جس قدر ایرانی مسلمان خوزستان کی فوج مین شامل ہوگئے اُن کے ویسے ہی وظائف مقرر کیئے گئے۔ اِس اعتراض کو قلم زن کرنا بھول گیا۔ اصلیت یہ ہے کہ غیر ممالک مین اول تو اسلام اِس قدر شائع نہین ہوا اور جس قدر مسلمان ہوئے وہ غیر مسلمان اقوام

---

[1] انلس اوف ارلی خلافت نوٹ صفحہ ۲۵۴ و ۲۲۶۔ [2] درہم چاندی کا اور دینار سونے کا سکہ تھا۔ درہم کو اکثر لوگون نے ۲/۱ ۴ آنہ کا بیان کیا ہے جس کے حساب سے درہم کی قیمت ہمارے سکہ رائج الوقت مین ۴ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے سر نکر نے جو حساب کیا ہے اُس کی رو سے درہم کی قیمت انگریزی سکہ مین چھ پنس سے آٹھ پنس تک بیان کی ہے اگر پونڈ دس روپیہ کا شمار کیا جاے تو درہم کی قیمت دس آنہ کے قریب ہوگی۔ دینار کی قیمت پندرہ فرینک یا گیارہ شلنگ سے کچھ زیادہ سر نکر نے لکھی ہے۔ پونڈ دس روپیہ کا شمار کر کے ہمارے سکہ مین دینار کی قیمت پانچ روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے علامہ شبلی نے دینار پانچ روپیہ کا اور درہم ۴ آنہ کا بیان کیا ہے المامون جلد دوم صفحہ ۱۹۔ اہل شام کے حساب مین سونے کو چاندی سے ۴/۱ ۱۴۔ کو ایک کی نسبت تھی مسلمانون مین ۸۔ یا ۹۔ پہلے ۸۔ کو ایک کی جو بعد مین ۱۰۔ یا ۱۲۔ کو ایک کی نسبت تک بڑھ گئی صوبجات شام اور مغربی جزیرے کا سکہ سونے کا تھا اور ایران اور بابل کا چاندی کا۔ (دیکھو لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۱۲ حاشیہ) مؤلف۔

کی طرح اپنے پیشون اور اپنے کامون مین رضامند اور قانع رہے۔ خطرناک فوجی خدمت کو نہ اُنھون نے پسند کیا اور نہ وہ مجبور کیے گئے۔ لیکن بعض نے جو فوجی خدمت کو پسند کیا اور مسلمانون کے ساتھ شریک ہوئے اُن کے علیٰ قدر مراتب وظائف مقرر کیے گئے۔ معترض کی آنکھون کے سامنے تعصب کا اندھیرا معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ ایسی صاف بات تھی کہ اعتراض کی گنجائش ہی نہ تھی۔

اس عظیم الشان تجویز کو مستقل طور پر رائج کر دینے کے واسطے دفتر مرتب کرنا پڑا جس کا نام دیوان رکھا گیا اور وظائف کے حساب اور فہرستین تیار کی گئین اعلیٰ مراتب کے قبائل اور لوگون کا حساب رکھنا تو کچھ مشکل نہ تھا مگر لکھو کھا عام اقوام اعراب اور اُن کے قبائل اور کنبون کی فہرستین اور حساب رکھنا جو فوجی کام اختیار کرنے کے واسطے سر روز سیل دریا کی طرح امڈے ہوئے چلے آتے تھے بقول سر ولیم میور کے ایک ایسا کام تھا جو انسان کے کر لینے کا نہ تھا مگر قبائل کی ترتیب اور افواج کی باقاعدہ تقسیم اور بندش سے اس کام مین کسی قدر سہولیت پیدا ہو گئی ہر ایک قبیلہ یا شاخ قبیلے کے لوگ اپنے اپنے جدا جدا دستون اور حصون مین تقسیم ہو کر لڑتے تھے فہرستون کی ترتیب بھی اسی کے موافق ہوئی اور ہر ایک متنفس اپنے اپنے قبیلہ مین درج فہرست ہو کر شمار مین آ گیا۔ اس بات کا بتا مشکل ہے کہ دیوان کی فہرستون کے شمار اعداد مین کہان تک پہونچین ہون گے۔ مگر صرف کوفہ اور بصرہ دو آباد شہرون کی آبادیون سے جو بقول سر ولیم میور کے ڈیڑھ لاکھ اور دو لاکھ تک پہونچ گئی تھیںسلہ اس کے شمار کا انداز کیا جا سکتا ہے۔ سر ولیم میور نے ایک سرسری اندازہ کیا ہے کہ حضرت عمر کی وفات سے پہلے تقریباً پانچ لاکھ عرب حدود عرب سے باہر ایران مصر شام وغیرہ مین کارگزار تھےسلہ۔ ملک کی اندرونی وظیفہ خوار آبادی کو ملا کر اس کام کی عظمت اور مشکلات اور اس کے کرنے والے کی ہمت پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ عقیل ابن ابی طالب اور مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو ان فہرستون کے لکھنے کے واسطے منشی مقرر کیا گیا تھا۔ اور عبداللہ بن ارقم کو عہدہ بیت المال خزانچی تھا جس کو حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ اگر دوسرون کی مانند مجھ کو کچھ سبقت حاصل ہوتی تو مین کسی کو

سلہ انلس اوف دی ارلی خلافت صفحہ ۱۹۶ ۔ سلہ انلس اوف دی ارلی خلافت صفحہ ۲۳۰ ۔

تیرے پر قدم نہ کرتا۔

سر ولیم میور نے دیوان کی کیفیت لکھنے کے بعد اُس پر کئی ریمارک کیے ہین جن مین سے ایک خیال جو اس عنوان سے کہ حضرت عمرؓ کے اِن اصولون نے قبائل عرب کے باہمی مخالفت کے خیالات کو مٹا دیا لکھا ہے اِس مقام پر درج کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ وہ لکھتا ہے کہ "ایک بڑی قوم کو اپنے فتوحات اور اون کی آمدنیون۔ خراج اور غنیمت کو پہلے اخوت کے اصولون پر مساوی طور پر اوس کے بعد جنگی قابلیتون اور روحانی امتیازات کے موافق اپنے درمیان تقسیم کرتے دیکھنا ایک ایسا نظارہ ہے جس کا نظیر دنیا مین موجود نہین ہے۔ اس تدبیر کا خیال بجائے خود نہایت عمدہ تھا۔ اس کے سوا کسی اور طریقے سے قبائل عرب کے باہمی رقیبانہ حسد کے خیالات کو دور کردینا ممکن ہی نہین تھا۔ صفوان اور سہیل اور دوسرے شرفاے قریش نے جو فتح مکہ تک آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک نہوے تھے کسی سے کم وظیفہ لینے سے اول انکار کیا اور کہا کہ ہم اپنے سے زیادہ شریف کسی کو نہین دیکھتے اور کسی سے کم نہین لین گے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ نہین مین شرافت نسبی کے لحاظ سے نہین دیتا ہون بلکہ اسلام لانے مین سبقت کے لحاظ سے مقرر کرتا ہون اُنھون نے جواب دیا کہ "ٹھیک ہے" اور اس لاجواب دلیل کے سوا کسی دلیل سے اون کا اطمینان نہین ہو سکتا تھا۔ قبائل کے باہمی حسد کے سوا دو بہت سے خطرناک اسباب تھے مثلاً قوام اعراب اور اصحاب یعنی اہل مکہ و مدینہ کے درمیان جو رقابت تھی اور دوسرے بنی ہاشم و بنی امیہ اور دوسرے قبائل قریش مین جو رقیبانہ خیالات تھے اور جس حسد نے رفتہ رفتہ پختہ ہو کر خلافت کے وجود ہی کو خطرے مین ڈال دیا تھا لیکن جس کو کہ عمرؓ کے مضبوط ہاتھون نے روک دیا اور دبا دیا تھا اس وقت روحانی امتیازات کو معیار حقوق قرار دینے سے دور کر دیے گئے"

اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس درجہ کے باریک بین اور حق شناس انصاف اور واقفیت سے مدارج حقوق کا تصفیہ کیا تھا کہ اس پر کوئی حرف نہین رکھ سکتا تھا اور اگر کوئی ناواقفیت سے اعتراض کرتا تھا تو

اُن کے جواب سے اُس کا پورا اطمینان ہو جاتا تھا مثلاً عمر بن سلمہ کو جب ایک ہزار زیادہ دیا تو محمد بن عبداللہ بن جحش نے کہا کہ کیا ہمارے باپ اُس کے باپ جیسے نہ تھے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ ایک ہزار اُس کی ماں ام سلمہ کے لحاظ سے زیادہ دئیے گئے ہین اگر تیری ماں بھی ام سلمہ جیسی ہو تو تجھے بھی ایک ہزار زیادہ دیدون۔ اسی طرح جب طلحہ بن عبداللہ کے بھائی عثمان کے اہل مکہ کے ساتھ آٹھ سو مقرر کئے اور نضر بن انس کے دو ہزار مقرر کیے تو طلحہ نے شکایت کی حضرت عمرؓ نے اُسے بتایا کہ اس کا باپ احد کے دن مجھے میدان جنگ مین ملا تھا اور کہتا تھا کہ اگر رسول اللہ شہید ہو گئے ہین تو خدا تو زندہ ہے جو نہین مرے گا اور بڑھ کر مقابلہ کیا اور شہید ہو گیا۔ طلحہ اس جواب کو سُن کر خاموش ہو گیا۔

آیندہ نئے وظائف ہمیشہ مقرر ہوتے رہتے تھے اور اُن مین اضافہ ہوتا تھا۔ اور بھی بعض دلچسپ روایتین کتابون مین مندرج ہین مثلاً ایک دن حضرت عمرؓ نے لبید بن ربیعہ کو کہا کہ مجھے اپنے اشعار سنا اُس نے کہا کہ جب سے مجھے خدا نے سورہ بقر اور سورۂ آل عمران سکھلادی ہے مین نے شعر پڑھنا چھوڑ دیا ہے حضرت عمرؓ جو طرز جاہلیت کی شاعری کے نہایت مخالف رہتے تھے اس سے خوش ہوئے اور اُس کا وظیفہ دو ہزار سے اڑھائی ہزار کر دیا۔ گویا وہ بھی فیاضی کرتے تھے اور انعام بخشتے تھے مگر اُن کو جو دین اور مذہب مین پکے اور کوئی قابل ستایش امر کرتے تھے۔ اس قسم کے انعامون سے گویا دوسرے لوگون مین ایسی عمدہ مثال کی تقلید کرنے کی ترغیب ہوتی تھی۔

بیت المال مین خمس غنیمت کے سوا زکوۃ اور عشر اور جزیہ اور مالگزاری اراضی زراعت کی آمدنی تھی اور علاوہ اس کے ممالک مفتوحہ کی جاگیرات خالصہ کی آمدنی داخل بیت المال ہوتی تھی۔ مصارف مین فوج اور دیوانی اور دوسرے متعدد قسم کے انتظامات اور رفاہ عام اور فلاح خواص و عوام کے کامون کا خرچ بیت المال سے اول لیا جاتا تھا اور بچت کو تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ مسلمان آسودہ اور دولت مند ہو گئے تھے اور شاید سیوطی کے اس قول مین کہ خیرات دینے کے واسطے تلاش کرنے سے کوئی لینے والا نہ ملتا تھا بہت مبالغہ نہ ہو۔ اس پر بھی حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر

مین زندہ رہا تو سب سے کم وظیفہ والے شخص کو اول درجہ کی تنخواہ والے سے ملا دونگا۔ تمام آمدنی جس قدر کہ ہوتی تھی اُسی وقت خرچ ہو جاتی تھی۔ اور حضرت عمرؓ کو اِس امر کے دیکھنے سے خوشی اور فخر ہوتا تھا[1]

کل خراج اور آمدنی کا تخمینہ بتانا ہمارے لئے مشکل ہے حضرت عمرؓ کے زمانہ کے مفتوحہ ممالک مین سے چند مشہور اضلاع۔ حلوان۔ اہواز۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ خراسان۔ جرجان۔ قومس۔ رے۔ طبرستان۔ دروبان ونہاوند۔ ہمدان بصرہ و کوفہ کے درمیانی اضلاع۔ ماسبدان۔ شہرزور۔ موصل۔ آذربیجان۔ جزیرہ مع اضلاع فرات۔ قنسرین۔ دمشق۔ اردن۔ فلسطین کا خراج خلیفہ ہارون الرشید کے وقت مین دو ارب اور ساٹھ کرور درہم کے قریب تھا۔[2] اور متاع علاوہ تھا۔ اور مصر مین اور حجاز سے قریب چھبیس ہزار دینار خراج آتا تھا۔[3] اِس پچھلے تین صوبون کے خراج مین سے تو حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بہت کم آتا ہوگا اور مذکورہ بالا اضلاع اور دوسرے مفتوحہ امصار و دیار سے بھی ایسا باقاعدہ خراج نہین آتا تھا۔ اگرچہ خلفاء عباسیہ کے زمانہ مین بھی آمدنی کی شقین یہی خراج اور عشر اور جزیہ اور زکوٰۃ ہی تھین جو حضرت عمرؓ کے وقت مین معین ہو چکی تھین۔ مگر تمام ممالک مفتوحہ مین اُس کا رواج نہین ہوا تھا اور عاملون کو براہ راست ضروری مصارف نکال کر بچت کو بیت المال مین بھیجنے کا اختیار تھا۔

فوج کا انتظام درحقیقت سب سے مقدم اور اِس عظیم الشان تدبیر دیوان کا اصول تھا عرب کی اصلی جنس اور متاع مسلمانون کے یہی بے روک دست و بازو تھے جن کے معاوضہ مین دنیا کو حاصل کیا تھا اور آیندہ حاصل کرنے اور حاصل کیے ہوے کو اپنے قبضہ اور حفاظت مین رکھنے کا جن پر بھروسہ تھا پس سب سے زیادہ اہم اور ضروری انتظام فوج کا انتظام تھا اور درحقیقت یہی انتظام حضرت عمرؓ کی خلافت کا وہ بے نظیر کارنامہ ہے جس کو دنیا ہمیشہ تعجب اور حیرت

[1] الفس اوف ارلی خلافت صفحہ ۲۲۹ [2] المامون۔ حصہ دوم صفحہ ۱۳۔ و ۱۴۔ [3] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۳۔ و ۱۴۔

کی نگاہ سے دیکھا کرے گا۔

تمام عرب کے وظائف اور تنخواہین اور روزینہ مقرر کر کے اون کو ضروریات زندگی کی طرف سے بالکل فارغ البال اور بے فکر کر دیا گیا تھا زراعت اور تجارت کی نہ اُن کو ضرورت تھی اور نہ اجازت تھی۔ اُن کا کام اور پیشہ ہتھیار اُٹھانا اور میدان جنگ مین کام کرنا تھا۔ فوجی خدمت کرنے کے واسطے وہ مجبور تھے۔ کوئی عذر اور حیلہ قابل سماعت نہ تھا۔ دیوان کا وظیفہ خوار در اصل خلافت کی فوج کا سپاہی تھا۔ وظیفہ خوار عورت سپاہی کی بیوی اور سپاہی کی مان تھی۔ نوزائیدہ بچہ جس روز سے وہ درج فہرست ہوتا تھا وہ عرب کی فوج کا سپاہی ہوتا تھا اس انتظام سے عرب کی فوج کا ایک مستقل اور استمراری انتظام کر دیا گیا۔ صرف اُسی زمانہ مین نہین بلکہ اگر وہ انتظام جیسا جاری رہنے کے واسطے بنایا گیا تھا اور عرب کی اقبال مندی کے زمانہ تک جاری رہا اگر اور ہزارون برس بھی جاری رہتا تو نئی فوجون کے بھرتی کرنے اور نئے لشکرون کے برپا کرنے کی کبھی فکر اور ضرورت نہ پیش آتی۔ سر ولیم میور اس پر لکھتے ہین کہ "اسلام کی آمدنی خراج کو اس طرح پر اس جنگی قوم کا درثہ بنا دینے سے اُن کی جنگی طبیعت اور جوش کو قائم کر دیا گیا اور خلافت کی فوج کی صورت مین اُن کی خدمت اور ملازمت مستقل اور استمراری ہو گئی۔ اگرچہ اون کی بیکاری اور آرام کے زمانہ مین سازشون اور فتنہ کا باعث ہوتین۔ مگر باین ہمہ وہ اسلام کی پشت و پناہ اور اُس کی فتوحات اور خلافت کے قیام کا راز تھین۔ اس طرح پر وہ جنگی قوم قومون کے فتح کرنے اور اسلام کو شایع کرنے کے مقدس کام کے واسطے علیحدہ کر دی گئی اور اُس وقت بھی جب کہ مذہبی ولولے کسی قدر کم ہو گئے حضرت عمر کی اس پیش بینی اور تدبیر کی وجہ سے عربون کے جنگی جوش ایک متحد اور متفق قوم کی صورت مین اُن مین اڑھائی سو برس تک پورے طور پر قائم رہے۔ قوم کی قوم گویا ایک فوج تھی جو ہر وقت حرکت مین رہا کرتی تھی چھاؤنیان اُن کے گھر تھے نہ کہ شہر۔ اُن کا کام جنگ اور لشکر تھا غرض کہ عرب ایسے مسلح اور متحد قوم ہو گئے تھے جو پشتہا پشت تک ملک گیری کے لیے ایک لحظہ کے نوٹس دینے پر تیار

اور حملہ کرنے کے لئے مستعد ہو جاتے تھے"۔

حضرت عمرؓ کا یہی مہتم بالشان اصول تھا جس کی بنا پر وہ اہل عرب کو زراعت کرنے اور اطراف مین آباد ہونے اور گھر بنانے کی اجازت نہین دیتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال اُنکا نیا نہین تھا بلکہ بہت پرانا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ مین عتبہ اور اقرع سے جو سند زمین داری کی لے کر پھاڑ ڈالی تھی اُس کی وجہ کی تہ مین یہی خیال تھا گو اُس وقت اُس کا ظاہر کرنا قبل از وقت تھا۔ اپنے زمانۂ خلافت مین تو وہ علانیہ طور پر اس خیال کے پابند رہے اور کسی کو زراعت اور آبادی کے کام مین مصروف نہ ہونے دیا۔ شام اور عراق مین لوگون نے نہایت خواہش سے چاہا اور اصرار بھی کیا مگر حضرت عمرؓ نے نہ مانا۔ مصر مین اور اسی طرح دوسرے ممالک مین تاکیدی حکم بھیجے تھے کہ اہل فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نہ کرنے پائین۔ اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کاشت کی تو آپ نے اوس کو پکڑ بلایا اور نہایت سخت سزا دینی چاہی لیکن اوس نے قطعی توبہ سے اپنا قصور معاف کرالیا[۱]۔ جہان کہین فوجی چھاؤنیان قائم ہوئی تھین اسی خیال کے بنا پر وہان لوگون کو پکے گھر بنانے کی اجازت نہین دیتے تھے۔ گھاس پھوس کے کچے گھر بنا کر رہنے کا حکم تھا۔ اگر کوئی پکا گھر بنا بھی لیتا تھا تو اُس کو گروا دیتے تھے۔ غرض کوئی قول اور فعل حضرت عمرؓ کا اس کے متعلق ایسا نہ تھا جو اسی اصول اور خیال پر مبنی نہ ہو اور اسی سے یہ اصول ایسے احکام اور مقصد جلی کے ساتھ قائم ہو گیا کہ صدیون تک جب تک عربون کو اُس کے چھوڑنے پر مجبور نہ کیا گیا اُن سے نہ چھوٹ سکا۔

اس اصول کے اختیار کرنے سے جس قدر کہ اسلامی اغراض کی کامیابی مقصود تھی اوسی قدر غیر اقوام کے زمیندارون اور کاشتکارون اور رعایا کے ساتھ اون کے حقوق کی حفاظت سے فیاضی کا برتاؤ مقصود تھا۔ کسی ملک کی رعایا کو برباد کرنے کی تدبیر اس سے بڑھ کر کوئی نہین ہو سکتی کہ اون کو اپنے املاک زمینداری اور حقوق کاشتکاری سے محروم اور بے دخل کر دیا جائے

---

[۱] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۰۔

حضرت عمرؓ کی خلافت مین جو اسلام نے بے شمار احسانات ممالک مفتوحہ کی رعایا پر کیے اُن سب مین بڑا احسان یہی تھا غرض اس ایک اصول مین ایسی دو بڑی عظیم الشان مصلحتین مخفی تھین اس پچھلی بحث کو آیندہ بیان کرنے کا موقع ملے گا ۔

فوج کے انتظام کے متعلق ایک بڑی دانشمندی کا کام جا بجا چھاؤنیان مقرر کرنے کا تھا ۔ اور یہ چھاؤنیان ایسی ضروری اور موقع کی جگہ پر بنائی گیئن کہ اُن کے مقرر کرنے کا مقصد اُنھین سے بخوبی حاصل ہو سکتا تھا ۔ مصر ۔ عراق ۔ ایران وغیرہ صوبون مین آٹھ مرکز اس قسم کے قائم کیے گئے اور ہر ایک مین بچیت کی فوج ضرورت کے وقت کام کرنے کے واسطے رکھی گئی ۔ چار ہزار سوار بچیت مین رہتے تھے[۱] اسی طرح پر چارہ اور غلہ اور سامان کا انتظام کیا گیا اور اس انتظام کا خرچ صوبہ کے خراج پر پہلا خرچ ہوتا تھا[۲]

گھوڑون اور اونٹون کا ایک بڑا ذخیرہ نہایت کوشش سے جمع رکھتے تھے جو شخص خود اپنے واسطے انتظام نہ کر سکتا اُس کو گھوڑا دیتے اور عہد لیتے کہ دانستہ گم نہ کرے گا اور کمی خوراک سے ضایع نہ کردے گا لیکن اگر لڑائی مین مارا جائے تو وہ ذمہ دار نہین ہوتا ۔ اور سال بھر مین چالیس ہزار اونٹ سواری کے لیے دے دیتے تھے[۳]

کوفہ اور بصرہ اور قاہرہ بھی درحقیقت چھاؤنیان تھین اور اسی غرض سے مقرر ہوئی تھین ۔ اُن کی آب و ہوا کے خراب ہونے کے سبب سے سپاہیون کی صحت مین فرق آنے لگا تھا ۔ ایک دفعہ جب ایک جماعت اہل لشکر کی حضرت عمرؓ کے سامنے گئی تو اونھون نے اُن کے چہرون پر زردی اور کمزوری دیکھ کر حیران ہو کر اس کا سبب پوچھا ۔ اونھون نے جواب دیا کہ مدائن شہر اور اُس کی آب و ہوا عرب کی طبائع کے موافق نہین ہے ۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کسی ایسے صحت بخش اور موافق آب و ہوا والے مقام کے تلاش کرنے کا حکم دیا کہ ریگستان کی ہوا وہان سے گذرتی ہو

---

[۱] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۱ ۔ [۲] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۳ ۔ [۳] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد دوم باب سیاست فاروق اعظم ۔

اور قریب ہو اور عمدہ اور صاف پانی کے نزدیک ہو اور مدینہ اور اُس مقام کے درمیان کوئی دریا یا ایسی چیز حائل نہو جو مدد کے فوراً وہان پہونچنے کو روکتی ہو سعد بن ابی وقاص نے کنار ریگستان پر ہر ایک طرف تلاش و تجسس کی اور کوفہ کے میدان سے بڑھکر بہتر کوئی مقام اون اوصاف سے متصف نہ پایا۔ جو حیرا کے قریب اور دریاے فرات کی مغربی شاخ پر واقعہ تھا حضرت عمرؓ نے بھی اس انتخاب کو پسند کیا اور لوگون کو وہان چلے جانے یا اُن مین رہنے کا اختیار اور اجازت دی۔ لوگ گروہ کے گروہ وہان جانے لگے۔ اور گھاس پھوس اور نرسل اور مٹی گارے سے مکان بنا لینے کی اجازت دی سنہ ہجری کا سال تھا وہ اس بات کے نہایت مخالف تھے کہ مستقل رہائش کے واسطے وہان پختہ اور دیرپا مکان بنائے جائین لیکن جب کئی دفعہ آتش زدگی کی وارداتین ہوئین اور مکان جل اُٹھے تو آخر حضرت عمرؓ نے اینٹ سے پختہ مکانات بنانے کی اجازت دیدی۔ اور لکھا کہ "یہ عارضی لشکر گاہ صرف مجاہدین کی رہائش گاہ ہے لیکن اگر تم وہان زیادہ مستقل رہائش اختیار کرنا چاہتے ہو تو خیر اجازت ہے۔ مگر کوئی شخص تین سے زیادہ مکان نہ بنائے اور نہ رسول اللہ صلعم کے گھر سے زیادہ شان اور آراستگی رکھے"۔ اس حکم پر شہر از سر نو بنایا گیا اور بازارون کو سیدھا کرکے باقاعدہ بنایا گیا۔ مرکز مین ایک بڑا چوک جامع مسجد کے واسطے رکھا گیا جہان آخر ایک نہایت عظیم الشان مسجد بنائی گئی۔ تجارت کی منڈی کے واسطے ایک اور چوک صاف رکھا گیا اور ہر ایک شخص کو اوس کی ضرورت کے موافق زمین دی گئی۔

منڈی کے قریب سعدؓ نے ایک عالی شان مکان اپنے رہنے کے واسطے بنوایا۔ حضرت عمرؓ نے جب سنا کہ سعد نے ایک قلعہ نما مکان بڑے دروازہ والا بنوایا ہے تو ناراض ہوئے اور محمد بن مسلمہ کو اوس دروازے کے توڑ دینے کا حکم دے کر بھیجا۔ اور سعد کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اپنے لیئے ایک محل بنوایا ہے جو تیرا قلعہ کہلاتا ہے اور اپنے اور لوگون کے درمیان ایک بڑا دروازہ بنایا ہے۔ یہ تیرا قلعہ نہین ہے بلکہ دوزخ کا قلعہ ہے تجھے خزانہ کی حفاظت کے واسطے ایک محفوظ مکان درکار ہے مگر اپنے رہنے کے واسطے ایسا مکان

ضروری نہین ہے جو تیرے اور خلق اللہ کے درمیان آمد و رفت کو روکتا ہو اور تجھ کو اُسے گرا دینا چاہیے"۔

بصرہ خلیج فارس سے اوپر دریا کے کنارے پر واقع ہے اِس نواح مین بھی حضرت عمرؓ اس علاقہ کے فتح ہونے کے بعد فتوحات کی حفاظت اور انتظام اور کسی مخالفانہ حملہ کی مدافعت کے واسطے ایک فوجی مقام قائم کرنا چاہتے تھے۔ پہلے تو اُبلہ کے کھنڈرون پر مسلمانون کے کچھ گھر بن گئے اور وہین رہنے لگے مگر سمندر کے قرب کے سبب سے آب و ہوا موافق نہ تھی کئی دفعہ رد و بدل ہو کر آخر بصرہ کا موقع مقام پسند کیا گیا اور عتبہ بن غزوان نے قریباً اُسی زمانے مین جب کوفہ بنا ہوا تھا اجازت لے کر اسی وضع پر کچے کچے گھر بنائے۔ دونون شہرون کو معقولیات اور ریاضیات وقت دونی لیکن مدتون کوفہ کی آمدنی زیادہ تھی وہ رونق اور آبادی مین بصرہ سے بڑھا رہا[1]

ایک دوسرے مورخ کوفہ اور بصرہ کی آبادی اور رونق کی کیفیت کو اس طرح لکھتے ہین کہ "کوفہ اسلام کی وسعت اور تمدن کا گویا دیباچہ تھا اہل عرب کی روز افزون ترقی کے سبب عرب کی مختصر آبادی کافی نہ تھی اس ضرورت سے حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو جو اُس وقت حکومت عراق کا نظم کرتے تھے اور مدائن مین اقامت گزین تھے خط لکھا کہ "مسلمانون کے لیے ایک شہر بساؤ جو اُن کا دار الہجرت اور قرارگاہ ہو" سعد نے کوفہ کی زمین پسند کی سنہ ۱۷ھ مین اس کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا معمولی سادہ وضع کی عمارتین تیار ہوئین اُسی وقت عرب کے قبائل ہر طرف سے آکر آباد ہونے شروع ہوئے یہان تک کہ تھوڑے دنون مین وہ عرب کا ایک خطہ بن گیا حضرت عمرؓ نے یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمیون کے لیے جو وہان جا کر آباد ہوئے تھے روزینے مقرر کر دیے چند روز مین جمعیت کے اعتبار سے کوفہ نے وہ حالت پیدا کی کہ جناب فاروقؓ کوفہ کو "رمح اللہ" "کنز الایمان" "جمجمۃ العرب" فرمایا کرتے تھے اور خط لکھتے تو اِس عنوان سے

[1] علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النعمان صفحہ ۳۳ ۔

لکھتے تھے۔ "الی راس الاسلام - الی راس العرب" حضرت علیؑ نے اس شہر کو دار الخلافت قرار دیا
صحابہ مین سے ایک ہزار پچاس شخص جن مین چوبیس وہ بزرگ تھے جو غزوۂ بدر مین رسول اللہ کے
ہمرکاب رہے تھے وہان گئے اور بہتون نے سکونت اختیار کرلی ان بزرگون کی بدولت ہر جگہ
حدیث و روایت کے چرچے پھیل گئے تھے اور کوفہ کا ایک ایک گھر حدیث و روایت کا درس گاہ
بن گیا تھا۔

بصرہ بھی اسی مقدس خلیفہ کے حکم سے آباد ہوا تھا اور وسعت علم اور اشاعت حدیث کے
اعتبار سے کوفہ کا ہمسر تھا۔ یہ دونون شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرح علوم اسلامی کے دار العلوم
خیال کیے جاتے تھے سفیان بن عیینہ جو امام حدیث مین شمار کیے جاتے ہین اکثر فرماتے تھے
کہ مناسک کے لیے مکہ۔ قرات کے لیے مدینہ۔ اور حلال و حرام یعنی فقہ کے واسطے کوفہ ہے۔

کوفہ اور بصرہ کی رونق اور آبادی کی ترقی درحقیقت تعجب انگیز تھی۔ تھوڑے ہی زمانہ مین آبادی
کی نوبت لاکھون تک پہونچ گئی۔ اور ان نوآباد شہرون مین سلطنت کے دعویدارون کی قسمتون کے
فیصلے ہونے لگے۔

سر ولیم میور نے جو ریمارک کوفہ اور بصرہ پر کیا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہوگا کہ "کوفہ اور بصرہ کو
جو اپنی بنا مین ایسے عدیم المثال تھے خلافت اور خود اسلام کی قسمتون پر حیرت انگیز اثر حاصل
تھا۔ آبادی کا بڑا حصہ جزیرہ نما سے آیا اور خالص عرب کی نسلون سے۔ جو قبائل مع اپنے کنبون
کے ایران کے شکار کے واسطے عراق عرب کی طرف سیلاب دریا کی طرح امڈے چلے آتے
تھے وہ خصوصاً ان دونون شہرون مین آباد ہوتے تھے۔ کوفہ مین یمن اور جنوب کے قبائل
زیادہ تر آباد ہوتے تھے اور بصرہ مین شمال کے بہت جلد وہ دو بہت بڑے اور پر رونق شہر
ہوگئے جن مین سے ہر ایک مین دو لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ متنفس سے کم نہ ہون لگے۔ اسلام کے

[1] یہ آبادی کا شمار مورخ مذکور نے بلاذری کے قول سے اخذ کیا ہے جو اس نے [illegible] مین زیاد کے وقت مین
کوفہ مین اسی ہزار سپاہی اور ایک لاکھ بیس ہزار کنبون اور بصرہ مین ساٹھ ہزار سپاہی اور اسی ہزار کنبون کے موجود

ادب۔ مذہب اور ملکی معاملات پر باقی تمام اسلامی دنیا کا اثر نہ تھا جتنا کہ ان دو شہرون کا تھا۔
جنگی خدمت گاہ بہ گاہ کرنی پڑتی تھی اور باقی وقت بے کاری مین گذرتا تھا جس کو وہ امور
تمدن کے جوڑ توڑ کے مشورون مین گذارتے تھے اور وقت کے معاملات پر بحث کرتے وقت وہ
گذشتہ ایام کی طرف جا نکلنا بہت پسند کرتے تھے اور لڑی ہوئی لڑائیون کو پھر لڑتے تھے جس سے
روایت کا سلسلہ اور اختلاف پیدا ہوا ہے لیکن یہ مباحثے بعض اوقات قبائل کی باہمی رقابت اور
خانگی بزاعیون تک پہونچ جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگ فتنہ انگیز اور فسادی ہو گئے اور یہ دونو شہر
مفسدہ اور ہنگامہ کی جگہ ہو گئے۔

یہ فتنہ جو حضرت عمرؓ کے دانشمند اور مضبوط ہاتھون نے روکے اور دبائے ہوئے تھے
کمزور خلفا کے وقت مین برانگیختہ ہو گئے اور اسلام کے اتفاق اور یکجہتی کو چیر ڈالا اور تکلیف
اور مصیبت کے وقت لے آئے؟

قاہرہ بھی اسی طرح بنا پاکر آباد ہوا ہے مصر کو فتح کر کے عمرو بن العاص سکندریہ کو اپنا صدر
مقام قرار دینا چاہتا تھا مگر حضرت عمرؓ نے لشکر سے اتنی دور اور ایسے مقام پر رہنا جس کے راستہ
مین دریا کی کئی شاخین حائل ہون ناپسند کیا۔ اس لیئے وہ شمالی مصر کو واپس آگیا۔ عربون کی ایک
جماعت دریائے نیل عبور کر کے مغربی جانب مقام غزیہ پر جا رہی حضرت عمرؓ نے اس شرط پر وہان رہنے
کی اجازت دی کہ ایک مضبوط قلعہ فوج کی حفاظت کے واسطے بنا لیا جائے۔ فوج کا صدر مقام
ممفس کے قریب مقرر کیا گیا جہان فسطاط (فستات) کے نام سے جس کے معنی لشکر گاہ کے ہین
ایک چھاؤنی قائم ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصہ مین وہ عظیم الشان شہر پیدا ہو گیا جو قاہرہ کے
نام سے مصر کا دار السلطنت ہے عمرو بن العاص نے وہان ایک عظیم الشان مسجد کی بنا رکھی جو
اب تک اُن کے نام سے مشہور ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل) ہونے کی لکھی ہے سر ولیم میور کی اپنی رائے یہ ہے کہ تمام غیر اقوام وغیرہ کی آبادی
مل کر ہر ایک شہر مین تین لاکھ سے کم نہ ہو گی۔

غرض حضرت عمرؓ کے فوج اور ملک کے حکمت اور شائستہ انتظام سے جو عجائبات پیدا ہوئے اُن مین سے کوفہ اور بصرہ اور قاہرہ بھی تھا۔

حضرت عمرؓ کا ایک مستقل دستور انتظامی اصول عموماً اور فوج کی نسبت خصوصاً عرب کی سادہ طرز معاشرت اور سادگی کی عادات کا قائم رکھنے کا تھا جیسے کہ وہ ایران کے ممالک غیر مین آباد ہونے یا جاگیرین لینے کے مخالف تھے ویسے ہی وہ ان کے اپنی سادگی اور سادہ طرز معاشرت چھوڑ کے دوسرے ممالک کی عادات اختیار کرنے کے عیش و عشرت مین پڑ جانے کے خوف سے سخت مخالف تھے۔

فوج کے انتظام کے بعد صیغہ مال۔ دیوانی خراج محاصل اور محصولات وغیرہ کا انتظام تھا۔ کوئی شخص دنیا مین اس حیرت ناک امر کو تعجب کے بغیر نہ سنے گا کہ حضرت عمرؓ کی دس سالہ خلافت کے زمانہ مین جو ممالک اور صوبہ فتح ہو گئے تھے اُن کا مجموعی رقبہ ہمارے وسیع ملک ہندوستان کے رقبہ کے قریب ہوگا اور اگر عرب کا رقبہ بھی اُس مین شامل کر لیا جائے تو روس کو خارج کرکے باقی تمام یورپ کے رقبہ سے زیادہ ہوگا اتنی بڑی سلطنت کا جو اس قدر جلد فتح ہوئی انتظام کر لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اور ہم یہ نہین کہتے کہ حضرت عمرؓ کامل طور انتظام کرنے مین کامیاب ہوئے بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہین کہ جو اصول نظم و نسق کے انھون نے اختیار کیے تھے اُس سے بہتر اور شائستہ اصول ہو سکتے تھے یا نہین حضرت عمرؓ کا اپنے کام پر اختیار تھا مگر وقت پر اختیار نہین تھا۔ اُن کو صرف اُس بنیاد کے قائم کرنے کی مہلت دی جس پر کہ اسلامی سلطنتون کی عظیم الشان عمارتین بنائی گئین۔ اگر اُن مین کوئی نقص تھا تو وہ اُس بنیاد سے تجاوز کر جانے کا تھا۔

فتوحات کے عقب مین ممالک مفتوحہ کا سول یعنی دیوانی انتظام تھا۔ اس قسم کے انتظام کے واسطے تقسیم ممالک کی ضرورت تھی مگر کوئی نئی تقسیم زیادہ تر نہین کی گئی۔ ان ہی اضلاع اور صوبہ جات مین جن مین کہ وہ پہلے تقسیم تھے اُن کو منقسم رہنے دیا اور ہر ایک شہر مین جو صوبہ یا ضلع کا صدر مقام تھا عمال مقرر کرکے بھیجے۔ یہ عمال عموماً چار قسم کے تھے۔ ایک امیر جس کے تعلق

انتظام کل امور ریاست اور فوج کا انتظام تھا۔ دوسرا قاضی جو انفصال مقدمات اور عدالت کا کام کرتا تھا تیسرا تحویلدار جس کی سپردگی مین خزانہ رہتا تھا۔ چوتھے وہ علما جو مذہب کی تلقین اور وعظ کی غرض سے بھیجے جاتے تھے۔ اون کے اپنے اپنے کام علیحدہ علیحدہ تھے اور ہر ایک اپنے کام کے واسطے جواب دہ تھا اس طرح پر عہدون اور اختیارات کو تقسیم کیا اور بڑی دانشمندی کا کام عام انتظامی اور مالی اختیارات اور عدالت کا جدا کردینا تھا جس کی ضرورت اس شایستگی کے زمانہ مین بھی معقول بحثین پیش کی جاتی ہین —

ملک کا باقاعدہ بندوبست شروع کیا عثمان بن ضیف اور خدیفہ بن یمان کو پیمائش کرنے کے کام پر مقرر کیا۔ سواد کے کل اضلاع کی پیمائش تین کرور ساٹھ لاکھ جریب ہوئی اسی طرح پر عراق وشام تک اس سلسلہ کو وسعت دی اور ایک باقاعدہ اصول اور شرح کے موافق خراج اور مالگزاری مقرر ہوئی۔ یہ شرحین حیثیت اراضی کے موافق مختلف تھین[۱] مگر عام شرحین لگان کی حسب ذیل تھین —

نخلستان فی جریب یعنی پون بگھہ پختہ — ۱۰ درہم (بعض روایات مین پانچ درہم)

انگور	"	۱۰ - درہم —
نیشکر	"	۶ - درہم —
گیہون —	"	ایک درہم ایک صاع غلہ (پونے چار سیر) —
جو —	"	ایک درہم وصاع غلہ —
روئی —	"	۵ - درہم —

مصر کا خراج فی جریب ایک دینار مقرر ہوا اور عمرو بن العاص نے جو مصر کے امیر تھے یہ عہد لکھدیا کہ اس شرح سے کبھی زائد نہ لیا جاوے گا۔ اس لحاظ سے مصر کا بندوبست استمراری سمجھنا چاہیے۔ ان شرحون مین بھی اکثر کمی اور تبدیلی ہوتی رہتی تھی[۲] گبن یورپ کا

[۱] ازالۃ الخفا باب سیاست فاروق اعظم — [۲] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۹ —

مورخ اعظم اس مقام کے ذکر مین لکھتا ہے کہ "ایران کا انتظام آدمیون مویشیون اور زمینون کی پیداوار اور پھلون کے عملی حساب اور پیمائش پر رکھا گیا خلافت کا یہ قابل یادگار کام جس سے خلیفون کی ہوشیاری اور خبرداری معلوم ہوتی ہے ایسا تھا کہ ہر زمانہ کے حکیم اور فلاسفر اس سے سبق اور ہدایت حاصل کر سکتے تھے[۵]"

مال تجارت پر محصول مقرر کیا گیا۔ یہ محصول مسلمانون سے زکوۃ کی مختلف شرحون سے لیا جاتا تھا۔ ذمیون سے پانچ روپیہ فیصدی کے حساب سے اور حربیون سے دس روپیہ فی صدی کی شرح سے لیکن زکوۃ کی طرح یہ محصول سالانہ ہوتا تھا اور سال مین اسی مال پر پھر محصول نہین لیا جاتا تھا اگر غلطی سے لیا جاے تو واپس کر دیا جاتا تھا۔ ان محصولون کے وصول کرنے کے واسطے ایک جداعملہ مقرر تھا جن مین بصرہ کی سمندر کی پیداوار کا محصول وصول کرنے والے عمال بھی شامل ہین۔

جزیہ صلح اور ذمہ داری حفاظت کا ٹیکس تھا۔ اس کی مختلف شرحین تھین مگر چار درہم ماہوار سے زیادہ نہین لیا جاتا تھا۔ عام شرحین ایک درہم اور دو درہم ماہوار تھے لیکن بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والون اور عورتون اور مفلوج معطل العضو۔ نابینا۔ مجنون مفلس یعنی جس کے پاس دو سو درہم سے کم عموما سب کو معاف تھا۔

سر ولیم میور نے پراونشل اور سول اڈمنسٹریشن کو نہایت اختصار سے ان الفاظ مین بیان کر دیا ہے کہ "فتوحات کے پیچھے سول (دیوانی) انتظام کیا گیا۔ عراق عرب مین نہرون کو جال کی طرح پھیلا دینے کا کام ہاتھ مین لیا گیا۔ دجلہ اور فرات کے بند اور نشیبہ جو زمانہ دراز سے فراموش ہو گئے تھے ان کا انتظام دو جدا جدا خاص افسرون کے سپرد کیا گیا۔ شام اور عراق کی ایک ایک کھیت کی پیمائش کی گئی اور ریاست اور رعایا کی دونون کی قسم کی اراضی پر ایک معین اور یکسان قاعدہ کے موافق لگان مقرر کیا گیا۔ عراق مین دہقانون یا بڑے جاگیردارون کی نیابت سے

---

[۵] ہسٹری اوف سرائینس مؤلفہ گبن وادکلی صفحہ ۶۴۔

جیسا کہ ساسانیون کے وقت مین دستور تھا پولیس اور خراج کے انتظام مین مدد لی گئی۔"[1]

غرض ملک کی آبادی اور بہتری اور امن و آسائش کو ترقی دینے کے واسطے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا گیا جو لوگ اپنی زمینون اور املاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اون کے واپس بلانے کے واسطے عام حکم بھیجا اور ایک تخفیف اور معتدل خراج مقرر کر کے ان کو اپنی زمینون اور املاک مین ذمیون کے نام سے نہایت پختگی سے آباد کر دیا[2]"

اہل عرب کی درخواست شام اور عراق کی زمینین ضبط کر کے اُن کو دی جانے کی نامنظور کین[3] اُن کی نارضامندی بھی گوارا کی مگر سواے شام کے کنارون سے لے کر ایران کے سلسلۂ کوہ تک کسی ایک ٹکڑہ اراضی کی فروخت وغیرہ منع کر دی گئی اس طرح پر اصلی مزارعین اور رعایا کے واسطے دو گونہ حفاظت کا انتظام ہو گیا جو کسی صورت مین بھی اپنی زمینون اور املاک سے خارج نہین کیے جاتے تھے پس ملک اپنے اصلی کاشتکارون کے ہاتھ مین رہ کر اور پرورش پا کر سرسبز اور زرخیز اور مستقل خراج کا ذریعہ ہو گیا[4]"

آب پاشی کے کام کو اعلیٰ شایستگی کی دانشمندی سے نہایت سرگرمی سے ترقی دی گئی جو ترقی زراعت کا اصول اور جز تھی۔

فتوحات کی وسعت اور فوج کشی کو کئی دفعہ روک کر امن و آبادی اور زراعت کے کام مین مصروف ہونے کا حکم دیا۔ ہرمزان کو جب ایک دفعہ شکست دے کر سردار لشکر عرب نے اُس کا تعاقب کرنے اور سامنے کے ملک پر قبضہ کر لینے کی اجازت چاہی تو حضرت عمرؓ نے اجازت نہ دی اور حکم دیا کہ آب پاشی کے وسائل اور کاریز کی درستی اور ترقی اور خوزستان کی قابل زراعت زمینون کی آبادی اور زراعت کرانے مین مصروف ہو[5] تمام علاقہ مین نہرون کو جال کی طرح پھیلا دیا[6]

[1] امس آف خلافت صفحہ ۲۳۰ [2] امس آف خلافت صفحہ ۱۹۲ [3] امس آف دی خلافت صفحہ ۱۹۵ —
[4] امس آف خلافت صفحہ ۱۹۵ [5] امس آف دی خلافت صفحہ ۱۰۲ — [6] امس آف دی خلافت صفحہ ۱۲۰ —

اور حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ غنیمت سے خراج اچھا ہے[۱] "یعنی فتوحات کی جانب توجہ کرنے سے زیادہ ضروری زراعت اور آبادی اراضی مین مصروف ہونا ہے۔

تجارت کی ترقی کے واسطے بھی ایسے ہی آزادانہ اور شایستہ اصول اختیار کیئے گئے غیر ممالک کے باشندون یعنی اہل حرب یا حربیون کو اپنے ممالک مفتوحہ مین آنے اور آزادی سے تجارت کرنے کی اجازت دی اور اُن کی حفاظت کے خود ذمہ دار ہوئے مثلاً اہل منبج نے اسی غرض سے درخواست بھیجی تو اوس کو منظور کر کے اجازت دیدی[۲]

پولیس[۳] اور ڈاکخانہ وغیرہ کی ضروریات کا مناسب انتظام کیا۔ سر ولیم میور خالصہ جاگیرات کو بیت المال مین شامل کرنے کی وجہ مین لکھتے مین کہ "نہرون کے اوس عظیم سلسلہ کی ضروریات اور ڈاکخانہ اور دوسری قسم کی خدمات کا خرچ آمدنی خراج پر تھا"[۴]

رفاہ عام کے کام بھی نہایت شایستہ اصولون پر اختیار کیئے گئے۔ کعبہ کے احاطہ کی وسعت زیادہ کر دی اور حرم کے نشانون کی تجدید کی[۵] اور بڑے چوک کی تعمیر کی ابتدا کی گئی جو تمام اقوام کے عبادت گاہ ہونے کے لائق ہو[۶] جو مکانات احاطہ کعبہ کے بہت قریب تھے اور ساقط ہو گئے تھے اُن کو معاوضہ دے کر اُٹھوا دیا گیا[۷]

مکہ سے لے کر مدینہ تک سڑک پر سایہ اور پناہ کا انتظام کرایا گیا اور حاجیون اور مسافرون کے ٹھہرنے کے واسطے مکانات تعمیر کرائے گئے[۸] جہان جہان کوئین موجود تھے اور بھر گئے تھے یا بند ہو گئے تھے ان کو صاف کرایا گیا اور جہان پانی نہ تھا وہان کنوئین کھدوا دیے گئے[۹] اور تمام کنوئین اور چشمے قریب کے قبائل کی ذمہ داری مین سپرد کر دیئے گئے[۱۰]

---

[۱] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۳ ۔ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست ۔ [۳] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۰۔
[۴] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۱۹۷ ۔ [۵] ازالۃ الخفا و انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۶۳ [۶] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۳ ۔ [۷] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۳ ۔ [۸] ازالۃ الخفا باب سیاست و انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۶۳۔
[۹] ازالۃ الخفا باب سیاست ۔ [۱۰] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۶۳ ۔

مسجد نبوی کو زیادہ فراخ کر دیا گیا۔ اور اُس مین فرش بچھانے کا انتظام کیا۔ سڑکین اور راستہ نکالے گئے اور آمد و رفت کے وسائل کو ترقی دی گئی۔ نئے شہر اور مکانات تعمیر اور آباد کرائے گئے۔ نہرین کھدوائی گئین۔ دریاؤن پر پلین بنائی گئین۔ اور مسجدین تعمیر کرائی گئین۔ ایک ہزار چھتیس شہرون مین جو بقول ایک مورخ کے مع اپنے توابع اور ملحقات کے فتح ہوئے چار ہزار مسجدین تعمیر کرائی گئین اور نو سو منبر جامع مسجدون کے محرابون مین رکھوائے گئے [1]۔

ایک بڑا عظیم الشان کام حضرت عمرؓ کے زمانہ کا بحر احمر اور دریائے نیل کے پانیون کو ایک بہت بڑی نہر سے ملا دینے کا تھا جس سے مصر اور عرب کی باہمی تجارت مین بہت بڑی ترقی ہو گئی۔ انگریزی مورخ اس کی کیفیت اس طرح پر بیان کرتا ہے کہ "ایک قابل یادگار کام جو عمرو بن العاص نے سکندریہ سے فسطاط کو واپس آکر شروع کیا اور جس سے مصر سے عرب کو غلہ بھیجے جانے کے وسائل نہایت سہل ہو گئے۔ قدیم زمانہ مین جو شمالی مصر مین دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان سویز پر آمد و رفت کا ذریعہ تھا اُس کی تجدید کر دی گئی۔ یہ بڑی نہر دریا کی سب سے مشرقی شاخ سے بلبیس کے قریب سے شروع ہو کر وادی تملات سے گذر کر اور تمسیہ کے قریب کھاری جھیلون مین سے ہوتی ہوئی نہر سویز کے نچلے حصہ کے پاس بحر احمر سے جا ملی قدیم اور جدید نہر کے مفصل حالات معلوم نہین ہوئے مگر اس مین شبہہ نہین کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین قاہرہ سے عرب کے کنارون تک جہاز آتے تھے اور دونون ملکون کے درمیان باقاعدہ آمد و برآمد قائم ہو گئی تھی خود خلیفہ نے مدینہ کے بندر ینبوع پر جا کر اپنی آنکھون سے جہازون کو وہ اسباب اُتارتے ہوئے دیکھا جو مصر کے منارون کے سایہ کے تلے اون پر لادے گئے تھے۔ یہ نہر اسی برس تک جاری رہی اور پھر ریت اور مٹی سے بھر جانے سے چھوٹ گئی [2]۔

شمار تاریخ اور سنین کے واسطے حضرت عمرؓ نے اسلامی سنہ ہجرت سے مقرر کیا جو سنہ ہجری کے نام سے اسلام کے ساتھ باقی رہے گا۔

---

[1] ازالۃ الخفاء بسند روضۃ الاحباب۔ [2] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۵۵۔

اِس سے پہلے سالون کا شمار مختلف طریقون سے ہوتا تھا۔ اُسمین باقاعدگی اور صحت پیدا کرنے کے واسطے سنہ ہجری مقرر کیا۔ ہجرت اگرچہ چوتھی ماہ ربیع الاول کو ہوئی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے ماہ محرم کی پہلی تاریخ سے سال کا حساب شروع کیا جو اب تک بدستور رائج ہے۔

غرض حضرت عمرؓ نے سلطنت اور خلافت کی بنا ایسے شائستہ اصولون پر رکھی اور ایسے شائستہ اصول اختیار کیئے کہ کوئی مہذب سے مہذب گورنمنٹ بھی اُس سے بہتر اصول رکھنے کا فخر نہین کر سکتی۔ قوانین کا بنانا۔ فوج کا انتظام۔ پولیس۔ اشاعت مذہب کی تدبیرین۔ ڈاکخانہ۔ باقاعدہ مالگزاری۔ انتظام ملک کے محکمے اور انصاف کی عدالتین۔ رعایا کی خبرگیری ارضی وسماوی آفات۔ قحط و وبا کا انتظام۔ یہی چیزین ہین جن پر ہر ایک مہذب سلطنت کی بنا ہے۔

قانون اور عدالت کا ذکر ہم آئندہ کرین گے۔ لیکن اس باب کے ختم کرنے سے پہلے ہم اُن ناگہانی آفتون قحط اور وبا کے انتظام کا ذکر کرین گے جس سے مقابلہ کرنے کے واسطے کسی سلطنت کی تاریخ مین اُس سے بہتر نظیر نہین پائی جا سکتی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کا پانچوان سال قحط اور وبا کی دوگونہ آفات کے وبال سے تاریک ہو گیا اس سال کو سال رمادہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے غالباً اس وجہ سے کہ حجاز کی گرم اور خشک ہوا سے تپی ہوئی اور جلی ہوئی زمین کی مٹی اور خاک کو اُڑا کر آسمان کو گرد و غبار سے آلودہ کر دیا تھا جزیرہ نما کے شمالی نصف مین قحط اور خشکی اس شدت سے نمودار ہوئی کہ قدرتی روئیدگی کی سبزی اس طرح جل کر راکھ ہو گئی جیسے اُس کے اوپر آگ جلا دی جاتی ہے۔ ریگستان کے وحشی اور جنگلی جانورون کو بھوک اور ضرورت نے ایسا مجبور اور مانوس کر دیا تھا کہ بیدھڑک انسان کے پاس چارہ تلاش کرنے کو دوڑے آتے تھے۔ گلّے اور ریوڑ جانورون کے بھوک سے مر گئے یا ایسے دُبلے ہو گئے کہ پوست و استخوان کے سوا اُن مین کچھ نہ رہا جو انسان کی غذا کے کام آتا۔ بازار خالی اور ویران ہو گئے۔ لوگ محصور فوج کی تنگی کی آخری نوبتون پر پہونچ گئے اور تکلیف اور مصیبت کی کوئی حد نہ رہی۔ قبائل اعراب کے طائفہ مدینہ مین

اگر جمع ہو گئے اور اوس مصیبت اور تکلیف کو اور بھی بڑھا دیا [۱]

حضرت عمرؓ نے خواب و خورش اپنے پر حرام کر لی اور مسلمانون کی خبر گیری اور اس مصیبت کو دفع کرنے کے واسطے کمر ہمت باندھ لی۔

بیت المال مین جو کچھ کہ تھا یا آتا تھا آخری درہم تک مساکین اور محتاجون مین تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اور جو لوگ غلہ کو بند رکھنے کا کام کرتے تھے اُن کو اس حرکت سے روک کر غلہ کی فروخت کرائی جاتی تھی۔ آسودہ مسلمانون کے گھر دن کے ساتھ محتاج لوگون کو شامل کر دیا اور اون کی خبر گیری کا ذمہ وار ٹھرایا [۲] اور دور و نزدیک کے تمام امیرون اور عمال کو حکم بھیجا کہ غلہ جس قدر ممکن ہو مدینہ کی طرف روانہ کرین اور انھون نے بھی اس مصیبت کے دفعہ کرنے مین بہت کوشش اور ہمت اور جلدی سے مدد دی۔ کوئی کوشش اس مصیبت کے دور کرنے مین حضرت عمرؓ نے اُٹھا نہ رکھی [۳]۔ اور اطراف کے امیرون مین ابو عبیدہ بن جراح شام سے چار ہزار اونٹ غلہ کے لاد کر لے آئے جو محتاجون اور قحط زدہ لوگون مین دست بدست تقسیم کر دئیے گئے عمرو بن العاص نے مصر سے خشکی اور تری دونون کے راستہ سے غلہ بھیجا اور عراق سے بھی امداد ہوئی۔ بے شمار جانور ذبح اور حلال کر کے اہل مدینہ اور قحط زدہ مخلوق کو کھلا دئیے گئے حضرت عمرؓ کے ممالک غیر سے غلہ منگوانے اور فراہم کرنے کی کوششون کی کامیابی اس روایت سے ظاہر ہے کہ چند ہی روز مین مصر اور عرب کا رخ برابر ہو گیا [۴]

جس قدر کہ اپنے وسائل سے اس مصیبت کے دفع کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اُس سے زیادہ خداوند کریم سے اس بلا کو دور کرنے کے واسطے دعائین مانگتے تھے۔ یہان تک کہ آخر نو ماہ کی تکلیف اور امتحان کے بعد خدا نے باران رحمت سے فضل کیا اور اس مصیبت سے نجات ملی گھاس اور سبزی بہت جلد اگ آئی اور قبائل اعراب اپنے اپنے گھرون کی طرف رخصت کر دئیے گئے

[۱] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۳ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست [۳] ازالۃ الخفا باب کلمات [۴] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۳ [۵] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۳ [۶] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

"اِس مصیبت سے ایک یہ فائدہ حاصل ہوگیا کہ ممالک شمالی اور عرب کے درمیان مستقل آمد و رفت اور تجارت کھل گئی اور حجاز کے بازارون مین زمانۂ دراز تک شام اور مصر کا غلہ فروخت ہوتا رہا" [۱]

حضرت عمرؓ نے جس مصیبت اور تشویش و تردد سے یہ دن کاٹے وہ خلق اللہ کی ہمدردی خبر گیری اور غمخواری کی ایک بے نظیر مثال ہے انھون نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک مخلوق خدا کو آسائش اور کشائش نہ حاصل ہوگی گوشت اور گھی اور دودھ نہ استعمال کرون گا۔ چنانچہ [۲] ایسا ہی کیا۔ ایک دفعہ اون کے غلام نے نہایت گران قیمت کو گھی اور دودھ خریدا حضرت عمرؓ نے اوس کو محتاجون مین تقسیم کرنے کے واسطے بھیج دیا اور کہا کہ مین کوئی چیز جو مہنگی آوے گی استعمال نہ کرون گا۔ کیونکہ پھر مجھے مسلمانون کی تکلیف اور مصیبت کی خبر نہ رہے گی" [۳]

زیتون کے ساتھ روٹی کھاتے تھے۔ ایک دن جب اون کا کھانا سامنے آیا تو ایک اونٹ کے گوشت مین سے جو اوس روز ذبح کیا گیا تھا اچھا گوشت چھانٹ کر اون کے واسطے پکا کر ایک پیالہ مین لایا گیا مگر انھون نے اوس کے کھانے سے انکار کیا اور کھانا منگوایا۔ اور اوس گوشت کو اپنے یرفا غلام کو کہا کہ فلان گھر مین جو مجمع ہے جا کر دے آ۔ یہ وہان نہین گیا اور وہ بھوکے ہون گے [۴]

اپنے بیٹے پر ایک دن کھیرا کھانے پر ناراض ہوئے اور گھوڑے کی سواری تک ترک کر دی قبائل اعراب کے اکٹھا ہو جانے سے ایک مدینہ کے کئی مدینہ بن گئے۔ حضرت عمرؓ کا معمول ہوگیا کہ دن اور رات گھر گھر اور کوچہ کوچہ اور اعراب کی جماعتون مین غلہ اور کھانا تقسیم کرتے ہوئے پھرتے اور اپنی ان تکلیفون کو راحت سمجھتے۔ بے شمار واقعات اون کی خدا ترسی۔ مخلوق کی محبت۔ اور ہمدردی۔ رعایا کی خبر گیری اور غمخواری۔ اور اپنے فرائض کو ایک ایسے عجیب غریب طریقہ مین ادا کرنے کے بیان کیے گئے ہین اور کتب سیر و تواریخ کے بہت سے صفحون کا

---

[۱] انلس اوف دی خلافت ۲۳۴ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست و انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۲ [۳] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۲۔ [۴] ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک۔ ذم الدنیا۔

دلچسپ مضمون ہین۔ مگر ہم ایک دو روایتون پر اکتفا کرین گے۔ غالبًا انھین دنون مین رات کو پھرتے ہوئے ایک گھر مین پہونچے جہان سے بچون کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ دیکھا کہ ایک عورت چولھے پر ہنڈیا رکھے ہوئے بیٹھی اُس کے نیچے آگ جلارہی ہے اور بچے اُس کے گرد رو رہے ہین حضرت عمرؓ نے دروازے کے قریب ہوکر پوچھا کہ یہ بچہ کیون روتے ہین اُس نے جواب دیا بھوک سے تو کہنے لگے کہ یہ ہنڈیا آگ پر کیسی رکھی ہوئی ہے اُس نے کہا کہ بچون کے بہلانے کے واسطے اس مین پانی ڈال کر رکھ چھوڑا ہے کہ اس کو دیکھتے دیکھتے سوجا ئینگے یہ سن کر حضرت عمرؓ کے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے بیٹھ گئے پھر اُٹھ کر بیت المال کی طرف بھاگے اور ایک بوری کو اُس مین آٹا۔ اور گھی۔ اور چربی خشک کھجورین اور کچھ کپڑے اور درہم ڈال کر بھرلیا اور اسلم اپنے غلام کو کہا کہ یہ مجھے اُٹھوادے اسلم نے کہا یا امیرالمومنین مین جو ساتھ ہون مین اُٹھا ؤن گا حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا کے سامنے اس کا مین جوابدہ ہون مین ہی اُٹھاؤن گا۔ اسلم نے وہ بوجھ اُٹھوادیا اور اُس کو لے کر اُس عورت کے گھر پہونچے۔ خود ہی اُس کی ہنڈیا مین کھانا چڑھایا اور بیٹھ کر آگ جلاکر پکایا۔ اسلم کہتا ہے کہ آگ کو پھونکنے مین اُن کی ریش دراز سے دھوان نکل رہا تھا۔ جب کھانا پک گیا تو اُن بچون کو کھلاکر اور باقی غلہ وغیرہ اُن کو دے کر وہان سے چلے آئے[1]

ابوہریرہ کہا کرتے تھے کہ فاروق کی قبر پر خدا کی رحمت نازل ہو کہ سال رمادہ مین مین نے اُن کو دیکھا کہ ایک چرمی تھیلہ طعام سے بھرا ہوا اپنی پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے جارہے ہین۔ ہاتھ مین ایک برتن ہے جس مین زیتون ہے۔ اسلم بھی اُٹھانے مین اُن کے ساتھ شریک ہے۔ مین بھی اُن کے ساتھ ہولیا یہان تک کہ ہم چشمہ ضرار پر پہونچے مین نے دیکھا کہ بنی محارب کے بیس خانہ بدوش وہان اُترے ہین اُن کے آنے کا سبب پوچھا اُنھون نے اپنی بھوک اور محتاجی بیان کی اُس وقت بوجھ کو اُتار کر زمین پر رکھا اور اُن کے

[1] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک ذم الدنیا۔

واسطے روٹی پکانے مین مصروف ہو گئے اور پکا کر کھلا دی اور لباس اور طعام کے کچھ اونٹ منگوا کر اُن مین تقسیم کر دیے[۵۱]

یہ سلوک اُن کا رعایا اور غیر رعایا سب کے ساتھ برابر تھا دور و دراز سے لوگ مزدوری اور تلاش معاش مین آئے تھے اُن کو کھانا اور کپڑا دیا جاتا تھا اور قحط کے رفع ہونے تک جب تک لوگ وہان ٹھہرے رہے اُن کی ہمیشہ خبر گیری کرتے اور اُن مین پھر کر اُن کی حاجتون کو رفع کر دیتے تھے[۵۲] غرض نہایت جانفشانی اور مصائب برداری سے اپنی ذات پر تمام تکلیفین گوارا کر کے لوگون کی تکالیف کو رفع کرتے رہے ۔ زیتون اور روٹی کے مدت تک کھانے اور دودھ گھی کے چھوڑ دینے سے حضرت عمرؓ کا چہرہ کی قدرتی تر و تازگی اور روشن اور صاف رنگ زردی اور سیاہی سے مبدل ہو گیا اور لاغر اور دبلے ہو گئے[۵۳]

قحط کے بعد ۱۸ سنہ ہجری مین اُس سے بھی بری آفت وبا کی نمودار ہوئی ۔ یہ وبا شام مین پیدا ہوئی اور حمص اور دمشق وغیرہ مقامات مین جو اہل عرب کے صدر مقام تھے عربون کی عزیز جانین اس آفت ناگہانی کا شکار ہو گئین ۔ اور ملک مین ویرانی اور تباہی پڑ گئی ۔ شام سے گذر کر صحرا سے گذرتی ہوئی یہی وبا عراق مین پہونچی اور بصرے تک اپنے مہلک پنجون سے شکار کر لیا ۔ تمام طرف موت اور مصیبت گونج رہی تھی اُس کے بے رحم حملون کے سامنے چھوٹے اور بڑے خاص و عام کی کوئی تمیز نہ تھی ۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ کو مدینہ بلا بھیجا مگر اُنھون نے مسلمانون کو اس مصیبت مین چھوڑ کر خود جان بچا کر چلا آنا منظور نہ کیا ۔ ابو عبیدہ کا خط پڑھ کر حضرت عمرؓ کو نہایت رنج ہوا اور آخر کار خود شام مین جانے اور لوگون کی مصیبت مین شریک ہونے اور اوس کا سبب معلوم کرنے اور اوس کے دفعیہ کی کوشش کرنے کا ارادہ کیا ۔ اور اور مدینہ سے روانہ ہوئے ۔ حوالی تبوک پر مقام ینبوع پر ٹھہرے جہان اصحاب او ر

[۵۱] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت [۵۲] ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک ذم الدنیا ۔ [۵۳] المس اوف خلافت صفحہ ۲۳۳ ۔ و ازالۃ الخفا ۔

دوسرے خاص لوگ آگے سے آن ملے اور نہایت اصرار سے یہ صلاح دی کہ امیر المومنین وہان سے لوٹ جایئن۔ حضرت عمرؓ نے آخر اس صلاح کو مان لیا اور مدینہ کو واپس چلے آئے یہی وہ موقع ہے جب کہ بعض لوگون نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ آپ خدا کے حکم سے بھاگتے ہین اور انھون نے جواب دیا تھا کہ ہان خدا کے حکم سے خدا کی حکم کی طرف بھاگتا ہون ۔

حضرت عمرؓ گو خود چلے آئے مگر کیفیت دریافت کرکے ابوعبیدہؓ کو حکم دے آئے کہ وبائی شہرون سے تمام لوگون سمیت اوٹھ کر صحرا کے بلند اور مرتفع مقامات پر چلے جایئن۔ ابوعبیدہؓ اس حکم کے مطابق لوگون کو لے کر حوران کی پہاڑیون کی طرف روانہ ہوئے ابوعبیدہ کا راستہ ہی مین وبا سے انتقال ہوگیا۔ مگر حوران مین پہونچ کر وبا جاتی رہی۔ اس وبا سے جو نقصان ہوا وہ پچیس ہزار جانون تک بیان کیا جاتا ہے[1]۔ مدینہ کے گھرون پر تباہی پھر گئی اور بہت سے مشہور اور معروف اور نامی اصحاب و اشخاص نے دار فانی سے انتقال کیا ۔

حضرت عمرؓ گو سفر شام سے روک دیئے گئے تھے مگر جو قلق اون کو اس بلائے بے درمان کے پیدا ہونے اور عظیم نقصان کرنے سے ہو رہا تھا اوس نے اون کو باز نہ رہنے دیا اور آخر ۱۸ سنہ ھ مین شام کا سفر کیا اور ملک کا انتظام کیا اور متوفی اشخاص کے ترکون کی بابت جو جھگڑے تھے اون کا فیصلہ کیا اس سفر کی زیادہ کیفیت ہم آیندہ باب مین لکھیں گے

بعض مورخ حضرت عمرؓ کے خاص خاص کامون کو جن کو سب سے پہلے اونھون نے ہی رواج دیا اون کی اولیات کے نام سے شمار کرتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ پہلے ہین جنھون نے امیر المومنین لقب اختیار کیا اور پہلے ہین جنھون نے سنہ ہجری مقرر کیا اور بیت المال دیوان مقرر کیا غرض ان کے بہت سے کام اولیات کے نام سے شمار کرتے ہین لیکن سچ پوچھو تو اون کے تمام انتظامی کام اون کے اولیات ہین کن کن کو شمار کیا جائے ۔

---

[1] طبری پانچ ہزار اور انگریزی مورخ پچیس ہزار لکھتا ہے ۔

چھٹا باب

ذاتی فرائض اور اُن کی بجا آوری

ان تمام حالات اور واقعات سے جو بیان ہوئے ہین اور ہون گے صاف ظاہر ہے کہ خلافت کا ہر ایک امر حضرت عمرؓ کی ذات ہی سے متعلق تھا اور جس طرح پر وہ اپنے فرائض کو بجا لاتے تھے انسان کے واسطے سبق حاصل کرنے کے لیئے وہ سب سے عمدہ نظائر ہین لیکن اس باب مین ہم اُن کے خاص ذاتی فرائض کے نام سے بعض واقعات اور امور کا ذکر کرین گے ۔

سب سے بڑا اصول جس پر کہ اُن کے کاروبار کی بنا تھی اور جس کے کہ ہر وقت اور ہر حال مین پابند رہتے تھے وہ ہر ایک چھوٹے بڑے امر مین اصحاب سے مشورہ لینا تھا ۔ بلا اصلاح اور مشورہ کوئی کام نہین کرتے تھے اور "شاورہم فی الامر" کے ایسے ہی پابند تھے جیساکہ ہونا چاہیئے تھا ۔

" ہر ایک جمعہ کو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر امیر المومنین تمام اہم تقررات اور ہفتہ بھر کے واقعات جماعت کے روبرو بیان کر دیتے تھے اور یہی واقعات اور امور اور فیصلے عمالون اور صوبون کے امیرون کے پاس تحریری بھیجے جاتے تھے وہ خود اون کو بطور نظیر سمجھ کر اون پر عمل کرتے تھے اور لشکر اور عامۃ المسلمین کے درمیان اون کو اعلان اور مشتہر کر دیتے تھے کوئی شخص شہر مین یا لشکر مین امور ملک سے ناواقف نہین رہتا تھا اور کوئی شخص عوام الناس کی جماعت سے خارج نہین سمجھا جاتا تھا[1]

یہ وہ اصول ہین جنھون نے اون کی خلافت کو جمہوری سلطنت اور دنیا کی بہترین

---

[1] سپرٹ اوف اسلام صفحہ ۴۱۴ —

گورنمنٹ کہلایا ہے۔

فوج اور لشکر کے انتظام اور اوس کی خبر گیری اور نگرانی کے حالات بیان ہو چکے ہین اہل عرب کی طرف آپ ہمیشہ ضروری ہدایتین جاری کیا کرتے تھے کہ مثلاً اپنی اولاد کو تیرنا۔ اور تیر چلانا اور سواری کرنا اور مصیبتون مین متحمل اور تکالیف کا عادی ہونا سکھلاؤ۔ نیک اور مشہور مثلین اُن کے سامنے بیان کرو۔ نیک اشعار سکھلاؤ جب تک عربون کی کمان مین تیر رہے گا اور وہ گھوڑون کی پیٹھ پر ہون گے عزیز رہین گے گھوڑون کو سدھاؤ اور اون کو کام کرنے کے لائق اور دبلے رکھو[۱]

سرداران لشکر اور افواج کو سخت تاکید کیا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو خطرے مین نہ ڈالین اپنی فوج کی جانون کو عزیز سمجھین۔ احتیاط اور دور اندیشی سے لڑائی کرین۔ اسی سبب سے خالد سے ناراض ہوا کرتے تھے کہ وہ لڑائی مین بے احتیاط اور بے دھڑک تھا۔ آخری دفعہ جب خالد سے ناراض ہوئے تو اس کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ شام کے غدر کے وقت وہ ابوعبیدہ کو احتیاط چھوڑنے اور حمص سے باہر نکل کر دشمن سے لڑنے کی رائے دیتا تھا۔

غرض خطرے مین پڑنے اور کوئی ایسا کام اختیار کرنے سے جس مین خطرہ کا اندیشہ ہو بہت بچتے تھے اور جو کام ایک دفعہ خطرناک اور مضر ثابت ہون دوبارہ اُن کو نہ ہونے دیتے تھے چنانچہ ۱۹ سنہ ھ مین اُنھون نے ایک دفعہ جنگی جہاز تیار کروا کر بحر احمر مین ابی سینیا کی طرف ایک فوج اس غرض سے روانہ کی کہ مسلمانون پر جو حملہ ساحل پر یا نیوبیا کے کنارون پر ہوتے تھے اُن کو روک دیا جائے۔ جہاز شکستہ ہو گئے اور مہم مین بہت ناکامی اور نقصان ہوا اور حضرت عمرؓ نے عہد کر لیا کہ ایسا خطرناک کام دوبارہ نہ کرین گے۔

کسی ایک لڑائی کے فتح ہونے کے بعد فوج کو مہینون اور بعض وقت سالون تک باوجود اُن کے اصرار کے آگے بڑھنے اور حملہ کرنے کی اجازت نہین دیتے تھے۔ عموماً اون کی

---

[۱] ازالۃ الخفا باب کلمات۔

لڑائیاں حملوں کے روکنے اور دشمن کو دفع کرنے کے واسطے ہوتی تھین - لڑائی سے صلح کو زیادہ پسند کرتے تھے - اور ایک بڑی احتیاط یہ کرتے تھے کہ جب ایک ملک مین لڑائی ہوتی تھی تو دوسرے ملک مین جنگ کرنے کی اجازت نہین دیتے تھے - تاکہ ایک ہی وقت مین لڑائیون مین مصروف ہوکر ایک دوسرے کی امداد کے ناقابل نہ ہوجاین - اسی قسم کی احتیاطون اور نگرانی کا نتیجہ وہ عظیم الشان کامیابی تھی سپاہیون کی درستی اخلاق کے لحاظ سے یہ حکم دیا تھا کہ چار ماہ سے زیادہ کسی سپاہی کو لشکر مین رہنے کو مجبور نہ کیا جائے اگر وہ گھر آنے کی رخصت چاہے تو اجازت دی جائے -

اُن کا ایک ممتاز اور مستقل اصول جو مسلمانون کو عموماً اور اہل لشکر کو خصوصاً اپنی قدیم سادگی اور اسلامی ابتدائی سادہ دستورات معاشرت اور طرز زندگی قائم رکھنے کا تھا اوس کی نہایت عجیب وغریب اور دلچسپ طریقہ مین نگرانی کرتے تھے اور اپنے ضروری اور اہم فرائض مین اوس کو شمار کرتے تھے - وہ خوب جانتے تھے کہ جو عظیم الشان سلطنتین ایک مردہ جسم کی طرح اون کو ٹی ہین وہ عیش وعشرت کے زہریلے سانپ کی کاٹی ہوئی مین اور یہی زہر قاتل اگر مسلمانون مین اثر کر گیا تو وہ رفتہ رفتہ خون مردانگی اُن جسم سے نچوڑ لے گا اور ایسے ہی مردے رہ جاینگے اسی اصول کے مطابق سب سے اول تو اپنی زندگی عجیب وغریب سادگی سے بسر کرتے تھے جس کے حالات آیندہ بیان ہون گے اور اوس کے بعد اپنے عمال اور عہدہ دارون کو سخت تاکید اس امر کی کرتے تھے اور اس کی خلاف روی کو اتنا بڑا جرم سمجھتے تھے کہ اُن کو امیری اور عمالی سے معزول اور برطرف کردیتے تھے جیسا کہ بعض امیرون اور عمال کے حالات سے جو ہم لکھین گے معلوم ہوگا - عام طور پر بھی لوگون کو ایسی غلطی کرنے پر نہایت تنبہ کرتے تھے اور اُن کی حقارت کرتے تھے - اس قسم کے بے شمار واقعات ہین جن مین سے صرف ایک واقعہ بطور مثال کے ہم بیان کرین گے اور باقی بخوف طوالت چھوڑ دین گے - گو بعض اور حالات سے اُن کی اس اصول کی پیروی واضح طور پر معلوم ہوگی -

احنف بن قیس بیان کرتا ہے کہ فتوحات عراق اور ایران کے زمانہ مین ہم کو عمدہ اور سفید پوشاکین بھی دستیاب ہوئین جب ہم مدینہ کو آئے تو ہم اوتھین پہن کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے حضرت عمرؓ نے ہماری طرف دیکھ کر مونہہ پھیر لیا اور ہم سے ملنا اور گفت و گو کرنا پسند نہ کیا۔ ہم کو یہ برا معلوم ہوا اور عبد اللہ بن عمرؓ سے ہم نے شکایت کی اونھون نے کہا کہ اس کا سبب یہ تمھارا لباس ہے جس کو وہ پسند نہین کرتے۔ ہم نے اپنے گھر آکر اوس لباس کو اُتار ڈالا اور معمولی کپڑے پہن کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ ہم کو دیکھ کر حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم مین سے ہر ایک آدمی پر سلام کہا اور ہم کو گلے سے لگایا گویا اس سے پہلے اونھون نے ہم کو دیکھا ہی نہین تھا جب ہم نے مال غنیمت اون کے سامنے پیش کیا تو اوس کے تقسیم کرنے مین اوس مین سے ایک قسم کی لذیذ اور خوشبودار مٹھائی نکلی حضرت عمرؓ نے اوس کو چکھا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ اے مہاجرین اور انصار کی جماعت۔ یہ وہ طعام ہے جو بیٹے سے باپ کو اور بھائی سے بھائی کو قتل کرائے گا۔"

وہ مٹھائی کسی کو نہ دی اور آخر اسے مسلمانون کے بچون مین تقسیم کرا دی جو مہاجرین اور انصار مین سے آن حضرت صلعم کے سامنے شہید ہوئے تھے[1]

سرداران لشکر اور عمال کو اس اصول کی پابندی کی ہمیشہ تاکید کرتے رہتے تھے چنان چہ ابو عثمان نہدی بیان کرتا ہے کہ جب ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذر بیجان مین تھے تو حضرت عمرؓ کا نامہ اس مضمون کا پہونچا کہ سب لوگ تہمد باندھین چادر اوڑھین اور جوتے پہنین اپنے باپ اسمٰعیل کے لباس کو ضروری سمجھین عیش دشمنی اور عجمیون کے لباس سے بچین۔ دھوپ برداشت کرنے کے عادی رہین کیون کہ یہی عرب کا حمام ہے سختی اوٹھانے اور سخت اور موٹے کپڑے پہننے ضروری سمجھین کپڑے کو پرانا ہونے تک پہنین گھوڑے پر جست کر کے سوار ہونے اور نشانہ بازی کرنے کی مشق کرتے رہین۔

---

[1] ازالۃ الخفا تصوف و سلوک [2] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

حضرت عمرؓ اپنے اس خیال کو صرف مسلمانون اور عربون کی نسبت ہی پورا نہین کرتے تھے۔ بل کہ غیر قوم اور غیر مذہب کے لوگون کو بھی شاندار لباس مین دیکھنا اور اون سے ملنا پسند نہین کرتے تھے سر ولیم میور کے الفاظ مین ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہین کہ "جب ہرمزان گرفتار ہوکر مدینہ پہونچا تو اُس کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کرنے کے واسطے لے کر چلے حضرت عمرؓ کوفہ کی سفارت سے ملاقات کرکے جس مین انھون نے صوبہ کے بہت سے انتظامی کام کو انجام دیا تھا تھکن سے بڑی مسجد مین اُسی طرح درہ ہاتھ مین لیے ہوئے فرش پر پڑکر سو گئے تھے ہرمزان جب صحن مسجد مین پہونچا تو ہرمزان نے پوچھا کہ خلیفہ کہان ہین اور اون کے محافظ اور پہرہ دار کہان ہین۔ درحقیقت کسرائے ایران کے عالیشان محلون کے مقابلہ مین جن کے دیکھنے کا وہ عادی تھا اس قوی تر خلیفہ کے گرد وپیش کے سادہ سامان کو دیکھنا ایک عجیب نظارہ تھا۔ حضرت عمر آواز سے چونک اُٹھے اور معلوم کرکے کہ یہ اجنبی کون شخص ہے فرمانے لگے کہ حمد ہے اُس خدا کے لیے جس نے تجھے اور تیرے جیسون کو مغلوب کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اُس کا یہ شاندار لباس اُتروا کر موٹے کپڑے پہنا کر اُن کے سامنے لایا جائے۔ تب اسی طرح درہ ہاتھ مین لیے ہوئے انھون نے اوس کو اُس کی متواتر عہد شکنی پر ملامت کی۔ ہرمزان نے پانی مانگا۔ حضرت عمرؓ نے پانی پلانے کا حکم دیا۔ اُس نے کہا کہ مین ڈرتا ہون کہ پانی پینے سے پہلے کوئی بے خبر مجھ کو مار ڈالے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ پانی پینے تک تیری جان سلامت رہے گی۔ ہرمزان نے یہ عہد لے کر پانی پیالہ سے گرا دیا اور کہا کہ مین تو اس طرح اپنی جان بچانا چاہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "تیرا یہ دھوکا نہ چلے گا۔ مسلمان ہونا یا زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوا اور وظیفہ پاکر بڑی حرمت کے ساتھ مدینہ مین رہا۔[1]

بیت المال کی حفاظت اور نگرانی اُن کے اپنے ذمہ تھی۔ اور عجیب وغریب طریقہ سے اپنے اس فرض کو بجا لاتے تھے ایک دن احنف بن قیس شرفاء عرب کی ایک جماعت کے ساتھ عراق سے

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۵۳۔

حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ آپ ایک چادر کمر سے باندھے ہوئے بیت المال کے ایک گم شدہ اونٹ کی تلاش مین دوڑے جاتے ہین نہایت گرمی کا وقت تھا جب احنف کو دیکھا تو کہا کہ آؤ تھوڑی دیر تک اونٹ تلاش کرین کیونکہ اُس مین بیواؤن اور یتیمون اور مسکینون کا حق ہے۔ ایک آدمی اُن مین سے کہنے لگا کہ اے امیر المومنین آپ بیت المال کے نوکرون کو اونٹ تلاش کرنے کا حکم کیون نہین دیتے۔ کہنے لگے کہ مجھ سے اور احنف سے کون سا غلام اچھا کام کرے گا جو شخص مسلمانون کا والی ہو اُس کے ذمہ وہی فرائض ہوتے ہین جو ایک مالک کے اپنے نوکر کے ذمہ ہوتے ہین [1]

ابی بکر انسی بیان کرتا ہے کہ ایک دن مین حضرت عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کے ساتھ بیت المال مین گیا حضرت عثمانؓ سایہ مین بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ اُن کے پاس کھڑے ہوگئے حضرت عمرؓ صدقے کے اونٹون کے رنگ اور دانت دیکھ کر بتاتے تھے اور حضرت عثمانؓ لکھتے تھے سخت گرمی کا دن تھا حضرت عمرؓ دھوپ مین کھڑے ہوئے تھے دو کالی چادرین اون کے اوپر تھین ایک کمر مین باندھی ہوئی تھی اور دوسری سے سر لپٹا ہوا تھا حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اس حال مین دیکھ کر قرآن مجید سے شعیب کی بیٹی کا قول "استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین" پڑھا اور حضرت عثمانؓ سے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہم مین یہ "قوی امین" ہین۔

حضرت عثمانؓ کا ایک غلام بیان کرتا ہے کہ ایک گرمی کے دن مین حضرت عثمانؓ کے ساتھ اون کے ایک بالاخانہ مین مال وغیرہ کے سنوارنے کا کام کر رہا تھا۔ دفعتاً ایک آدمی پر نظر پڑی جو دو شتر بچے ہانکے ہوئے لیے جا رہا ہے زمین ایسی تپی ہوئی تھی کہ آدمی پروانون کی طرح آگ مین جلے جاتے تھے حضرت عثمانؓ نے دیکھ کر کہا کہ یہ کون شخص ہے اور اس کو کیا ہوا ہے کہ ایسی سخت حرارت مین جا رہا ہے ٹھنڈا ہونے تک یہ شہر مین کیون نہ ٹھہر گیا۔ حضرت عمرؓ ایک چادر سر سے باندھے ہوئے تھے دور سے پہچانے نہین گئے۔ جب قریب آئے تو مین نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہین

[1] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔

اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ یہ تو امیر المومنین جا رہے ہین حضرت عثمانؓ نے کھڑکی سے مونہہ باہر نکالا مگر لو کی گرمی سے پھیر اندر کر لیا جب حضرت عمرؓ برابر مین آے تو اون سے پوچھنے لگے کہ ایسے وقت مین آپ کیون گھر سے نکلے ہین۔ انھون نے جواب دیا کہ صدقہ کے اونٹ چرنے کو چلے گئے تھے اور دو شتر بچے پیچھے رہ گئے تھے مین نے ارادہ کیا کہ اون کو چراگاہ مین چھوڑ آؤن۔ حضرت عثمانؓ نے کہا آپ سایہ مین ٹھہرین ہم آپ کا کام کر دین گے۔ مگر وہ یہ جواب دے کر آپ ہی سایہ مین نکل گئے حضرت عثمانؓ بولے کہ جس نے "قوی امین" کو دیکھنا ہو وہ ان کو دیکھے[۱]۔ اپنے ہاتھ سے بیت المال کے اونٹون کو تیل ملتے تھے ایک دن ایک شخص نے کہا کہ اپنے ہاتھ سے یہ کام کیون کرتے ہو تو کہنے لگے کہ خدا نے مجھے ان کا نگہبان کیا ہے اور مجھ سے ہی اس کا سوال ہوگا[۲]۔ حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے کہ انھون نے ایک دن حضرت عمرؓ کو ایک اونٹ کا پالان اٹھائے ہوئے ابطح کی طرف جاتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین۔ انھون نے جواب دیا کہ صدقہ کے اونٹون مین سے ایک اونٹ الگ ہو گیا ہے اس کی تلاش مین جاتا ہون[۳]۔

بیت المال کی حفاظت اور تقسیم مین اپنے اہل و عیال کے کسی زیادتی کے روادار ہونے کی نہایت احتیاط کرتے تھے بحرین سے ایک دفعہ مشک آئی تو کہنے لگے کہ کسی عورت سے اسکو وزن کرانا چاہیے ان کی بیوی عاتکہ نے کہا کہ مین وزن کر دیتی ہون۔ مگر اس خیال سے انھون نے نہ مانا کہ ہین کے کپڑون مین نہ لگی رہ جائے گی[۴]۔

شام سے ایک دفعہ جب زیتون آیا پیالہ سے اُس کو تقسیم کیا۔ جب تقسیم ہو چکا تو پیالہ مین جو کسی قدر تیل رہ گیا وہ اُن کے ایک بیٹے نے پونچھ کر اپنے سر کے بالون کو مل لیا۔ حضرت عمرؓ نے جو دیکھا تو بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ تیرے بال مسلمانون کے مال کی طرف بہت رغبت کرنے والے ہین اُس کا ہاتھ پکڑے ہوئے حجام کے پاس لے گئے اور اُس کے سر کے بال منڈوا ڈالے[۵]۔

---

[۱] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔ [۲] طبری صفحہ ۲۷۱۵۔ [۳] ۵۴ ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔

ایک دن اُن کی ایک لڑکی نے جو بیت المال مین کھیل رہی تھی ایک درہم لے کر مُنھ مین ڈال لیا حضرت عمرؓ کو جو معلوم ہوا تو اُٹھ کر بھاگے۔ چادر بھی کندھے پر سے گر گئی۔ لڑکی روتی ہوئی گھر چلی گئی تھی۔ وہان پہونچ کر اُس کے مونھ سے نکال کر لائے[۱]۔ اور کہنے لگے کہ عمرؓ اور عمرؓ کی اولاد کا اتنا حق نہین ہے جتنا اور مسلمانون کا ہے۔ اسی طرح ایک دن ابوموسیٰ نے بیت المال کو صاف کرتے ہوئے ایک درہم پایا اور وہ حضرت عمرؓ کے ایک چھوٹے لڑکے کے ہاتھ مین کھیلنے کو دے دیا حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا تو ابوموسیٰ کو بھی ملامت کی اور درہم لوٹا دیا[۲]۔

حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ نے چراگاہ مین اونٹ چرائے اُن سے محصول مین نصف لے لیا[۳]۔ غرض ایسے عجیب طریقہ سے اپنی حفاظت اور نگرانی کے فرائض کو ادا کرتے تھے۔

مدینہ مین تو وہ امیر اور حاکم اور قاضی امام اور کوتوال چوکیدار اور سپاہی اور پیادہ اور چٹھی رسان وغیرہ ہر ایک کا کام زیادہ خود ہی کرتے تھے۔ سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہین کہ لوگون کی حفاظت اور خبرگیری کی یہان تک نوبت تھی کہ آپ خود اُن عورتون کے پاس چلے جاتے تھے جن کے خاوند لشکرون مین گئے ہوئے تھے۔ اون کے دروازے پر جا کر سلام کہتے اور پوچھتے کہ تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو منگوا لو۔ مین خود بازار سے خرید دون تم خرید و فروخت مین دھوکا کھاتی ہوگی۔ اون کی ضرورت کی چیزین معلوم کر کے اور اون کے لونڈی غلامون کو ساتھ لے کر بازار کی طرف چلے جاتے تھے۔ بازار مین جب پہونچتے تو لوگون کی لونڈیون اور غلامون کا ایک لشکر اُن کے پیچھے ہوتا اور سب کو اون کی ضروریات کی چیزین خرید کر دیتے۔ جو بہ سبب محتاجی کے خود نہین خرید کر سکتے تھے اون کو اپنے پاس سے خرید کر دیتے۔

---

[۱] [۲] [۳] ازالۃ الخفا حکایات گشت۔

لشکروں سے جب قاصد چٹھیاں اور خطوط لے کر آتے تھے تو خود بنفسہ جاکر اُن کے گھروں مین خطوط پہونچا آتے تھے اور کہتے کہ تمھارے خاوند خدا کی راہ مین کام کر رہے ہین اور تم رسول اللہ کے شہر مین ہو۔ اگر تمھارے پاس کوئی خط پڑھنے والا ہو تو بہتر ورنہ دروازہ کے قریب آجاؤ مین پڑھ کر سناؤنگا۔ چلتے وقت یہ بھی بتا آتے کہ فلان روز قاصد مدینہ سے روانہ ہوگا۔ اگر خط دینا ہو تو لکھ رکھنا اُس روز پھر اُن گھروں مین جاتے قلم دوات اور کاغذ ساتھ لیجاتے جس نے خط لکھوا رکھا ہوتا اُس سے لے لیتے اور جو نہ لکھوا سکے ہوتے اُن کو خود لکھ دیتے اور سب جمع کر کے روانہ کر دیتے[۱]

حضرت عمرؓ ایک مدت تک خود کوتوال اور چوکیدار کا کام بھی کرتے رہے۔ دن کو اور رات کو شہر مین اور رعیت کے درمیان گھومتے تھے اور نگرانی حفاظت اور خبر گیری کرتے تھے اور اس کا کماحقہ انتظام کرنے کے واسطے امتحان کرتے تھے۔

مثلاً ایک رات گشت کرتے ہوئے ایک اعرابی کے پاس سے گذرے جو اپنے خیمہ کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ اوس کے پاس اوس کا حال پوچھنے کے واسطے بیٹھ گئے کہ وہ شہر کی طرف کس ضرورت سے آیا ہے۔ اسی اثنا مین خیمہ مین سے رونے کی آواز سنی تو پوچھا کہ یہ کون روتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ تمھارے پوچھنے کی کوئی بات نہین۔ میری عورت کو دردزہ ہو رہا ہے حضرت عمرؓ اُس کا یہ جواب سن کر سیدھے اپنے گھر کو آئے اور اپنی بیوی ام کلثوم سے کہا کہ کپڑے پہن کر میرے ساتھ چلو اور اونھین ساتھ لے کر اوس اعرابی کے پاس گئے اور اوس سے اجازت لے کر ام کلثوم کو خیمہ کے اندر بھیجا۔ کچھ عرصہ کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ ام کلثوم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یا امیر المومنین اپنے صاحب کو لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری دیجیے۔ وہ اعرابی امیر المومنین کا نام سن کر چونکا اور سامنے آکر معذرت کرنے لگا حضرت عمرؓ نے کہا کچھ مضائقہ نہین۔ تم صبح میرے پاس آنا وہان سے گھر چلے آئے اور صبح وہ شخص حاضر ہوا اور اوس کے لڑکے کا وظیفہ مقرر ہو گیا[۲]

---

[۱] ازالۃ الخفا حکایات سیاست۔ [۲] ازالۃ الخفا حکایات گشت۔

عبد الرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ ایک رات فاروق اعظمؓ میرے گھر مین آئے۔ مین نے
کہا کہ آپ نے مجھے کیون نہ بلا بھیجا تو فرمانے لگے مجھے خبر ملی ہے کہ اس وقت ایک قافلہ آکر مدینہ
کے باہر اترا ہے اور قافلہ والے لوگ سفر کی تکان سے بے ہوش سو رہے ہین۔ چلو ہم چل کے
اون کی حفاظت کرین۔ چنانچہ ہم جا کر ایک ٹیلہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور صبح تک جاگتے رہے[۱]
اس شبانہ گشت سے بعض اوقات نہایت نتیجہ خیز باتین پیدا ہوتی تھین۔ مثلاً جب ایک دفعہ
اسی طرح ایک قافلہ کی حفاظت کرنے کے واسطے گئے تو ایک عورت کے بچے کا دودھ چھڑانے کی
کوشش کرتے مین بچہ کو روتا دیکھ کر اور اس کا سبب معلوم کرکے بچون کے دودھ چھڑانے پر وظیفہ
مقرر ہونے کی قید اٹھا دی۔

اسی طرح ایک رات مدینہ مین پھر رہے تھے کہ ایک مکان سے ایک عورت کی آواز آئی جو یہ
اشعار پڑھ رہی تھی ــــ

تطاول ہذا اللیل تسری کواکب	آج کی رات لمبی ہو گئی اور ستارے گھوم رہے ہین۔
وارقنی ان لا ضجیعا الاعبہ	اور مین جاگ رہی ہون کہ میرے پاس میرا ہم خواب نہین جس سے مین کھیلون ــــ
فواللہ لولا تخشی عواقبہ	خدا کی قسم اگر اس کی عاقبت کا خدا سے خوف نہ ہوتا۔
لزعزع من ہذا السریر جوانبہ	تو اس چارپائی کی طرفین یا چولین ہل رہی ہوتین۔
مخافۃ ربی والحیا یصدنی	اپنے رب کا خوف اور حیا مجھے روکتا ہے۔
واکرم بعلی ان تنال مراتبہ	اور اپنے خاوند کی تعظیم کرتی ہون کہ اس کی جگہ کوئی اور ہو۔

حضرت عمرؓ کے دل مین یہ بات کھٹک گئی اور تحقیق کیا کہ ایک عورت مرد سے کب تک علیحدہ
رہ سکتی ہے۔ آخر چار مہینہ حد مقرر کی اور سرداران لشکر کو لکھا کہ کسی آدمی کو چار ماہ سے زیادہ بند
نہ رکھین اور اگر اجازت مانگے تو اجازت دین ــــ

[۱] ازالۃ الخفا حکایات گشت ــــ

اس قسم کے واقعات رات کو گشت کرنے اور لوگون کے حالات کو تفحص کرنے اور خبر گیری کرنے کے بہت سے ہین - مگر صرف رات کی گشت ہی مین لوگون کے حالات نہین دریافت کرتے تھے دن مین بھی گھومتے تھے مدینہ مین پھرنے کے واقعات کے علاوہ جیسے کہ خفاف بن ایمن غفاری کی لڑکی کے ساتھ سلوک اور رحم کرنے کا واقعہ ہے جو آیندہ بیان ہوگا سفر مین بھی جہان موقع ملتا تھا رعایا کا حال دریافت کرتے تھے اور اپنا فرض ادا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جب شام سے واپس آرہے تھے ابن عمر بیان کرتے ہین کہ اپنے ہمراہیون سے علٰحدہ ہوکر ادھر اُدھر لوگون کا حال دریافت کرتے ہوئے پھر رہے تھے کہ ایک بڑھیا کے جھونپڑے مین داخل ہوئے اور اُس سے باتین کرنے لگے - اوس عورت نے پوچھا کہ اے شخص عمر کا کیا حال ہے - آپ نے جواب دیا کہ وہ شام سے واپس آرہا ہے بڑھیا نے کہا کہ خدا میری طرف سے اُسے جزائے خیر نہ دے - حضرت عمرؓ نے پریشان ہوکر پوچھا کہ کیون - اُسنے جواب دیا کہ جب سے وہ والی ملک ہوا ہے مجھکو کچھ وظیفہ اور عطیہ نہین دیا - آپ نے کہا کہ اس کو تیرا حال کیون کر معلوم ہوتا کہ تو تنہا جنگل مین اس مقام پر رہتی ہے اُس نے جواب دیا کہ سبحان اللہ وہ لوگون مین گھومے اور میرا حال نہ جانے - خوف خدا سے حضرت عمرؓ کے آنسو نکل آئے اور اپنے حال پر افسوس کرنے لگے اور اوس بڑھیا کو کہا کہ تو اپنی شکایت کو کتنی رقم کے عیوض بیچنا چاہتی ہے - اُس نے جواب دیا اے بندۂ خدا مجھ سے کیون ہنسی کرتا ہے - آپ نے جواب دیا مسخری نہین کرتا سچ کہتا ہون دیر تک اُس سے باتین ہوتی رہین آخر پچیس دینار مقرر ہوئے - اسی حال مین حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعود آگئے اور السلام علیک یا امیر المومنین کہا وہ عورت امیر المومنین کا نام سن کر چونکی اور اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر پشیمان ہونے لگی - حضرت عمرؓ نے کہا کوئی ڈرنے کی بات نہین - اور پچیس دینار اوس کو دے کر اور راضی کر کے چلے آئے[1]

اون کی خلق اللہ کی خدمت اور خبر گیری کرنے کی بعض مثالین انتہائی مثالین ہین جس سے بڑھ کر کوئی خدمت خیال مین نہین آسکتی ایک اندھیری رات کو وہ گھر سے نکلے اور طلحہ کہین جاتے

---

[1] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت -

دیکھ کر اُن کے پیچھے ہولیا۔ ایک گھر مین داخل ہوئے تھوڑی دیر کے بعد نکلے اور ایک دوسرے گھر کے اندر چلے گئے صبح کے وقت طلحہ اُسی گھر کی طرف گیا گھر مین ایک بوڑھیا اندھی اور اپاہج عورت تھی اوس سے پوچھنے لگے کہ رات کو ایک شخص تیرے پاس کیون آیا تھا اُس نے جواب دیا کہ اوس نے اتنی مدت سے مجھ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اپنی معذوری کے سبب سے جو کام اپنا مین نہین کرسکتی وہ کردے کوڑا اور نجاست گھر سے اُٹھادے طلحہ یہ سُن کر خاموش چلا آیا اور اپنی تفتیش پر نادم ہوا[1]

اس طرح پر خلق اللہ کی خدمت اور خبرگیری کرنا ان کی خلافت کے زمانہ سے مخصوص نہ تھا پہلے بھی اس قسم کی نیکی کے کام وہ ہمیشہ کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر کے زمانہ مین ایک رات دو اپاہج بیوہ عورت کی اسی قسم کی خبرگیری کرتے ہوئے تو حضرت ابوبکر وہان پہنچے

حضرت عمر کے انصاف اور عدالت کی تو شہرت ایسی ہے [illegible] صفت تھی جس نے جناب سرور کائنات سے فاروق کا لقب دلوایا اور [illegible] خطاب [illegible] ہر قوم کی ہر ایک قسم کی قابلیت اور صلاحیت کی بنا اور ہر درجہ مین انہون نے [illegible] مسلمان غیر مسلمان رعایا غیر رعایا عزیز بیگانہ ہر ایک کے ساتھ یہان تک کہ اپنی ذات سے ساتھ اُن کے انصاف اور عدالت کو یکسان تعلق تھا۔ آن حضرت صلعم کے زمانہ کے واقعات ہم بیان کرچکے ہین جن کی بنا پر آن حضرت صلعم کا یہ فیصلہ تھا کہ "عمرؓ حق کہتا ہے گو کڑوا ہو" اون کی خلافت کے واقعات مین سے چند مشہور واقعات کا لکھنا کافی ہوگا۔

جبالہ کا واقعہ اسی قسم کے واقعات مین سے ہے جو غسان کا آخری بادشاہ اور قیصر روم کا برائے نام نائب دراصل اس شمالی صوبہ کا خود مختار حکمران تھا۔ ابتداء فتوحات شام کے معرکون مین جبالہ قیصر کی حمایت مین مسلمانون سے لڑتا رہا۔ مگر آخر شاہنشاہ کے بھاگ جانے پر ابو عبیدہ کے پاس آکر مسلمان ہوگیا اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مدینہ مین آیا جہان اوس سے کے

[1] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت ۵۲ انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۳۔

خاندان کی شہرت کے سبب سے بہت کچھ عزت ہوئی اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ مکہ مین حج کرنے کے واسطے
آیا طواف کی حالت مین ایک غریب اعرابی کا پاؤن اوس کے فاخرہ لباس پر اتفاق سے رکھا گیا
جس سے اس کا پاؤن لڑکھڑا گیا متکبر بادشاہ نے غصہ مین آکر اوس مسلمان کے موںھ پر تھپڑ مارا
اُس نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر فریاد کی اور جبالہ طلب ہوا جبالہ اس طلبی سے بہت حیران ہوا
اور گھبرایا جب حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو اونھون نے جرم کا اقرار کرنے پر اوس اعرابی
سے ایک تھپڑ کھا لینے یا معاف کرانے کا سادہ فیصلہ صادر کیا جبالہ نے متحیر ہو کر کہا کہ کیا یہ
بیا بان کا ناچیز اعرابی میری برابری کرے گا جو غسان کا بادشاہ ہون۔ حضرت عمرؓ نے جواب
دیا کہ اسی طرح ہوگا کیونکہ مسلمان مساوی رتبہ رکھتے ہین معافی چاہنے کے بہانے سے جبالہ
اوس وقت چلا گیا اور رات کو بھاگ نکلا اور قسطنطنیہ مین جا پہونچا اور پھر عیسائی ہوگیا۔ اس
کے بعد پھر مسلمان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو حضرت عمرؓ کی عدالت اور انصاف کو اسی قدر قصہ
سے تعلق تھا۔

حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹے ابو شحمہ کو جس کا نام عبد الرحمن تھا شراب پینے اور زنا کرنے پر
مارنے کا واقعہ اس قدر اختلاف کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اوس کی اصلیت کا اندازہ کرنا مشکل
ہے ابن عباس سے جو روایت منسوب کی جاتی ہے اگر صحیح ہو تو حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع
پہونچنا اور اپنے بیٹے سے عجب طریقے سے اقرار کروانا۔ اور پھر درّے لگوانا اور غلام کا یہ
حکم نہ کرنا مگر حضرت عمرؓ کا درّے لگانے کے واسطے اوسے مجبور کرنا لڑکے کا چیخنا اور
بے تابی سے گر گر جانا۔ لوگون کا اور خود حضرت عمرؓ کا رونا۔ لڑکے کا پانی مانگنا اور حضرت عمرؓ کا
نہ دینا اور آخر آخری درّہ پر اوس کے دم کا نکل جانا ایک دردناک افسانہ کا مضمون ہے
مگر مختلف روایات کی اصلیت اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ اون کا ایک بیٹا عبد الرحمن
المعروف ابو شحمہ نے مصر مین عمرو بن العاص کی حکومت مین اس قسم کا کوئی قصور کیا تھا

سلہ انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۰۲۔ و سیوطی وغیرہ ۔

وہان اوس کو حد لگائی گئی ہو یا نہ لگائی گئی ہو حضرت عمرؓ نے اُس کو مارا اور اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گیا[۵۱]

قدامہ بن مضعون پر جو ابن عمر اور حضرت حفصہ کا ماموں تھا حد جاری کی۔ وہ حضرت عمرؓ کا ایسا قریبی رشتہ دار ہی نہین تھا ایک معزز اور ذی رعب آدمی اور بحرین کا عامل تھا۔ اوس کے شراب پینے کی شکایت ہوئی اور ابو ہریرہؓ نے اوس کو مستی کی حالت مین دیکھنے کی شہادت دی۔ اُس کی عورت نے بھی شہادت دی حضرت عمرؓ نے اوس کو درہ مارنے کا حکم دیا اور لوگ سب ایسا کرنے کے مخالف تھے کہ وہ بیمار تھے حضرت عمرؓ اس عذر پر چند روز ٹھہر گئے۔ مگر تھوڑے دنون بعد پھر اوس کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور درے مروا ہی دیئے۔ قدامہ حضرت عمرؓ سے ناراض ہو گیا اور ان سے کلام کرنی چھوڑ دی۔ حضرت عمرؓ کو گو آخر اُس کو راضی کرنا پڑا مگر انصاف کی تعمیل سے اون سے درگذر نہ ہو سکا[۵۲]

ایک یہودی اور ایک مسلمان کے درمیان تنازعہ ہو گیا اور مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا یہودی سچا تھا اور حضرت عمرؓ نے اوس کے حق مین فیصلہ دیا۔ یہودی صفت وثنا کرتا ہوا گیا[۵۳] اور حیران تھا کہ اوس کی توقع کے خلاف ہوا کیونکہ مسلمان کی رعایت ہونے کا اوس کے دل مین خیال تھا۔

ایک دن آپ راستہ مین جا رہے تھے ایک شخص کو ایک عورت سے باتین کرتے ہوئے دیکھا بد خلاقی کا شبہہ ہوا اور اوس کو درہ سے ڈرایا مگر بعد مین معلوم ہوا کہ وہ اُس عورت کا خاوند تھا۔ آپ اپنے اس تعرض پر پشیمان ہوئے اور عبد الرحمن بن عوف کے سامنے افسوس کیا۔ اوس نے کہا کہ امیر المومنین آپ ادب سکھلانے والے ہین۔ آپ نے کچھ بے جا نہین کیا۔ مگر حضرت عمرؓ کا اس سے بھی اطمینان نہ ہوا اور اوس شخص کے پاس جا کر درہ اوس کے ہاتھ مین دیا اور کہا کہ تو اپنا بدلہ لے لے۔ مگر اوس نے تسلیم کیا کہ آپ کا حق تھا[۵۴] اپنی ذات کے ساتھ انصاف کرنے کی یہ انتہائی مثالین ہین۔

[۵۱] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا باب تصوف وسلوک [۵۲] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک [۵۳] ازالۃ الخفا باب احکام مخالفت والقضا [۵۴] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک۔

اسی طرح ایک دفعہ اون کے ہاتھ سے غلطی سے یاسر (یا ایاس) بن سلمہ کو راستہ سے ہٹانے مین درہ کا سرا لگ گیا تھا۔ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد یاسر نے ایک دن حج کو جانے کی اجازت چاہی حضرت عمرؓ نے اوس کو اجازت دی اور چھ سو درہم لے کر اوس کے گھر گئے اور کہا کہ ایک دن درہ میرے ہاتھ سے تمھارے پہلو مین لگا تھا۔ اوس کی معافی طلب کرتا ہون کہ میرے پر اوس کا قصاص ہے یاسر نے کہا کہ امیر المومنین وہ کچھ بات نہ تھی اور مین اوس کو بھول گیا ہون حضرت عمرؓ نے کہا مجھ کو تو یاد ہے اور بھول نہین سکتی۔ غرض اوس سے معافی لی اور حج کے خرچ کے واسطے چھ سو درہم اپنے پاس سے اون کو دئیے[1]

مقدمات کی تحقیق مین بڑے شایستہ اصولون کے ساتھ نہایت چھان بین کرتے تھے شہادت کے جانچنے مین بڑی عمدگی سے عمل کرتے تھے۔ ایک شخص نے اپنی صفائی کا گواہ پیش کیا حضرت عمرؓ نے بعد استفسار کے کہ نہ وہ اوس کا ہمسایہ ہے نہ ہم سفر ہوا ہے اور نہ اوس سے لین دین کیا ہے اوس کی گواہی کو ناقابل اعتبار ٹھیرایا[2]

مقدمات مین صلاح اور مشورہ کو نہایت احسان مندی سے قبول کرتے تھے اور یہ بھی اون کے ہاتھون سے بے انصافی نہ ہونے کا ایک بڑا سبب تھا مثلاً ایک دفعہ ایک حاملہ عورت کو سنگسار کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ معاذ بن جبل نے کہا کہ اس کے پیٹ مین جو بچہ ہے وہ بھی اس حکم سے متاثر ہوگا۔ حالانکہ اوس سے آپ کو کچھ علاقہ نہین حضرت عمرؓ نے اپنا حکم منسوخ کردیا اور کہا کہ اگر معاذ نہوتا عمرؓ ہلاک ہوگیا تھا[3]

اسی طرح ایک دفعہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا حضرت علیؓ نے کہا کہ مجنونہ نابالغ اور سوتے پر شرعاً تعزیر واجب نہین ہے اور یہ مجنونہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا حکم واپس لیا اور شکر گزار ہوئے[4]

غرض فیصلون مین رائے و مشورہ دینے اور اون کے فیصلہ پر نکتہ چینی کرنے کی عام اجازت تھی

---

[1] طبری صفحہ ۱۵۰۔ و ازالۃ الخفا کلمات [2] [3] [4] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا باب تصوف و سلوک۔

"اون کی مجلس جوان اور بوڑھے قاریون سے بھری رہتی تھی اکثر اوقات اون سے راے لیتے اور کہا کرتے کہ کسی کو راے دینے کی ممانعت نہین ہے کیون کہ علم بوڑھا او رجوان ہونے پر موقوف نہین ہے، یہ خدا داد نعمت ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے[۵۱]"

عوام الناس کو جو خلیفہ وقت کے ساتھ مساوات اور آزادی حاصل تھی اُس کی بہت رعایت کی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ ایک رات مدینہ مین پھر رہے تھے ایک گھر سے گانے کی آواز سنی۔ دیوار کی راہ سے اوس گھر مین گئے ایک مرد اور ایک عورت کو شراب پینے مین مشغول دیکھا اوسے ملامت کرنے لگے۔ اوس نے جواب دیا کہ مین نے ایک جرم کیا ہے اور تم نے تین۔ خدا نے تجسس کرنے اور پس دیوار سے کسی گھر مین داخل ہونے اور کسی دوسرے کے گھر مین بلا اجازت جانے سے منع کیا ہے۔ آپ نے یہ تینون کام کیے ہین حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر مین تجھ کو معاف کر دون تو آیندہ اس فعل سے توبہ کرے گا اوس نے اقرار کیا کہ امیر المومنین پھر ایسی حرکت کبھی نہ کرون گا[۵۲]۔ گویا ضابطہ معین کے خلاف مجرم کو ماخوذ کرنا اونھون نے روا نہ رکھا اور مدعا بھی حاصل ہو گیا۔ اسی قسم کے بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہین۔ ہم بخوف تطویل نہ لکھین گے۔

آزادی درحقیقت اس درجہ کو پہونچی ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ کے روبرو ان پر اعتراض کیا جاتا تھا اور وہ بڑے تحمل کے ساتھ سنتے اور داد دیتے تھے ایک دن خطبہ پڑھتے ہوئے مہر کے زیادہ باندھنے کی ممانعت کی۔ ایک بڑھیا عورت اُٹھ کھڑی ہوئی اور آیت قنطارا مقنطرۃ پڑھ کر کہا کہ خدا جس چیز کو جائز اور مباح کرے تم کیون کر منع کرتے ہو حضرت عمرؓ نے داد دی اور کہا کہ "کل الناس افقہ من عمرؓ حتی المخدرات[۵۳]"۔

ایک دفعہ غنیمت مین لمبی چادرین آئین اور سب مین تقسیم ہوئین۔ حضرت عمرؓ اسی چادر کا پیراہن بنوا کر اور پہن کر خطبہ پڑھنے کو ممبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ سنو اور مانو۔ یہ صدا پوری رفتار

---

۵۱ ازالۃ الخفا باب احکام الخلافت والقضا۔ ۵۲ ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔

۵۳ ازالۃ الخفا۔

سطے نہین کر چکی تھی کہ سامعین مین سے ایک بول اُٹھا کہ نہ سنینگے اور نہ مانین گے حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر کیون ؟۔ اوس نے کہا کہ ایک چادر آپ کے حصہ مین آئی تھی۔ اِس سے آپ کے بدن کا پیراہن کِس طرح بن گیا عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ جتنا کم تھا مین نے اپنی چادر مین سے دیا تھا تب وہ شخص یہ کہکر بیٹھ گیا کہ ہان اب سنین گے اور مانین گے [۱]۔

ہر زمانہ مین ہر طرح کے لوگ ہوتے ہین حضرت عمرؓ کے انصاف پر اثر ڈالنے کی کوشش کرنے کا ایک واقعہ بھی موجود ہے انصار مین سے ایک شخص اونٹ کی ران حضرت عمرؓ کو تحفتہً دیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ کے سامنے کسی کے ساتھ اوس کا مقدمہ پیش ہوا۔ کہنے لگا یا امیر المومنین میرے مقدمہ مین اس طرح انصاف کیجیے جس طرح اونٹ کی ران جدا کی جاتی ہے۔ اوس کے کئی دفعہ کہنے سے حضرت عمرؓ ناراض ہوئے مقدمہ کا فیصلہ تو اوس کے خلاف ہی ہوا۔ گر حضرت عمرؓ نے اپنے تمام عاملون کو تحفہ تحائف لینے سے قطعی ممانعت کر دی [۲]۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی نے اون کی ایک بیوی سے سفارش کرانی چاہی تو آپ نے اوسے جھڑک دیا اور کہا تو ایک کھلونا ہے تجھے اِن امور سے کیا مطلب [۳]۔

جن مقدمات کے فیصلہ مین اون کو شبہہ ہوتا تھا یا جو مجرم ثبوت کے بہم نہ پہونچنے یا کسی اور صورت مین بچ جاتے تھے وہ ہمیشہ اون کی طبیعت مین کھٹکتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اصحاب سے مشورہ کیا کہ خلیفہ کو اپنی رویت پر تعزیر کرنے کا اختیار ہے یا نہین حضرت علیؓ نے کہا کہ چار گواہون کی ضرورت پر نص صریح موجود ہے تو صرف اپنی رویت پر تعزیر کا اختیار کیون کر ہے حضرت عمرؓ اوس وقت خاموش ہو گئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد پھر یہی سوال کیا اور حضرت علیؓ نے وہی جواب دیا۔ امام غزالی کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ اس مین متردد تھے [۴]۔

سلیمان بن ربیعہ جب اپنا لشکر ارمینیا کو لے گیا تو لشکر کے واسطے گھوڑے خریدے سلیمان

---

[۱] المامون حصہ دوم صفحہ ۷۸۔ [۲] ازالتہ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔ [۳] ازالتہ الخفا۔
[۴] ازالتہ الخفا حکایات گشت۔

سوائے اصیل گھوڑے کے وہ کسی کو پسند نہین کرتے تھے۔عمرو بن معدی کرب ایک مخلوط نسل کا گھوڑا لے گیا سلیمان نے ناپسند کرکے واپس کیا اور کہا کہ یہ دوغلہ ہے۔عمرو نے کہا کہ دوغلہ نہین ہے یون ہی سرکش جانور ہے سلیمان نے پھر بھی اوسکو دوغلہ ہی کہا۔عمرو نے کہا کہ دوغلہ ہی ہوگا۔ کیونکہ دوغلہ دوغلہ کو پہچانتا ہے سلیمان نے حضرت عمرؓ کے پاس شکایت کی اونھون نے سلیمان کو ملامت کی کہ تو نے کیون سزا دینے مین تامل کیا اور حلم روا رکھا اور عمرو کو لکھا کہ تو نے اپنے امیر کی بےادبی کی ہے۔ تو اپنی تلوار پر بہت نازان ہے جس کا نام تو نے صمصامہ رکھا ہے مگر تجھے معلوم نہین کہ میرے پاس بھی ایک تلوار ہے جس کو مین مصمم کہتا ہون جس روز تیرے کانون کے درمیان رکھ دون گا تیری کھوپری چیرے بغیر نہ نکلے گی[1]۔

حضرت عمرؓ کے سامنے ایک قتل کی واردات کا مقدمہ پیش ہوا۔ ایک نوجوان شخص کی لاش رستے مین پڑی ہوئی پائی گئی حضرت عمرؓ نے بہت تفتیش کی مگر پتہ نہ چلا اور نہایت تشویش مین دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا اس کے قاتل کا پتہ لگا دے۔ ایک سال کے قریب گذر گیا۔ ایک دن پھر اوسی مقام پہ جہان سے لاش ملی تھی ایک بچہ پڑا ہوا ملا حضرت عمرؓ نے پرورش کے واسطے ایک عورت کے سپرد کیا اور کہا کہ اگر تو کسی کو اس کی طرف متوجہ پائے تو مجھے اوس کی خبر کر دیو۔ لڑکا جب کچھ بڑا ہو گیا تو ایک دن اوس عورت کے پاس ایک خادمہ لڑکی آئی اور کہا کہ میری بیوی چاہتی ہین کہ یہ لڑکا اون کے دکھلانے کو لے چلے وہ دیکھ کر لوٹا دین گی۔ وہ لڑکا لے کر اوس کے ساتھ گئی۔ ایک جوان عورت نے اوس سے لیا اور اوس کا مونہہ چوما اور پیار کیا اور پھر لوٹا دیا۔ اصحاب رسول اللہ مین سے وہ ایک انصاری کی لڑکی تھی حضرت عمرؓ نے جب یہ کیفیت اوس عورت سے معلوم کی تو اوس مکان کی طرف گئے۔ اوس جوان عورت کے باپ کو اپنے دروازے پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا پایا۔ اوس سے پوچھا کہ تو اپنی لڑکی کا حال جانتا ہے اوس نے جواب دیا کہ ہان۔ خدا کے حق کو لوگون کی نسبت وہ اچھا جانتی ہے اپنے باپ کے حق کو بھی ادا کرتی ہے اور نماز روزہ بھی بجا لاتی ہے اور دیندار ہے

---

[1] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین اوس کے پاس جانا اور نیکی کی نصیحت کرنا چاہتا ہون۔ وہ بوڑھا اندر گیا اور بیٹی کو مطلع کرکے حضرت عمرؓ کو بلا لیا حضرت عمرؓ نے سب لوگون کو جو موجود تھے ہٹا دیا اور اکیلے اوس سے باتین کرنے لگے اور کہا کہ بیان کر اوس لڑکے سے تیرا کیا تعلق ہے وہ عورت متردد ہوئی حضرت عمرؓ نے ہاتھ تلوار پر بڑھایا۔ وہ ڈر گئی اور کہا کہ یا امیر المومنین آپ ٹھہر جاوین مین سچ سچ عرض کردیتی ہون۔ واقعہ یہ ہے کہ کچھ زمانہ ہوا ایک بوڑھیا عورت میرے پاس آئی اور کام کاج کرنے کو میرے گھر مین رہنے لگی مین بطور والدہ کے اوس کو رکھتی تھی اور اوس کا ادب کرتی تھی۔ اسی طرح پر کچھ مدت گذر گئی کہ ایک دن اوس نے مجھ کو کہا کہ مجھے ایک سفر درپیش ہے اور جانے کا ارادہ رکھتی ہون۔ میری ایک بیٹی ہے اوس کی تنہائی کے خیال سے مین سفر سے واپس آنے تک اوسے تمھارے پاس چھوڑ جانا چاہتی ہون درآصل وہ اوس کی لڑکی نہین تھی لڑکا تھا اوس کو وہ عورتون کا لباس پہنا کر میرے پاس چھوڑ گئی۔ مجھے کبھی اوس کے مرد ہونے کا شبہہ نہین ہوا اور اوس سے کسی قسم کا پردہ نہین کرتی تھی۔ ایک دن سوتے مین مجھ کو غافل پاکر وہ میرے قریب ہوا اور مجھ سے مخالطت کی میرے قریب ایک چھری رکھی تھی مین نے ہاتھ لمبا کرکے اُسے پکڑا اور اوس سے اوس کا کام تمام کردیا اور اوٹھا کر بازار مین پھینک دیا۔ مگر مین اوس سے حاملہ ہوگئی اور یہ لڑکا پیدا ہوا۔ خداوند علیم واقف ہے کہ اصل واقعہ یہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا خدا تجھے برکت دے تو نے سچ کہا ہے اور اوس کو نصیحت کرتے رہے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آئے[۱]۔ اوس قتل کے واقعہ کا پتہ نہ چلنے سے جو بوجھ اون کے دل پر تھا ہلکا ہوگیا۔

غرض عدل وانصاف کے حامی اور سرپرست تھے اور انصاف کے سامنے کسی چیز کی پروا نہین کرتے تھے۔ عاملون اور حاکمون کی زیادتیون اور ظلم کی رعایا اور محکومین کی شکایت پر اُن کو سزائین دیتے تھے۔ لوگون کو عام اجازت تھی کہ اپنے عاملون کے فیصلون اور حکمون کی اپیل خود اون کے پاس کرین۔ حج کے وقت جب تمام عامل اکٹھے ہوتے تھے تو اون کے احکام کی نسبت

[۱] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

شکایت کرنے کی پوری ازادی دی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مجمع عام مین حضرت عمرؓ نے پکارکر کہا کہ عاملون کو مین نے تم پر عدل و انصاف کرنے کے واسطے بھیجا ہے اگر کوئی عامل ظلم وزیادتی کرے تو اوس کی میرے پاس شکایت کرو۔ یہ سن کر ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ یا امیرالمومنین میرے عامل نے مجھے بے گناہ سو کوڑے مارے ہین۔ حضرت عمرؓ نے کیفیت سن کر حکم دیا کہ اوس کو سو کوڑے مار کر اپنا بدلا لے لے عمرو بن العاص اس پر معترض ہوئے اور کہا کہ اگر اس طرح پر آپ نے عاملون کی شکایتین سننے کا دروازہ کھول دیا تو بہت واقعات اس قسم کے ہونے لگین گے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ اپنے نفس سے بدلہ لیتے تھے تو مین کیون اس سے بدلہ نہ لو عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ اس طرح سزا نہ دلوائین ہم اوسے راضی کر لین گے۔ یہ بات حضرت عمرؓ نے مان لی اور اوس مستغیث کو اس طرح راضی کیا گیا کہ فی کوڑا دو دینار یعنی کل دو سو دینار اوس کو دلوائے اون کا قول تھا کہ "جو عامل میرے عاملون مین سے کسی پر ظلم کرے اور مجھ کو اوس کے ظلم کا حال معلوم ہو جائے۔ اگر مین اوس کی اصلاح نہ کرون گا تو ود ظلم مین نے ہی کیا ہوگا"

حضرت عمرؓ کے فیصلون مین نرمی اور رحم بھی شامل ہوتا تھا مگر ایسی نرمی اور رحم جس سے انتظام کے پہلو مین کچھ خلل نہ واقع ہوتا ہو مثلاً ایک دفعہ چند آدمیون نے مزینہ کے قبیلہ کے ایک شخص کی اونٹنی چرا کر اوسے ذبح کر لیا۔ ہاتھ کاٹنا اس جرم کی سزا تھی حضرت عمرؓ نے مالک سے اونٹنی کی قیمت دریافت کی اوس نے چار سو درم بتائے۔ مجرمون سے آٹھ سو درم تاوان دلوا کے چھوڑ دیا [۵۲]

ایک قتل کے مقدمہ مین قاتل کو حضرت عمرؓ کے پاس لائے ثبوت جرم پر قاتل کو سزائے موت کا حکم دیا۔ اسی اثنا مین مقتول کے دعویدار عزیزون مین سے بعض نے معافی دے دی حضرت عمرؓ نے عبد اللہ بن مسعود کے مشورے سے باقی ورثا کو دیت کے طور پر ایک رقم

---

[۵۱] ازالۃ الخفا باب سیاست۔ [۵۲] ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔ [۵۳] ازالۃ الخفا باب احکام عبادات والقضا۔

دلوا کر چھوڑ دیا[1]

ابو موسیٰ نے ایک دفعہ ایک شخص کو جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا مروا ڈالا حضرت عمرؓ نے جب یہ واقعہ سنا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور کہا کہ اوسے بند رکھ کر اوس سے توبہ کیون نہ طلب کی[2]

ایک دفعہ عبداللہ بن عمرو حضرمی اپنے غلام کو حضرت عمرؓ کے سامنے لایا اور کہنے لگا کہ اس نے میری عورت کا آئینہ ساٹھ درم کا چرایا ہے اس کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیجیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تمھارا نوکر ہے اس پر قطع کا حکم نہین ہے[3]

اس قسم کے بہت واقعات ہین اور اون کے زمانہ کے مقدمات اور اون کے فیصلہ موجود ہین جن سے حضرت عمرؓ کی فقہ مرتب ہوئی ہے لیکن ہمارا مطلب صرف اون کے عدل و انصاف کی چند مثالین بیان کرنے سے تھا۔ ورنہ درحقیقت حضرت عمرؓ کا منصفانہ برتاؤ اون کے ہر ایک عمل اور کام سے ایسا ظاہر ہے کہ اوس پر کسی دلیل اور زیادہ بیان کرنے کی حاجت نہین ہے۔ آن حضرت صلعم اور حضرت ابو بکر اور بعض اہل الرائے صحابہ کے اقوال ہم اس بارے مین بیان کر چکے ہین سر ولیم میور حضرت ابو بکر کی طبیعت کے ذکر مین لکھتا ہے کہ "اون مین حضرت عمرؓ کی سی قوت اور قوت فیصلہ نہین تھی اور نہ انصاف کی حس و ادراک کا مادہ ایسا تیز اور قوی تھا"[4] اور دونون خالد دن کا واقعہ اس کے ثبوت مین پیش کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت کے ذکر مین مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "عدل و انصاف کا مادہ اون کی طبیعت مین نہایت پختہ اور قوی تھا خالد کے ساتھ جو سلوک کیا اوس سے قطع نظر کر کے اون کے ظلم یا بے انصافی کا ایک واقعہ بھی نہین مل سکتا اور خالد کے معاملہ مین بھی اوس سے دشمنی کرنے کی یہ وجہ بھی تھی کہ وہ اپنے مغلوب دشمن کے ساتھ بے احتیاطی اور بے رحمی سے سلوک کرتا تھا۔ اون کی سلطنت مین مختلف

---

[1] ازالتہ الخفا باب تصوف و سلوک۔ [2] ازالتہ الخفا باب حدود۔ [3] ازالتہ الخفا باب حدود۔

[4] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۲۔

تو مین اور مختلف جماعتین اور مختلف فرقے جن کے اغراض اور حالات ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد تھے اون کی قابلیت مین انتہا درجہ کا اعتبار و عتماد کیے ہُوئے تھے اور اون کے مضبوط بازوون نے انتظام اور قانون اور عدل کی تعمیل کا سکہ بیٹھا یا ہوا تھا۔[۱]"

سر ولیم میور کے یہ الفاظ کسی ادنی غور یا سرسری نگاہ سے دیکھ کر نہین کہے گئے ہین۔ مگر تعجب ہے کہ گو خالد سے ناراضی کی وجہ کو اوس نے خود بیان کر دیا ہے مگر اوس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اوس کو حضرت عمرؓ کے بے لوث اور پاک جامہ انصاف پر ایک دھبا دکھاتا ہے اور اون کے عام اور سراسر انصاف سے اس واقعہ کو مستثنی کرتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ سر ولیم میور کی رائے پر کیا منحصر ہے خالد کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ بہ ظاہر نظر شاید دوسرون کو بھی ایسا ہی معلوم ہو۔ خالد کی بے نظیر بہادری اور شجاعت جو ہم دردی اوس کی نسبت اوس کے حالات پڑھنے والون کے دلون مین پیدا کر دیتی ہے وہ ہے جو اوس کے ساتھ اس قسم کے سلوک کو انوکھا دکھلاتی ہے۔ یہ مانا کہ خالد سیف اللہ بہادر تھا اور دلیر ایسا کہ چشم فلک نے اس جیسے کم دیکھے ہین۔ شجاع تھا اور بے خوف ایسا کہ دنیا کی تاریخ مین تلاش کرنے سے اوس جیسے نہین پائے جائین گے کار آزمودہ سپہ سالار اور تجربہ کار جرنل۔ فنون جنگ سے ایسا ماہر کہ دنیا کے سب سے بڑے سپہ سالار اوس کی شاگردی پر فخر کرتے۔ اوس کی خون خوار تلوار اور اوس کی تیغ بید ریغ فتح اور نصرت کی دلیل اور ضمانت تھی اوس کی ذات اور موجودگی بقول انگریزی مصنف کے قوت اور ہیبت کا ایک برج تھی اوس کے نام سے کسری اور قیصر کے شاہنشاہی دل کانپتے تھے اسلامی فتوحات اوس کی شجاعانہ جانبازی کی کچھ کم ممنون نہین ہیں۔ شجاعت اور بہادری کے دفتر مین اوس کا نام سنہری حرفون مین سب سے اول لکھا ہوا ہے اور اوس کی یاد اب بھی مسلمانون کی رگون مین عربی خون کو جوش مین لے آنے کا ایک طلسم ہے۔

مگر بایں ہمہ جیسا کہ اوس کے ان بے نظیر اور یگانہ اوصاف کے واسطے لازمی تھا اور

[۱] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۸۴

جیسا کہ دنیا کے سب سے بڑے جرنیلون کے حالات مین ہم پاتے ہین اوس کی بد احتیاطی بے رحمی
تک پہونچ جاتی تھی اور ناعاقبت اندیشی اور بے خوفی خوف خطر مین رکھتی تھی - اوس کے ذاتی افعال
غیرون کی نظرون مین اسلامی خلافت کے نائب کے افعال تھے اور خود اسلام اوس کے برتاؤ
اور کردار کے اثر سے محفوظ نہین رہ سکتا تھا ناواقف اوس کو مقاصد اسلامی کا ایک جزو سمجھتا تھا
بسا اوقات انصاف اور اسلامی تعلیم کے خلاف اوس سے ایسے امور سرزد ہوتے تھے جن کی
تلافی بھی نہین ہوسکتی تھی - خود آنحضرت صلعم کو خالد کی تندمزاجی اور بداحتیاطی پر افسوس کرنا
پڑا تھا - بنی جذیمہ کا واقعہ تاریخ کے مضمون سے مٹ نہین سکتا - آن حضرت صلعم نے خالد کو شنہ
ہجری مین بنی جذیمہ کی طرف اسلام کی ہدایت کے واسطے بھیجا تھا مگر وہ پہلے سے مسلمان ہوچکے تھے
اسلام کا اقرار کرتے وقت اون کے موہنہ سے "اسلمنا" کی جگہہ غلطی سے "صبانا" نکل گیا جس سے
اون کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا ہے - خالد نے نہ سمجھا اور اون کو قید کر لیا اور
صبح کے وقت اونکے قتل کرنے کا حکم دیا - مہاجرین اور انصار کے پاس جس قدر قیدی تھے وہ
اونھون نے نہ مارے اور چھوڑ دیے مگر بنی سلیم نے بہت سے قیدیون کو قتل کر دیا - آن حضرت
صلعم کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ کو نہایت سخت صدمہ گذرا اور خالد کے کام سے
ناراض ہوے اور فرمایا کہ اے خدایا جو کچھ خالد نے کیا ہے مین اوس سے بری ہون[1]
اسی طرح ایک دفعہ خالد نے عمار بن یاسر پر سختی کی اور سخت و سست کہا جس سے وہ ناراض ہوگئے
اور آن حضرت صلعم کے روبرو شکایت کی - آن حضرت نے خالد کو فرمایا کہ عمار سے تیرا کیا کام تھا
وہ تو ایک جنتی آدمی ہے جو بدر مین حاضر ہوا ہے - عمار کو بھی سمجھایا اور خالد نے معافی مانگی —

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت مین خالد سے جو زیادتیان ہوئین وہ کسی طرح ناقابل توجہ نہ تھین
مالک بن نویرہ کے مسلمان ہونے اور بے گناہ قتل کا واقعہ حضرت عمرؓ کے نزدیک ثابت تھا - اگر
خالد کا حکم سمجھنے ہی مین غلطی ہوئی تھی تو کم سے کم اوس کی حسین عورت سے اوسی وقت نکاح کرنا

[1] مغازی واقدی صفحہ ۳۶۲ و تفسیر القرآن از سرسید احمد خان صاحب جلد چہارم صفحہ ۱۰۰ —

جب کہ اوس کے مقتول شوہر کا خون زمین پر خشک بھی نہین ہوا تھا نہایت سرد مہر اور بے ضبط
طبیعت کا کام تھا جس کو اسلامی تعلیم روا نہین رکھ سکتی تھی۔ خالد کا عراق مین بے دریغ وبلا
امتیاز قتل کا حکم دینا بھی حضرت عمرؓ کی انصاف پسند طبیعت پر ایک بار تھا۔ لیس کی لڑائی مین قتل عام
کا حکم دینا اور اسی طرح خون کا دریا بہانے کی قسم کھا لینا کوئی معمولی قابل چشم پوشی امور نہ تھے
خالد کی تمام زیادتیون اور بے احتیاطیون کو شمار کرنا ایک طویل اور غیر ضروری کام ہے۔ وہ
خود ہی لوگون مین انعام واکرام بھی تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے
لکھوایا کہ بغیر ہماری اجازت کے کسی کو کچھ نہ دے جس کے جواب مین اوس نے لکھا کہ مجھ کو
میرے کام پر چھوڑ دیجیے جو چاہون کرون اور جس کو چاہون دون حضرت عمرؓ ایسے جواب کو
کب سننے والے تھے۔ فوج کو بے سردار چھوڑ کر بے اطلاع اور بلا اجازت مکہ کو حج کرنے
چلا آنا بھی کچھ معمولی بے احتیاطی نہ تھی حضرت عمرؓ کے انصاف اور دور اندیشی اور احتیاط کے
نزدیک اس قسم کی تمام زیادتیان اور بے احتیاطیین ناقابل معافی تھین۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کا درگذر
کرنا اور خالد کو تنبیہ کر کے چھوڑ دینا بھی ایک ایسا فیصلہ تھا جس کے خلاف یا انحراف کرنا حضرت
عمرؓ اوس تعظیم اور ادب کے لحاظ سے جو وہ اپنے زمانہ خلافت مین بھی حضرت ابوبکرؓ کا کرتے تھے
روا نہین رکھ سکتے تھے پس سب سے پہلے جو منصفانہ تدبیر اور دور اندیشی کی تجویز کی وہ یہ کی کہ
خالد کو سپہ سالاری عراق سے روک کر حضرت ابوعبیدہ کے ماتحت شام مین مقرر کیا۔ خالد کی جزوی
بے احتیاطیون کی شکایت رہتی تھی مگر معاف کر دی جاتی تھی شام کے فتح ہو جانے پر خالد
قنسرین کا امیر اور عامل مقرر ہو گیا۔ مگر اوس کی طبیعت نہین بدل سکتی تھی۔ زمانہ اور تجربہ اور
عمر نے اوس پر بہت کم اثر کیا۔ حضرت عمرؓ کا قول کہ مین آل مغیرہ کو آتشین طبیعت کا سمجھتا ہون
غلط نہین تھا۔ شام کی بغاوت کے زمانہ مین خالد کا ابوعبیدہ کو حصار سے باہر نکل کر جنگ کرنے کی
رائے دینا حضرت عمرؓ کی نظرون مین سخت بے احتیاطی اور ناعاقبت اندیشی اور اپنی قوت پر غرور کا
اظہار تھا اس سے ناراض ہوئے ہی تھے کہ دو اور اہم شکایتین اوس کی نسبت پہونچین اول یہ کہ

حمام مین جاکر خالد شراب ملی ہوئی خوشبو استعمال کرتا ہے اور دوسرے اشعث بن قیس الکندی ایک شاعر کو اپنی تعریف مین ایک قصیدہ کے صلہ مین ایک ہزار دینار[1] خالد نے انعام دیا ہے پہلے الزام سے تو خالد نے قسم کھائی اور بری ہو گیا دوسری شکایت بہ لحاظ واقعہ کے صحیح تھی ہزار دینار بہت بڑی رقم تھی اور حضرت عمرؓ نے اوس کی تحقیقات کرنی چاہی ابو عبیدہ کے نام حکم بھیجا کہ خالد کو حمص مین بلاکر مسلمانون کی جماعت کے سامنے اوس کے ہاتھ باندھ کر اوس سے دریافت کرے کہ یہ روپیہ بیت المال سے صرف کیا ہے یا اپنی گرہ سے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خالد نے کہا کہ مین نے اپنی گرہ سے خرچ کیا ہے۔ اسی وقت ہاتھ کھول دیے گئے اور اُسکی وہی تعظیم و تکریم کی گئی[2]

خالد کا اپنی گرہ سے بھی اتنی بڑی رقم ایک شاعر کو انعام دینا حضرت عمرؓ کے نزدیک فضول خرچی کا ایک ناقابل معافی جرم تھا اوس کو قنسرین کی حکومت سے مدینہ بلا لیا۔ مگر اطراف مین سب جگہ لکھا کہ خالد کی معزولی بہ سبب خیانت کے نہین ہوئی۔ بلکہ اس سبب سے کہ اوس کے دل مین خیال تھا کہ یہ سب فتوحات اوس کی مدد سے حاصل ہوئی ہین حالانکہ یہ سب خدا سے منسوب کرنا چاہیے[3] ہو سکتا ہے کہ اصل مطلب حضرت عمرؓ کا اوس کی نسبت اس قسم کی شکایات کے سلسلہ کو منقطع کرنے کا ہو۔ خالد آخر حمص مین جا رہا اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے آٹھوین سال مین اون کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

غرض یہ واقعہ ہے خالد اور اوس کے ساتھ سلوک کیے جانے کا اور تعجب ہے کہ کوئی شخص اس کو حضرت عمرؓ کی بے انصافی پر محمول کرے جو خدا اور اپنے پاک مذہب کے روبرو خلق اللہ کے ساتھ انصاف اور عدل اور رحم اور فیاضی سے برتاؤ کرنے کے اپنے آپ کو جوابدہ سمجھتے تھے اور کسی کی کارآمد بہادری اور شجاعت کو انصاف کے روبرو ہیچ جانتے تھے۔ اس واقعہ سے

---

[1] سر ولیم میور ایک ہزار دینار اور طبری دس ہزار درہم لکھتا ہے۔ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۲۰۔ اور طبری صفحہ ۲۱۴۹۔

[2] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۲۰ و ازالۃ الخفا باب سیاست۔ [3] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

سوا اور بہتیرے واقعات اسی قسم کے ہین جو غور کرنے سے معلوم ہوسکتے ہین ۔

حضرت عمرؓ جیسے کہ انصاف اور سچائی کے حامی اور پشت و پناہ تھے ایسی ہی اس صفت والون اور حق کے پہچاننے والون کے عاشق تھے مثلاً ایک رات کو آپ اپنے غلام اسلم کے ساتھ مدینہ مین گشت کر رہے تھے کہ دم لینے کے واسطے ایک مکان کی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے ایک بڑھیا کی آواز سنی کہ وہ اپنی لڑکی کو کہ رہی ہے کہ اُٹھ پانی دودھ مین ملا دے ۔ لڑکی نے جواب دیا کہ تو نے نہین سنا کہ حضرت عمرؓ نے ڈھنڈورا پٹوایا ہے کہ دودھ مین پانی مت ملاؤ اوس کی بڑھیا مان نے جواب دیا کہ اس وقت نہ امیر المومنین دیکھ رہا ہے نہ اوس کا ڈھنڈورچی لڑکی نے جواب دیا کہ یہ مناسب نہین ہے کہ ظاہرا اطاعت کرین اور در پردہ گناہ کرین حضرت فاروق اعظمؓ اس کو سن کر بے انتہا خوش ہوے اور اپنے غلام کو اوس مکان کا نشان یاد رکھنے کو کہہ کر چلے آے اور اگلے دن اوس لڑکی کو بلوایا اور اپنے بیٹے عاصم سے نکاح کروا دیا[۵] ۔ کہا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو عورت کی ضرورت ہوتی تو میرے سوا اس کے ساتھ کوئی نکاح نہ کرتا اسی لڑکی کی نسل سے حضرت عمر بن عبد العزیز وہ عادل اور خدا ترس خلیفہ تھے جن کو خلفاء الراشدین مین پانچوان خلیفہ شمار کرتے ہین

غرض حضرت عمرؓ کا عدل و انصاف دنیا مین یادگار رہا اور ہمیشہ یادگار رہے گا ۔ مظلوم اون کے نام سے فریاد کرتے رہے ہین اور کرتے رہین گے خلیفہ مامون الرشید کے وقت مین ایک دن کسی سپاہی نے ایک شخص کو بے گار پکڑا ۔ وہ دردناک آواز سے چلایا واعمراہ یعنی ہاے عمر تم کہان ہو ۔ مامون کو اطلاع ہوئی اوس شخص کو طلب کیا اور کہا کہ کیا حضرت عمرؓ کا عدل تجھ کو یاد آیا اوس نے کہا ہان مامون نے کہا خدا کی قسم اگر میری رعیت حضرت عمرؓ کی سی رعیت ہوتی تو مین اون سے بھی زیادہ عادل ہوتا ۔ خیر یہ تو ایک کہنے کی بات تھی دراصل حضرت عمرؓ کی رعایا بھی اس سبب سے ایسی تھی کہ حضرت عمرؓ نے اوس کو ایسا بنایا تھا ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نام سے جو فریادین کی جاتی تھین وہ سنی بھی جاتی تھین کیون کہ مامون نے اوس کو انعام دلوایا اور

---

[۵] ازالۃ الخفا باب گشت ۔

سپاہی کو موقوف کردیا[۱]

عمال اور امیرون اور حاکمون اور ہر ایک قسم کے عہدہ دارون کا مقرر کرنا ایک نیا اور مشکل کام تھا اور اوس کے واسطے نہایت واقفیت اور مردم شناسی درکار تھی حضرت عمر کے عمدہ انتخاب دن کی کاروائی سے ظاہر ہون گے ۔

عہدہ دارون کے تقرر کے وقت عموماً اس قسم کی ہدایتین اون کو کرتے تھے ۔

دروازے پر چوبدار اور حاجب نہ رکھین مستغیث کو آنے کی کوئی روک نہ پیدا کرین گویا ہر وقت عدالت کا دروازہ کھلا رہنے کا حکم تھا ۔

جب کوئی استغاثہ کرے اوس کو سننا اور مدعی سے گواہ عادل اور منکر سے قسم لے کر اوس کو فیصلہ کرین ۔ عادل وہ سمجھا جائے جس پر حد شرعی جاری نہ ہوئی ہو یا جھوٹی شہادت مین مشہور نہ ہو اوس پر محبت اور وراثت کی تہمت نہ ہو ۔ اگر گواہون کی حاضری کے واسطے مہلت مانگی جائے تو مہلت دین ۔

فیصلہ کتاب اور سنت کے رو سے کرین اور جن امور کی نسبت کتاب اور سنت مین حکم نہ ہو اپنی فہم اور رائے سے فیصلہ کرین ۔

مقدمات کا فیصلہ جلد کرین تا کہ مدعی دیر کے سبب اپنا دعوی چھوڑ دینے کو مجبور نہ ہو ۔

باہم مصالحہ اور رضامندی کو بشرطے کہ اوس سے تحلیل حرام اور تحریم حلال نہ ہو منظور کر لین ۔

جو فیصلہ ایک دن کیا گیا ہو اوس پر نظر ثانی کرنی جائز ہے اور اگر نظر ثانی مین پہلا فیصلہ غلط معلوم ہو تو اوس کو باطل ٹھہرا دے ۔

متخاصمین پر سختی اور درشتی اور غصہ نہ کرین ۔

رعب قائم رکھین مگر نہ اتنا کہ وہ منجر بہ جبر ہو اور اخلاق و نرمی کرین مگر نہ اتنی کہ حکومت مین

[۱] المامون حصہ دوم صفحہ ۲۹ ۔

سُستی اور بے رغبی ہو۔

ہمیشہ عدل اور انصاف اور حق کو قائم رکھین [۱]۔

جس مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو سکے اور دقت واقعہ ہو اوسکو میرے پاس بھیج دین۔

غرض اسی قسم کی ہدایات کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً ضروری ہدایات کے متعلق تحریری احکام جاری کرتے تھے۔

عمیر بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جس وقت کسی شخص کو عامل مقرر کرتے تو اوس سے انصار و اصحاب کے روبرو چار اقرار لیتے اوّل یہ کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو۔ باریک کپڑے کو نہ پہنے اور لذیذ و نفیس کھانے نہ کھائے تیسرے حاجت مند لوگون پر دروازہ بند نہ رکھے چوتھے حاجب اور دربان نہ مقرر کرے [۲]۔

اہل فوج کے واسطے یہ نہایت ضروری ہدایات تھین کہ "جاڑون مین دھوپ کھانا نہ چھوڑین۔ گھوڑون پر رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہون اور موٹے کپڑے استعمال کرین"۔

جیسے کہ آپ اکثر ضروری اور مفید ہدایات تحریری جاری کرتے تھے ایسے ہی خطبون مین پند و موعظت عاملون کے واسطے فرماتے تھے۔

ایک دن خطبہ مین فرمایا کہ" اے خدا مین تجھ کو شہرون کے امیرون پر شاہد کرتا ہون۔ مین نے اُن کو اس واسطے بھیجا ہے کہ وہ لوگون کو اون کا دین سکھلا دین نبی کی سنت سے آگاہ کرین غنیمت کو تقسیم کرین اون مین عدل پھیلائین۔ اور کسی امر مین اگر دقت واقعہ ہو تو اوس کو میری طرف بھیج دین" [۳]۔

پھر فرمایا کہ" اے لوگو خدا کی قسم ہے مین نے اپنے عاملون کو تمھاری طرف اس لیے نہین بھیجا کہ تمھاری کھال اُتارین یا تمھارے مال چھینین بلکہ اس واسطے بھیجا ہے کہ تم کو تمھارا دین

---

[۱] ازالۃ الخفا باب احکام الخلافت والقضا و تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۱۳ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست
[۳] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

اور سنت سکھلائین۔ پس جس شخص کے ساتھ اس کے خلاف سلوک ہو وہ میرے پاس مرافعہ کرے خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ مین اوس سے بدلا لون گا۔"[1]

عمرو بن العاص نے ایک دن اسی پر اعتراض کیا اور کہا تھا کہ اگر کوئی عامل اپنی رعیت کو ادب سکھلانے کے واسطے کچھ کہے گا تو آپ اوس سے بھی بازپرس کرین گے آپ نے جواب دیا کہ بیشک کرون گا اور بدلہ لون گا۔ مین نے رسول اللہ کو اپنے نفس سے بدلہ لیتے دیکھا ہے۔ مین اون سے کیون نہ لون گا۔

عاملون کو اس امر کی تاکید کیا کرتے کہ مسلمانون کو ذلیل کرنے کے واسطے نہ مارین۔ اون کو [illegible] گھر آنے سے روکے نہ رکھین کہ وہ فتنہ مین مبتلا ہو جاوین گے۔ اون کے حقوق اون سے نہ روکین کہ وہ باغی ہو جاوین گے۔[2] ایسی ہی پند و نصیحت اور ہدایت اون کے اکثر خطوطون مین موجود ہے۔ تحریری احکام اور ہدایت مین بڑے بڑے افسرون کو خصوصاً اور تمام عہدہ دارون اور اہلکارون کو عموماً نیکی اور خدا ترسی اور بھلائی کرنے اور سادگی عادات کو نہ چھوڑنے کی ہدایت اور نصیحت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر تم نیک ہوگے تو تمھاری رعیت بھی نیک ہوگی ورنہ اس کا عکس ہوگا۔ زیادہ ستانی اور جبر سے منع کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ عاملون کو صدقہ کے بارے مین لکھا کہ جب کوئی وصول کرو تو لوگون کو بند نہ کئے رکھو جس کا جو پہلے ہو جائے اون کو جانے دو۔ کیونکہ اون کے مویشی بند رہنے سے ہلاک ہون گے جب مال مویشی مین سے صدقہ لو تو نہ بہت عمدہ منتخب کر کے لو اور نہ بہت کم درجہ کا بلکہ اوسط قسم سے صدقہ لینا چاہیے۔ اگر کسی کو ایک سال کا جانور دینا ہو اور وہ اوس کے مویشیون مین نہ ہو تو اوسی حیثیت کا مال یا قیمت لینی چاہیے۔ شیر دار اور حاملہ جانور نہ لینے چاہیین اس سے اونکا بہت نقصان ہوتا ہے۔[3]

غرض تمام امور مین اور ہر ایک قسم کی ضروریات کے متعلق جزئیات تک ہدایتین فرمائے جو انصاف اور عدل پر مبنی ہوتی تھین عمال کے واسطے پہلا ضابطہ اور دستور العمل اور قانون کتا

---

[1] ازالۃ الخفا باب سیاست [2] ازالۃ الخفا باب سیاست [3] ازالۃ الخفا باب کلمات حضرت عمرؓ

اور سنت تھے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کی ہدایات اور قواعد تھے جو وہ مقرر کرکے اون کو اطلاع دیتے تھے اور حضرت عمرؓ کے فیصلون اور طریق کے نظائر تھے جن سے وہ آگاہ ہوتے رہتے تھے اور اس کے بعد ضرورتاً وہ اپنے فہم اور رائے اور قیاس کو کام مین لاتے تھے جس پر نظر ثانی اور مرافعہ کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ گویہ دستورات اپنی سادہ اور ابتدائی حالت مین تھے مگر عدل اور انصاف اور امن اور آسائش کے واسطے جو اون کی غرض تھی پوری ضمانت تھے۔

امیرون اور عاملون کے تقرر اور اون کو ہدایتین کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کا کام اون کی نگرانی اور خبر گیری کرنے کا تھا جو وہ عجیب وغریب طریقہ مین ہر ایک ممکن وسیلہ سے کرتے تھے۔ اون کا قول تھا کہ "جو عامل میرے عاملون سے کسی پر ظلم کرے اور مجھ کو اوس کے ظلم کا حال معلوم ہو جائے اگر اوس کی اصلاح نہ کرون گا تو وہ ظلم مین نے ہی کیا ہوگا" پس وہ نگرانی اور خبر گیری مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑتے تھے۔ نگرانی کے مختلف طریقون مین سے ایک عمدہ تدبیر حضرت عمرؓ کی یہ تھی کہ حج کے وقت تمام صوبون کے امیر حج کرنے کے واسطے مکہ آتے تھے اور عامہ مسلمین بھی جمع ہوتے تھے سب کو اپنے حالات عرض کرنے کی اجازت دی جاتی تھی مدینہ تک راستہ واپس ہوتے ہوئے ان امیرون کو اپنے صوبہ کے حالات اور ضروریات بیان کرنے اور حضرت عمرؓ کو ہدایات جاری کرنے کا مزید موقع ملتا تھا۔ بقول سر ولیم میور کے درحقیقت یہ موقع لوکل گورنمنٹ کی زبانی سالانہ رپورٹ سُنا دینے کا بہت ہی عمدہ کام دیتا تھا[1]۔ حضرت عمرؓ نے اُن برکتون سے جو خداوند تعالیٰ نے حج کے پرحکمت فرض مین رکھی تھین اس عملی صورت مین ایسا قیمتی فائدہ اوٹھانے کی ایک عمدہ تدبیر نکالی تھی۔

اس کے سوا نگرانی کی غرض کے واسطے اپنے اور صوبون کے عہدہ دارون کے درمیان ایلچی اور کارندہ اور جاسوس اور اُن کے حال کی نگرانی کرنے کے واسطے خاص لوگ مقرر کیئے تھے۔ جو عموماً اون کو خبرین دیتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ جو موقعہ اون کے دریافت حال کا ملتا اُس سے بھی

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۳۔

فائدہ اوٹھاتے تھے جو مسلمان مختلف صوبون سے مدینہ کو آتے تھے اون سے صوبہ کے امیر کا حال اپنے طور پر دریافت کرلیتے تھے - اگرچہ ہر ایک شخص کے واسطے اپنی سادگی اور سادہ طور خورش اور پوشش مین اعتدال رکھنے کا عام طور پر تاکیدی حکم تھا مگر عاملون اور امیرون کو چونکہ ایسے عادات اور اطوار کو چھوڑ دینے اور تعیش اور آرام طلبی مین پڑ جانے کا زیادہ موقعہ تھا اس لیے اون کی اس امر مین خاص نگرانی کرتے تھے اور خصوصیت سے اقرار بھی لے لیتے تھے ۔

ایک دن کسی شخص نے شکایت کی کہ عیاض بن غنم تیری شرطون کو پورا نہین کرتا ہے - باریک کپڑے پہنتا ہے اور دربان رکھتا ہے - حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو جو عاملون پر اون کی طرف سے قاصد مقرر تھا بلایا اور حکم دیا کہ عیاض کو جس حالت مین تو پائے میرے پاس لے آ - چنانچہ قاصد نے جاکر دیکھا تو واقعی دروازے پر حاجب تھا اور عیاض باریک کپڑے پہنے ہوا تھا - قاصد کے پیغام سے مطلع ہوکر اوس نے کچھ فرصت چاہی مگر نہ دی گئی اور اوسی حال مین حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا - حضرت عمرؓ نے اوس کے باریک کپڑے اتروا کر اون کا کرتا اوس کو پہنایا - ہاتھ مین ایک عصا پکڑا دیا اور ایک بکریون کا ریوڑ چرانے کے واسطے اوس کے سپرد کردیا - گرمی کا موسم تھا - تنگ ہوا اور چلا اوٹھا کہ الموت خیر من ہذا - حضرت عمرؓ نے کہا کہ تیرا باپ کا نام تو غانم (گڈریا) تھا اور بکریان چراتا تھا - تو اوس کو اور میری ہدایات اور اپنے اقرار کو بھول گیا - غرض اوس کو حکومت سے معزول کردیا[1]

حضرت عمرؓ اپنے عمال کو بعض وقت اتنے قصور پر بھی معزول کردیتے تھے کہ مریضون کی عیادت یا خبر گیری نہ کرتا ہو اور مفلس لوگ اوس کے پاس دخل نہ پاسکتے ہون[2] ۔

کسی عمال کا اپنے واسطے جاگیر وغیرہ پیدا کرنا جس کی عام ممانعت تھی ایسا ہی قصور تھا یعلی بن امیہ کی نسبت جو یمن کے بعض شہرون پر امیر تھا اسی قسم کی شکایت گذری تو اوس کو حکم بھیجا کہ مدینہ تک پاون چلتا آوے پانچ چھ دن کا راستہ وہ پاؤن چلا کہ حضرت عمرؓ کے وفات پانے کی

[1-2] ازالۃ الخفا باب سیاست ۔

خبر پا کر وہ سوار ہو لیا [۱]

اپنے عمال کی نسبت وہ بد اخلاقی کے شبہہ کو بھی روا نہین رکھتے تھے نعمان بن عدی کو جنھون نے میسان کا امیر مقرر کیا۔ اوس نے اپنی عورت کو میسان کی طرف ساتھ لے جانا چاہا مگر اوس نے انکار کیا نعمان نے وہان پہونچ کر ایک خط مین کچھ اشعار اپنی عورت کو ترغیب دینے کے واسطے لکھے جن کا مضمون اس قسم کا تھا کہ تیرا خاوند حبشی اور کانچ کے پیالون مین پانی پیتا ہے گاؤن کے دہقان اور حسین عورتین اوس کو گانا سناتی ہین وغیرہ حضرت عمرؓ کو یہ حال معلوم ہو گیا اور اوس کو معزول کر کے واپس بلا لیا اوس نے مدینہ آکر عذر کیا کہ مین کسی ایسے فعل کا مرتکب نہین ہوا صرف اشعار مین یہ بیان کیا تھا حضرت عمرؓ نے کہا یہی صحیح ہوگا مگر مجھ کو ہمیشہ کے واسطے عامل رہنا ضروری نہین ہے [۲]

بعض بیرونی مصلحتون کے خیال کا اظہار اون کو اپنے خیالات سے روک بھی دیتا ہو۔ مگر یہ شاذ واقعہ ہے جو سرا ایک سے نہین ہو سکتا تھا۔ یزید بن ابی سفیان جب فوت ہو گیا تو اوس کی جگہ اوس کے بھائی معاویہ کو شام مین امیر مقرر کیا حضرت عمرؓ شام کے سفر مین جب وہان پہونچے اور معاویہ بڑے لشکر کے ساتھ اون کو آکر ملا حضرت عمرؓ کی نظر وہان بہت کھٹکی اوس کی نسبت یہ بھی سنا تھا کہ وہ دروازے پر حاجب رکھتا ہے۔ اوس سے پوچھا کہ ایسا کیون کرتا ہے معاویہ نے جواب دیا کہ شام کا ملک جہان مین رہتا ہون اس قسم کا ہے کہ دشمن کے جاسوس وغیرہ بہت ہین۔ مین اس امر کو پسند کرتا ہون کہ سلطان کی عزت کو اس طرح ظاہر کرون جس سے لوگ ڈرین اگر آپ حکم دین گے تو مین ایسا کرون گا ورنہ چھوڑ دون گا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تیری باتین ایسی ہی مدلل ہوتی ہین جو کچھ تو نے کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو ایک معقول رائے ہے اگر جھوٹ ہے تو دانا کی فریب دہی ہے [۳]

اپنی گشت مین بھی لوگون سے اون کے امیرون کا حال پوچھتے رہتے تھے ایک دن اہل حمص سے

[۱] ازالۃ الخفا باب سیاست [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست صفحہ ۲۰ [۳] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

اون کے امیر کا حال پوچھا اُنھون نے بیان کیا کہ یا امیر المومنین وہ امیر اچھا ہے مگر اتنی بات سنی ہے کہ اپنے رہنے کے واسطے بالا خانہ بنایا ہے حضرت عمرؓ نے اوس کو مدینہ بلا لانے کے واسطے خط دے کر قاصد بھیجا اور کہا کہ اوس کے بالا خانے کے دروازے کو جلا دینا۔ قاصد نے جب وہان پہونچ کر دروازہ جلانے کے واسطے لکڑیان اکٹھی کین تو لوگون نے امیر کو خبر کی۔ وہ قاصد سے ملا اور خط اوس کے ہاتھ سے لے لیا اور اوسی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کو روانہ ہوا حضرت عمرؓ نے تنبیہا اوس کو یہ سزا دی کہ تین دن دھوپ مین کھڑا رکھا اور چوتھے دن اوسے ساتھ لے کر صدقہ کے جانور دن کے مکان کی طرف گئے اور اوسے کہا کہ ان اونٹون کو پانی پلا اور جب وہ تھک گیا اوسے چھوڑا پھر پوچھا کہ اے ابن قرظ۔ اس کام کو تو نے کتنی مدت تک کیا ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین بہت مدت تک۔ کہنے لگے کہ اس لیے تو نے بالا خانہ بنایا ہے کہ مسلمانون اور یتیمون اور رانڈون پر اپنی بڑائی ظاہر کرے خبردار پھر ایسا عمل نہ کیجیو اوسے اپنی حکومت پر واپس بھیج دیا۔[ا]

اگرچہ حضرت عمرؓ سادگی اور قدیم سادہ اطوار وعادات کے قائم رکھنے کی تاکید کرتے تھے۔ مگر اوس کو ایسے درجہ پر پہونچا ہوا دیکھنا بھی پسند نہین کرتے تھے جو لوگون کی نظرون مین ذلیل اور خوار دکھائی دے۔ یمن کا ایک عامل جب ایک دفعہ ان کے پاس آیا تو ایک قیمتی چادر اوڑھے ہوئے تھا بالون مین تیل لگائے ہوئے اور کنگھی پھیرے ہوئے تھا حضرت عمر نے حکم دیا کہ اوس کو اون کے کپڑے پہنا دیئے جائین۔ اون کی حکومت کا جب حال دریافت کیا تو بہت عمدہ معلوم ہوا اور اوس کو واپس بھیج دیا۔ دوسری دفعہ جب وہ آیا تو اوس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر گرد و غبار پڑا ہوا تھا کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمارے عاملون کو ایسے حال مین بھی نہین رہنا چاہیئے کہ کپڑے میلے اور پھٹے ہون اور بال بکھرے ہوئے ہون۔ کھاؤ اور پیو اور تیل لگاؤ۔ تم جانتے ہو مین کون سی بات کو برا جانتا ہون[۵۲]

[ا] ازالتہ الخفا باب حکایات گشت [۵۲] ازالتہ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

امیر اور مختلف کامون کے عامل اپنے اپنے کام کے ذمہ وار اور خود مختار رہتے معلمان مذہب کسی کی تابعداری سے آزاد اور خود مختار تھے۔ ایک دفعہ معاویہ اور عبادہ بن صامت کے درمیان کسی امر مین اختلاف اور تکرار ہوگیا معاویہ نے اوس کو سخت سست کہا عبادہ ناراض ہوئے اور شام سے چلے آئے کہ معاویہ کے ساتھ ایک جگہ کبھی نہ رہین گے جب مدینہ پہونچے تو حضرت عمرؓ نے اون کے چلے آنے کی وجہ دریافت کی اُنھون نے تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے اون کو کہا کہ اپنے کام پر واپس چلے جایئن کہ ملک کو اون کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اور معاویہ کو لکھا۔ کہ عبادہ پر تیری کسی قسم کی حکومت نہین ہے[۵]

عاملون کے صحیح الحواس اور تندرست ہونے کا بھی خیال رکھتے تھے مگر ساتھ ہی اون کے اوصاف کی قدر کرتے تھے۔ سعید بن عامر جمحی کو شام مین عہدہ دے کر بھیجا۔ کچھ عرصہ بعد سنا کہ اوس کو مرگی آتی ہے اوس کو واپس بلا بھیجا۔ جب وہ آیا تو اپنی پوری سادہ حالت مین تھا ایک پیالہ اور ایک توشدان اوس کا کل اسباب تھا۔ اوس سے دریافت کیا کہ تیرے بے ہوش ہوجانے کی خبر کہان تک صحیح ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ جب خبیب سولی پر چڑہایا گیا تھا تو مین حاضر تھا اوس نے قریش کے حق مین بددعا کی جن مین مین بھی تھا جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو ناطاقتی سے بیہوش ہوجاتا ہون حضرت عمرؓ نے یہ سنکر اوس کو اپنے عہدے پر واپس جانے کو کہا مگر اوس نے اصرار سے انکار کیا اور حضرت عمرؓ نے معاف کردیا اور بعض روایات مین اوس کو حمص کا امیر بناکر بھیجا[۶]

حضرت عمرؓ کے اچھے عاملون کا نمونہ جیسے کہ اون کے اکثر عامل تھے عمیر بن سعد انصاری کے حالات سے دیکھا جاسکتا ہے۔ عمیر کو اُنھون نے حمص کا امیر بناکر بھیجا جہان وہ ایک سال تک رہا۔ مگر اس عرصہ مین کوئی خبر نہ آئی تو حضرت عمر نے خط بھیج کر اوسے بلا بھیجا۔ وہ اپنا توشدان اور پیالہ اور لوٹا اور عصا لیئے ہوئے پاؤن چلتا ہوا مدینہ پہونچا۔ حرّت سے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا مونہہ پر گرد و غبار جما ہوا تھا اور بال بڑھے ہوئے تھے۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے سامنے پہونچا۔ حضرت عمرؓ نے

---

[۵] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

اوس کا حال پوچھا اوس نے کہا کہ یہی حال ہے جس مین آپ دیکھتے ہین۔ اوس سے پوچھا کہ تو پیادہ کیون آیا ہے۔ اگر تیرے پاس اپنی سواری نہ تھی تو کسی سے مانگ لی ہوتی اور مسلمانون کو چاہیے تھا کہ وہ تجھے سواری دیتے اوس نے جواب دیا کہ نہ مین نے کسی سے مانگی اور نہ کسی نے دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ بُرے مسلمان ہین۔ عمیر نے جواب دیا آپ بُرا کیون کہتے ہین وہ نماز پڑھتے ہین۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تو نے اپنی حکومت مین کیسے عمل کیا۔ اوس نے جواب دیا کہ آپ کے بتائے ہوئے پر عمل کیا جو کچھ آپ نے لکھا اوس پر بھی عمل کیا شہر مین صالحین لوگون کو مال جمع کرنے پر مقرر کیا اور محل مناسب پر خرچ کیا۔ اگر اوس مین سے کچھ بچتا تو آپ کے پاس لے آتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو تو کچھ نہین لایا۔ اوس نے کہا نہین۔ حضرت عمرؓ نے اوسے پھر امیر بنا کر بھیجنا چاہا۔ مگر اوس نے عذر کیا اور کہا کہ مین اس کام کو نہین کرونگا۔ نہ اب اور نہ پھر کبھی۔ مین نے ایک دن ایک ذمی نصرانی کو کہا تھا کہ اللہ تجھے خوار کرے۔ اور آج تک پچھتاتا ہون کہ مین نے کیون کہا اگر تو مجھے امیر نہ مقرر کرتا تو مین کیون ایسا لفظ کسی کو کہتا۔ وہ دن بُرا تھا جس روز مین تیرے پاس آیا تھا۔ عمیر اجازت لے کر اپنے گھر کو جو قبا مین تھا چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کچھ دنون کے بعد حارث کو سو دینار دے کر عمیر کی طرف بھیجا اور اوس کو کہا کہ یہ دینار لے کر عمیر کے پاس جا۔ اگر تو اوس کو آسودہ پائے تو دینار واپس لے آئیو اور اگر تنگ حال مین پائے تو اوس کو دے دیجو حارث جب عمیر کے گھر پہونچا وہ دیوار سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا اپنے کپڑے صاف کر رہا تھا۔ حارث اوس سے ملا اور بیٹھ کر باتین کرنے لگا اور بتایا کہ مین مدینہ سے آیا ہون۔ عمیر نے پوچھا کہ تو نے امیر المومنین کو کس حال مین چھوڑا اوس نے جواب دیا اچھے حال مین۔ پھر پوچھا مسلمانون کا کیسا حال ہے کہا اچھا ہے غرض حارث وہان تین دن تک رہا اور دیکھا کہ جو کی روٹی اسی قدر اون کو میسر آتی ہے جتنی وہ اوس کو کھلا دیتے ہین اور خود بھوکے رہتے ہین اور اب تنگ آ گئے ہین۔ حارث نے وہ دینار نکالے اور کہا کہ یہ امیر المومنین نے تمھارے پاس بھیجے ہین اس کو اپنے کام مین لاؤ اور اپنی گذر کرو عمیر چلا کر کہنے لگا کہ ان کو لے جا مجھے ان کی حاجت نہین ہے۔ مگر اوس کی عورت کے کہنے سے اوس نے لے لیئے۔ اور معا باہر جا کر مسکینون کو ان

کھڑا ہونے لگا تو ابوبکرہ نے کھینچ کر پرے کر دیا اور کہا کہ فاسق اور زانی کے واسطے امامت نہین ہے مغیرہ چپ رہ گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس اطلاع ہوئی اونھون نے مغیرہ کو مدینہ طلب کیا اور ابوموسی اشعری کو بصرہ کا امیر مقرر کیا جن الفاظ مین یہ حکم لکھا گیا وہ مختصر تحریرون کا نمونہ ہے کہ "بلغني امر عظيم و وليت ابوموسى الاشعري عملك وسلم اليه واقبل الي والسلام" مغیرہ اور ابوبکرہ معہ گواہون کے مدینہ پہونچے حضرت عمرؓ نے گواہون سے پوچھا کہ تم نے مغیرہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے اونھون نے کہا ہم نے ایک جامہ مین سوتے ہوئے دیکھا ہے۔ زنا ثابت نہ ہوا اور تہمت لگانے کی سزا دینی پڑی مغیرہ معزول ہو کر مدینہ مین رہا ابوموسی کی لیاقت سے انتظام مین اور ایسے ہی فتوحات جدید مین بہت کچھ کامیابی ہوئی مگر اعراب کے سازشی عنصر کی بصرہ مین بہت پکڑ ابوموسی نے اپنا ہاتھ مضبوط کرنے کے واسطے اصحاب رسول اللہ مین سے چند بزرگون کے وہان بھیجنے کی درخواست کی چنانچہ حضرت عمرؓ نے انس بن مالک اور عمران بن الحصین وغیرہ اصحاب کو وہان بھیج دیا۔ اس پر بھی ابوموسی الزامون سے بچ نہ سکے اور حضرت عمرؓ کے سامنے جوابدہی کے واسطے حاضر ہونا پڑا۔ مگر الزام مہمل تھے اور بری ہو کر اپنے کام پر چلے گئے جہان وہ سوائے ایک سال کے جب وہ کوفہ کی گورنری پر تبدیل کرکے بھیجے گئے تھے حضرت عمرؓ کی خلافت کے وقت تک نہایت کامیابی سے کام کرتے رہے۔

کوفہ کی حکومت کئی سال تک اوس کے بانی اور عراق عرب اور مدائن کے فاتح سعد کے ماتحت رہی لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت کے نوین سال مین اوس کے خلاف بھی شکایتین پیدا ہونے لگین غنیمت کے غیر مساوی تقسیم۔ دلیر نہ ہونے اور جنگ مین عاجز ہونے کے اوس پر الزام لگائے گئے حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ سے بھی جو امیرون کے حالات تحقیق کرنے پر متعین تھا کوفہ مین ان شکایات کی اصلیت کی تحقیق کرائی۔ مگر بے اصل ثابت ہوئین۔ اس الزام کا تو سعد پر کوئی اثر نہ ہوا لیکن ایک دوسری شکایت اوس کی نسبت نمازون مین سستی کرنے کی ایسی پیدا ہوئی کہ حضرت عمر اوس کو کبھی معاف کرنے والے نہ تھے اور سعد کو معزول کر دیا لیکن اوس کی نسبت جو بد دیانتی اور عاجزی کا شبہہ تھا

سلہ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۸ —

اوس کے دور کرنے کے واسطے سب جگہ لکھ بھیجا کہ اس قسم کا کوئی الزام اوس کے ذمہ نہین ہے بل کہ دفع اختلاف کے واسطے اوس کو بلا لیا گیا ہے [۱]

سعد کی جگہ عمار بن یاسر کو مقرر کیا لیکن یہ انتخاب بھی کوفہ والون کو رضامند نہ کرسکا اور حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ سے کوفہ تبدیل کر دیا لیکن جب اون کی نسبت بھی شکایتین پیدا ہوئی دیکھین تو ایک سال کے بعد بصرہ کو واپس بھیج دیا۔ کوفہ کی گورنری ایک بہت تکلیف دہ مسئلہ ہوگئی اور جابر بن مطعم کو بھیجنے کا ارادہ کر چکے تھے کہ مغیرہ اس کام کے واسطے زیادہ موزون معلوم ہوا مغیرہ اپنے اخلاق کے مشتبہ ہونے سے معزولی کی سزا بھی پا چکا تھا۔ اوس کی لیاقت سے حضرت عمرؓ کی باقی دہ سالہ خلافت مین کوفہ سے کوئی شکایت انتظامی نہ پیدا ہوئی ۔

غرض حضرت عمرؓ عمال اور امیرون کی نگرانی اور خبرگیری کو اپنے ذاتی فرائض کا ایک نہایت اہم حصہ سمجھتے تھے اور نہایت فکر اور توجہ سے اون کی نگرانی کرتے تھے۔ اون کے اخلاق کا چون کہ رعایا پر اثر پڑتا تھا اور اون کے واسطے عوام الناس کے درمیان ایک عمدہ نظیر اور نمونہ ہونا ضروری تھا پس اس قسم کے ادنیٰ اشتباہ پر بھی اون کو معزول کر دیتے تھے اور اخلاقی قصور مین کسی قسم کی رعایت نہین کرتے تھے ۔ اون کے تقرر مین بہت بڑی واقفیت اور مردم شناسی سے کام لیتے تھے عمرو بن العاص مصر مین اور مشرقی صوبون کے امیر اپنے فرائض امارت کے ساتھ فتوحات کو بھی وسیع کرتے جاتے تھے شرجبیل شام کے مشرقی اضلاع پر حاکم تھا اور تمام ملک مین امن اور آسائش اور عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ سر ولیم میور کا قول ہے کہ " اون کے کپتانون اور گورنرون کا تقرر کسی ذاتی تعلق یا لحاظ و الفت سے بالکل پاک ہوتا تھا اور مغیرہ اور عمار کے سوائے اون کے تمام انتخابون مین اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہوئی۔ کوفہ اور بصرہ کے سازشی شہرون کے امیرون کی تبدیلی مین ایک قسم کی کمزوری خیال کی جاتی ہے گو ایسا ہی ہو لیکن اس سے قریش اور اعراب کے رقیبانہ اور مخالفانہ دعوے پورے ضبط اور انسداد مین رکھے گئے اور اون کی وفات تک کسی نے اسلام مین خلل پیدا کرنے کی جرأت نہ کی ۔"

---

[۱] ازالۃ الخفا باب سیاست ۔

حضرت عمرؓ اگرچہ باقاعدہ وعظ ونصیحت اور پند وموعظت سے اوس ہادی اعظم کا خلیفہ ہونے کا حق ادا کرتے تھے مگر عملاً اور فعلاً بھی اون کو مسلمانون کی درستی اخلاق کی طرف نہایت توجہ رہتی تھی۔ اور کسی جزوی بداخلاقی کے امر کو بھی روا نہین رکھتے تھے اور فوراً انسداد اور انتظام کرتے تھے مثلاً ایک رات حضرت عمرؓ مدینہ کے بازارون مین پھر رہے تھے کہ ناگاہ ایک عورت کی آواز آئی جو یہ شعر پڑھ رہی تھی

الا سبیل الی خمر فاشربہا	کاش شراب کے مل جانے کی کوئی صورت ہوتی۔
ام لا سبیل الی نظر بن حجاج	یا نظر بن حجاج کے ملنے کی کوئی سبیل ہوتی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ نظر بن حجاج کون ہے۔ معلوم ہوا بنی سلیم کا ایک خوب صورت جوان شخص ہے۔ اوس کو بلایا اوس کے بال خوب صورت تھے۔ نائی کو حکم دیا کہ اونھین مونڈ دے۔ مگر دیکھا کہ اوس کی خوب صورتی ویسی ہی ہے تو کچھ خرچ دے کر مدینہ سے باہر بھیج دیا۔ یہ شخص آخر خیانت سے متہم ہوا[1]

جھینا کے ایک شخص کا دستور تھا کہ حاجیون کے آنے کے زمانہ مین پیش دستی کر کے کجاوے خرید لیتا تھا اور پھر گران بیچتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا جب اوس نے مفلسی کا اظہار کیا حضرت عمرؓ نے اوس کے قرض خواہون کو بلا کر اوس کا مال قرضہ کی نسبت اون مین تقسیم کر دیا اور اوس کی اس دین فروشی کی نہایت مذمت کی اور ہدایت کی کہ کوئی اس طرح پر دین فروشی اور گرسنگی کا کام نہ کرے[2]

گالیان دینے اور فحش زبان مین گفت وگو کرنے پر بھی سزا دیتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو طنزاً کہا کہ میرا باپ اور میری مان زانی نہین ہین۔ حضرت عمرؓ نے اوس کو بھی کوڑے مارے کہ اس کے سوا الفاظ مین وہ اپنے مان باپ کی تعریف کر سکتا تھا[3]

بغوی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے روبرو ایک شخص نے دوسرے کو گالی دی تو اونھون نے اوسے کچھ نہ کہا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے روبرو ایسا ہوا تو اونھون نے سزا دی[4]

---

[1] ازالۃ الخفا باب گشت صفحہ ۸۔ [2] ازالۃ الخفا احکام الخلافت والقضا [3] [4] ازالۃ الخفا حدود۔

زانیون اور شراب خوارون کے تو سخت دشمن تھے آن حضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ نے تو شراب پینے کی سزا مین چالیس درّے لگائے حضرت عمرؓ اسی درّے لگایا کرتے تھے اور کسی کو کسی طرح معاف نہین کرتے تھے۔ اپنے بیٹے کو اسی جرم مین سو درے مارے اپنے ایک معزز رشتہ دار کو درے مارے۔ بحرین کے امیر مدامہ کو درے مارے۔ آزاد ہو یا غلام کوئی سزا سے نہین بچتا تھا سر ولیم میور لکھتا ہے کہ "اس جرم (شراب خواری) مین گورنرون کے معزول ہونے کی بھی کچھ کم مثالین موجود نہین ہین حضرت عمرؓ سزاؤن کے دینے مین نہایت سخت تھے۔ اوس نے بیٹے اور نہایت دلی رفیق کو شراب خواری کے جرم مین درے لگانے کا حکم دینے مین تامل نہین کیا۔ دمشق مین ایک دفعہ ایسی بداخلاقی ظہور مین آئی کہ ابو عبیدہ کو انصار کی ایک جماعت اور ضرار اور ابو جندل جیسے معروف شخصون کو طلب کرنا پڑا۔ ابو عبیدہ کو ایسے واقعہ مین قانون کی تعمیل کرنے اور سزا دینے مین تامل ہوا حضرت عمرؓ سے واقعہ عرض کیا اور لکھا کہ چونکہ سب نے اپنے گناہ سے توبہ کی ہے اون کو معاف کر دیا جاے حضرت عمرؓ نے بڑی ناراضی سے اس کا جواب لکھا اور حکم دیا کہ ایک جماعت مسلمانون کی اکٹھی کر کے اون کے سامنے سب کو بلایا جائے۔ اور پھر اون سے پوچھا جائے کہ آیا شراب کا پینا حرام ہے یا حلال۔ اگر وہ حرام کہین تو اسی درے مارے جاوین اور اگر حلال کہین تو اون کے سر اڑا دیے جاوین غرض ابو عبیدہ نے اسی طرح کیا اور اسی اسی درے سب کو مارے[۱]"

اسی خیال سے وہ اون شاعرون کے جو اشعار مین ہجو یا جھوٹی خوشامد یا عشقیہ مضامین باندھتے تھے ہمیشہ نہایت مخالف رہتے تھے۔

ایک شاعر نے اپنے شعر مین زبرقان کی ہجو کی حضرت عمرؓ کے پاس اوس کی شکایت گذری ثابت ہوا شعر مین ہجو کی گئی ہے۔ شاعر کو قید کر دیا آخر عبد الرحمن بن عوف نے اوس کی سفارش کی تو اوس کو اوس سے یہ عہد لے کر چھوڑ دیا کہ آیندہ کسی کی ہجو نہ کرے گا[۲]

حطیہ شاعر کو قید سے چھوڑا تو اوسے ہدایت کی کہ شعر کہنا چھوڑ دے اوس نے کہا یا امیر المومنین

[۱] انس اون خلافت صفحہ ۲۰۳۔ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست صفحہ ۳، وصفحہ ۲۰۸۔

یہ میرے کنبہ کا گذارہ ہے مین اسے چھوڑ نہین سکتا اور سوا اس کے میری زبان پر چیونٹیان چلتی ہین تو آپ نے کہا کہ اپنے کنبہ کی پرورش کر مگر مدح مجحفہ سے بچتے رہنا۔ اوس نے کہا کہ مجحفہ کیا ہوتی ہے تو فرمانے لگے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا اور کہنا کہ فلان شخص فلان سے اچھا ہے مین اوس کی مدح کرتا ہون۔ شاعر نے جواب دیا کہ یا امیرالمومنین خدا کی قسم تو مجھ سے شعر (زیادہ شاعر) ہے[۵۱] ایک شاعر نے ایک دن سوال کیا تو اوسے کچھ دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ خوف خدا سے دیتا ہون شعر کے واسطے نہین دیتا[۵۲]

اسی طرح عام واقعات مین لوگون کو بھلی باتون کی نصیحت کرنے کا حق ادا کرنے سے نہین چوکتے تھے۔ کفایت شعاری کو بھی ایسا ہی ضروری سمجھ کر لوگون کو اوس کی ہدایت کرتے تھے ایک دن عبداللہ بن عمیر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اوس کا مطلب وظیفہ لینے کا ہوگا حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر بتایا کہ مین عبداللہ بن عمیر ہون۔ اوس کا باپ حنین کے دن شہید ہوا تھا حضرت عمرؓ نے اپنے غلام یرفا کو حکم دیا کہ اوسے چھ سو دینار دیدے جاوین عمیر نے چھ سو دینار لینے مین عذر کیا تو ایک چادر اوس پر بڑھا دینے کا حکم دیا۔ عمیر نے دینار اور چادر لے کر اس نئی چادر کو اوڑھ لیا اور اپنی پرانی چادر اتار کر پھینک دی حضرت عمرؓ نے اوسے کہا کہ یہ غلطی کی بات ہے۔ اپنی اس چادر کو بھی پاس رکھ گھر کے کاروبار مین یہ کام آئے گی اور زینت کے موقعون پر نئی چادر سے کام لینا[۵۳] عوام کے اخلاق کو بھی جزئیات تک نگاہ رکھتے تھے اور ٹوکتے تھے۔ ایک دن ایک سائل رات کے کھانے کا سوال کرتا ہوا آیا حضرت عمرؓ نے غلام سے کہا کہ اوسے رات کا کھانا دلوا دیا۔ اس کے بعد عشا کے پیچھے صدقہ کے اونٹون کی طرف گئے تو اوس سائل کو وہی رات کے کھانے کا سوال کرتے ہوئے دیکھا آپ نے پوچھا کہ کیا اس کو کھانا نہین دیا گیا غلام نے کہا کہ دے دیا تھا۔ اوس سائل کو پاس بلا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوس کے پاس روٹیون سے بھرا ہوا ایک تھیلہ ہے آپ نے کہا کہ یہ سائل نہین ہے تاجر ہے اور روٹیان اوس کی اونٹون کو کھلا دین۔ گویا اوس کی سوال کرنے کی بدعادت کو کھونا چاہا[۵۴]

---

۵۱ ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ صفحہ ۱۹۴ ۵۲ ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ صفحہ ۱۹۶ ۵۳-۵۴ ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ

اسی طرح دین مین ایک نہایت قیمتی نصیحت ایک دفعہ اصلاح اخلاق کی کی مغیرہ بن سوید بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حج مین ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ گئے۔ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر اُنھون نے دیکھا کہ لوگ ایک مسجد کی طرف دوڑے جارہے ہین۔ پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے معلوم ہوا کہ ادھر ایک مسجد ہے جس مین آن حضرت صلعم نے نماز پڑھی تھی لوگ اُدھر جارہے ہین۔ حضرت عمرؓ نے پکارکر آواز دی اور کہا اسی طرح تمھارے سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہوئے۔ اُنھون نے اپنے انبیا کے آثار کو معبد بنا لیا۔ جس شخص کو جس مسجد مین نماز پیش آئے وہان پڑھے ورنہ اپنا راستہ لے[۱]

اعتقادی امور مین بعض وقت وہ نہایت حکمت سے کام لیتے تھے مصر مین آبپاشی کا مدار دریائے نیل کی طغیانی پر تھا۔ اور لوگون کا یہ عقیدہ تھا کہ جب تک ایک کنواری لڑکی کی بھینٹ دریا کو نہ دی جائے دریا نہین چڑھتا۔ پس ایک لڑکی کو دلھن بنا کر اور آراستہ کرکے دریا کی بھینٹ دیتے تھے مصر کو جب مسلمانون نے فتح کرلیا تو قبطیون نے اپنی پرانی رسم ادا کرنی چاہی۔ عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ اس معاملے مین کیا کرنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب مین دریائے نیل کے نام ایک خط لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر تیرا چڑھاؤ تیرے اختیار مین ہے تو ٹھیر ا رہ اور اگر خدا قادر مطلق کا اختیار ہے تو ہم اوس سے دعا کرتے ہین کہ تیرے پانی چڑھین اور پھیلین۔ اور لکھا کہ اس خط کو دریا مین پھینک دیا جائے اور بھینٹ دینے سے روکا جائے۔ دریا حسب معمول طغیانی پر آگیا اور وہ بد اعتقاد لوگون کا جاتا رہا۔ اور درحقیقت ایسے موقع پر ایسی ہی حکمت عملی سے کام چلتا ہے۔ مسٹر لین مصر کی اس رسم کا ذکر کرتا ہے مگر اوس کا بیان ہے کہ ایک کنواری لڑکی کی مورت بنا کر اور اوس کو دلھن کے مانند سجا کر دریا مین پھینکتے تھے۔ بہرحال اسلام کسی ایسے مشرکانہ خیال کی چون کہ اجازت نہین دیتا حضرت عمرؓ نے عمدہ تدبیر سے کام لیا۔ سر ولیم میور بھی مانتے ہین کہ اس واقعہ سے مسلمانون کا وہ اعلیٰ وصف ظاہر ہوتا ہے جو ہر امر مین خدا کی قدرت کے یقین کا اون مین ہے[۲]"

---

[۱] ازالۃ الخفا کلمات۔ [۲] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۴۶۔

حضرت عمرؓ کی کثرت ازدواج اور لونڈی غلام رکھنے کے خیال کی مخالفت کو اسی ضمن مین بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک جماعت اون کے پاس آئی اور کنبہ کی کثرت اور مفلسی کی شکایت کی حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم نے خود ہی اپنے لیئے پیدا کیا ہے۔ تم نے گھرون مین جورویں جمع کین اور اللہ کے مال سے نوکر رکھنے لگے۔ گویا ان مفلس کرنے والے اسباب کو وہ خوب جانتے تھے اور اس کے مخالف تھے۔

حضرت عمرؓ کی ایک عجیب و غریب عادت اور دستور یہ تھا کہ جب لوگون کو کسی امر کی ممانعت کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے اپنے اہل وعیال کو جمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مین فلان امر سے لوگون کو منع کرنا چاہتا ہون لوگ تمھاری طرف اس طرح سے دیکھین گے جیسے جانور گوشت کی طرف دیکھتا ہے واللہ تم مین سے کسی کو یہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھون ورنہ سخت عذاب دون گا غرض گھر سے اصلاح شروع کرتے تھے اور تب عوام کو منع کرتے تھے[۵]

غرض حضرت عمرؓ کی درستی اخلاق و اطوار کی طرف توجہ صرف انہین واقعات سے نہین ظاہر ہوتی بلکہ اور بے شمار واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے اس فرض کو وہ کس قدر سعی اور توجہ سے ادا کرتے تھے۔

خاص وعام واقعات پر بھی نیکی اور نیک روی کی ترغیب دیتے تھے ۱۹ سنہ ھ مین حضرت عمرؓ کی خلافت مین ایک خاص واقعہ ہوا کہ مدینہ کے نزدیک ایک پہاڑی سے جس کا نام لیلا تھا آگ اور دھوان نکلنے لگا حضرت عمرؓ نے غربا اور مساکین کے درمیان خیرات تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ کے سفرون کو بھی ہم اون کے فرائض کے ضمن مین بیان کر سکتے ہین۔ اون کا پہلا سفر ۱۵ سنہ ھ مین یوروشلیم کی طرف تھا جس کے مسلمانون کے حوالہ کرنے کے واسطے خود حضرت عمرؓ کے وہان تشریف لانے کی درخواست کی گئی تھی حضرت عمرؓ مانع اعتراضون پر عمل نہ کرکے بلا خوف وتردد فوراً شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جابیا مین پہونچنے پر ابو عبیدہ یزید اور خالد اون کی آمد کی خبر پاکر

سلہ ۵ ازالۃ الخفا۔

استقبال کے واسطے آئے۔ بڑے تزک و احتشام سے خوشنما لباس پہنے ہوئے اور آراستہ کیے ہوئے
گھوڑون پر سوار یہ سردار اپنے ہمراہیون کے ساتھ آرہے تھے۔ حضرت عمرؓ اس شان و شوکت کے
سامان کو دیکھ کر غصہ سے بھڑک اُٹھے اور جھک کر سنگریزون کی ایک مٹھی بھر کر اون کے مونھہ پر ڈالی
اور کہا کہ تم ایسے لباسون مین مجھ سے ملنے کے واسطے آئے ہو۔ کیا دو ہی سالون مین تم اس قدر
بدل گئے ہو۔ بخدا اگر دو سو برس کے بعد بھی تم ایسا کرتے تو تم ذلیل کیے جانے کے لائق ہوتے[۱] انھون نے
جواب دیا یا امیرالمومنین یہ جو آپ دیکھ رہے ہین یہ اوپری اوپر ہے۔ انھون نے کپڑون کو اتار ڈالا اور
دکھایا کہ نیچے اپنا فوجی لباس پہنے ہوئے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ کی ناراضی اس عذر سے بھی رفع نہ ہوئی
اور فرمایا کہ بس جاؤ اور وہ جابیہ مین اُتر پڑے۔ بطریق یوروشلیم کی سفارت نے جب شرائط صلح طے
کر لین اور عہد نامہ لکھا گیا تو عمرو بن العاص اور شرجیل بھی حصول ملازمت کے واسطے حاضر ہوئے
حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر اون سے جا کر ملے۔ اونھون نے حضرت عمرؓ کی رکاب کو بوسہ دیا اور حضرت عمرؓ
نے اُتر کر اون کو گلے سے لگایا۔ اور سردارون کو تو حضرت عمرؓ نے اپنے کام پر رخصت کر دیا اور
عمرو بن العاص اور شرجیل کو ساتھ لے کر یوروشلیم کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ سے اون کے
اون سردارون نے گھوڑے پر سوار ہونے اور شاید اپنے کپڑون کو تبدیل کرنے کی درخواست کی
انھون نے اس کو منظور کیا اور اون کے واسطے ایک گھوڑا لایا گیا اور اون کے اون کے کپڑے سے
اُتروا کر جسمین چودہ پندرہ پیوند لگے ہوئے تھے اُن کو سفید پوشاک پہنائی گئی۔ شام کا گھوڑا تھا
اور وہ ہین کا سکھلایا ہوا تھا وہ خرامان خرامان چلنے لگا اور اوس کے گھنگرون کی آواز آنے لگی
حضرت عمرؓ کو یہ حرکت جس سے سوار کے تکبر کا وسوسہ ہوتا تھا بُری معلوم ہوئی اور کہنے لگے کہ
اس جانور کو کیا تکلیف ہے اور کس نے اس کو یہ عجیب حرکت سکھلائی ہے۔ پس اوس گھوڑے سے
اُتر پڑے اور پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ یوروشلیم مین پہونچ کر بطریق اور عیسائیون کے ساتھ جو
سلوک کیا اوس کا ذکر آیندہ ہوگا جس کام کے واسطے انھون نے یہ سفر اختیار کیا تھا اوس کو بخوبی

---

[۱] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۸ -

سرانجام کرکے وہ مدینہ کو لوٹ آئے۔ دوسری دفعہ وہ شام کی بغاوت کے واقعہ سے متردد ہو کر
پھر شام کی طرف روانہ ہوئے تھے مگر جابیا مین پہونچ کر اون کو بغاوت کے فرو ہونے کی خبرین ملین
اور وہین سے مدینہ کو واپس آئے۔

تیسری دفعہ وہ شام کی وبا کے خوفناک زمانہ مین شام کی طرف روانہ ہوئے تھے مگر اس دفعہ بھی
راستہ سے لوٹ آئے۔

چوتھی دفعہ وہ وبا کے دور ہونے پر مدینہ سے سنہ ۱۸ھ مین اس ارادہ سے روانہ ہوئے کہ
تمام ممالک مفتوحہ مین سفر کرین اور رعایا اور عمال کے حال کو بچشم خود دیکھین۔ شام مین چونکہ
اوس بے رحم وبا کے ہاتھون سے بے اندازہ نقصان ہو گیا تھا اور متوفی مسلمانون کے ترکون کی
تقسیم اور انتظام کی ایک بڑی دقت درپیش تھی وہ اپنے درد بھرے دل سے پہلے شام کی طرف
روانہ ہوئے قیصر اور کسریٰ کے ملکون کے مالک ایک اونٹ پر سوار تھے اور غلام بھی اوسی سواری مین
اون کا شریک اور حصہ دار تھا کہ باری باری سے اوس پر سوار ہوتے تھے[1] ایلہ مین جو عیسائیون کا
ایک شہر راستہ مین تھا پہونچے تو شہر کے لوگ امیر المومنین اور اوس کی آمد کے سامان کو دیکھنے کے
واسطے غول کے غول شہر سے نکلے اور حضرت عمرؓ سے جو آگے آگے جا رہے تھے پوچھا کہ حضرت
عمرؓ کہان ہین۔ اونھون نے جواب دیا "امامکم" کہ وہ تمھارے آگے ہے لوگون نے سمجھا کہ خلیفہ اعظم
کہین پیچھے آ رہے ہین وہ اور آگے بھاگے ہوئے چلے گئے اور حضرت عمرؓ اکیلے بڑھتے ہوئے اسقف
ترسا کے گھر مین دوپہر بھر آرام کرنے کے واسطے جا ٹھہرے اور پھر وہان سے روانہ ہو کر جابیا ہو کر شام
مین پہونچے تمام شہرون کو جن مین مسلمان اور عمال تھے دورہ کرکے دیکھا۔ انتظام مین جو تغیر و تبدل
ضروری معلوم ہوا کیا اور امیرون اور عہدہ دارون کو نصیحتین اور ہدایتین کین جن لوگون کے
ترکون اور مال و اسباب کی تقسیم کی نسبت تنازعات اور دعوے تھے اون کو فیصل کیا چونکہ یزید
بن ابی سفیان والی دمشق اور ابو عبیدہ "امین الامت" والی حمص دونون وفات پا گئے تھے معاویہ کو

[1] ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔

شام کا امیر مقرر کیا۔ غرض مختلف امور کے انتظام اور تمام شہرون کے اندر دورہ کرنے مین چار ماہ تک شام مین رہنا پڑا جس کے بعد وہ مدینہ کی طرف لوٹے اور سرحد شام پر آکر شام سے جو لوگ اون کے ہمراہ تھے اون کو واپس کر دیا اور اون کی اس اطمینان بخش تصدیق سے کہ جس قدر کام آپ کے کرنے کے تھے آپ سب کر چلے ہین حضرت عمرؓ مدینہ کو واپس آے۔ ممالک مشرقی مین اب تک وبا کے پھیلے ہونے اور سفر مین اکثر شب بیداری کرنے سے آپ عراق وغیرہ ممالک مین سفر کرنے کے ارادہ کو پورا نہ کر سکے[1]

حضرت عمرؓ کے جماعت کے ساتھ سفر کرنے کے طریقہ کی کیفیت بھی کچھ کم دلچسپ نہین ہے اوس مین بھی خاص فرائض اپنے ذمہ لیتے تھے اور اون کو ادا کرتے تھے۔ نماز فجر سے فارغ ہو کر کوچ کرتے اور کوچ کرنے کے وقت لوگون کو آواز دیتے کہ اے لوگو! کوچ کا وقت آگیا ہے۔ جو لوگ اون کے قریب ہوتے اور اون کی آواز کو سنتے وہ پکار کر دوسرے لوگون مین کہدیتے کہ امیر المومنین آواز دیتے ہین۔ اٹھ کھڑے ہو۔ کجاوے باندھو اور کھانے پینے کا سامان درست کر لو پھر دوسری دفعہ حضرت عمرؓ آواز دیتے تو لوگ پکارتے کہ سوار ہو جاؤ امیر المومنین نے دوسری آواز دی ہے جب لوگ اسباب باندھ لیتے تو حضرت عمرؓ اوٹھ کھڑے ہوتے اور اپنے اونٹ پر اپنا اسباب لادتے۔ اسباب اُن کا سفر مین دو تھیلے ہوتے تھے جن مین سے ایک مین ستو اور دوسری مین خشک کھجورین بھری ہوئی ہوتی تھین اور سامنے کی طرف ایک پانی کا مشکیزہ اور ایک بڑا پیالہ بندھا ہوا ہوتا تھا جب کہین اوترتے تو اوسی پیالہ مین ستو گھول کر اپنا چمڑے کا دسترخوان بچھا کر جو شخص اون کے پاس بیٹھا ہوتا اوس کو شریک کر کے کھاتے تھے۔ جب لوگ کوچ کر جاتے تو اوس پڑاؤ کے مقام پر جہان لوگ ٹھیرے ہوئے ہوتے تھے جاتے اور پھر کر دیکھتے کہ اگر کسی کا کچھ اسباب رہ گیا ہو تو اُسے سنبھال لین۔ اور راستہ مین اسی خیال سے باقی جماعت کے پیچھے پیچھے چلتے تھے کہ اگر کسی کا کچھ اسباب گر جاوے تو اوسے اٹھا کر لیتے آوین کسی شخص کی سواری کا اونٹ اگر لنگڑا

---

[1] انس اون خلافت صفحہ ۲۳۶ و ۲۳۰ - وطبری صفحہ ۲۹۰ -

ہوجاتا۔ یا تھکن سے ہار جاتا تو اوس کی مدد کرتے اور اوس کو ساتھ لیے ہوئے آہستہ آہستہ پہونچتے
جب اگلے دن کی شام کو آپ منزل پر پہونچتے تو اونٹ کے چارون طرف لوگون کی چیزین لٹکی ہوئی ہوتین
اور جس کسی کا اسباب گم ہوا ہوتا وہ اُن کے پاس دوڑا آتا۔ کوئی کہ رہا ہے امیرالمومنین میرا لوٹا تھا۔ کوئی
کہ رہا ہے میری کمان تھی۔ کوئی اپنے رسے کی شناخت کر رہا ہے اور کوئی کسی چیز کو پہچان رہا ہے حضرت
عمرؓ ہر ایک کی چیز اوس کو دیدیتے مگر ساتھ ہی نصیحت بھی کرتے کہ کوئی عقلمند آدمی اپنی ضرورت کی چیز کو
ایسی غفلت سے کھو نہین دیتا مین کب تک رات کو جاگون گا اور تمھاری چیزین دیکھتا رہون گا۔
آیندہ ہوشیار رہنا۔ غرض سفر مین بھی وہ مسلمانون کی خدمت کرتے تھے اور اپنے وقت کے کسی لمحہ مین
اپنے فرائض کے ادا کرنے سے غافل نہین رہتے تھے۔

سفر مین لوگون کے حالات کی بھی تفتیش اور تفحص کرتے تھے اور اون کے متعلق اپنے انتظامی اور
عدالتی فرائض ادا کرتے تھے مثلاً اون کے سفرون مین اس قسم کے واقعات بھی بیان ہوئے ہین کہ ایک
دفعہ جب آپ ایک چشمہ پر سے گذرے جو قوم جذام کے قبضہ مین تھا تو وہان لوگون نے ذکر کیا کہ ایک
شخص کی دو جورو ہین اور وہ دونون حقیقی بہنین ایک ماں سے ہین حضرت عمرؓ نے اوس شخص کو بلایا اور
کہا کہ ایک ناجائز امر کو تم مسلمان ہوکر کیون کرتے ہو۔ اوس نے جواب دیا مین اس کی ممانعت سے
آگاہ نہین تھا۔ اور چونکہ وہ دونون اوس کو بہت پیاری تھین اون مین سے ایک کو اب علیحدہ کرنے
مین بھی پس و پیش کرنے لگا حضرت عمرؓ نے تنبیہ کی اور ایک کو اوس سے علیحدہ کرا دیا[۱]۔ اسی طرح ایک
اور شخص کا حال معلوم ہوا کہ اوس نے ایک اور شخص کو اپنے ساتھ حصہ دار بنایا ہوا ہے کہ اوس کی عورت
ایک دن اوس کے پاس رہے اور دوسرے دن اوس کے حصہ دار کے پاس۔ آپ نے اوس کو بھی
بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ مین بوڑھا اور ضعیف آدمی ہون۔ ایک جوان
شخص نے مجھ کو کہا تھا کہ تیرے اونٹ چرایا کرون گا اور اون کی ہر طرح کی نگہبانی کرون گا۔ اپنی
عورت مین مجھے اپنے ساتھ حصہ دار بنا لے چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تجھے

---

[۱] فتوح شام واقدی صفحہ ۲۸۴۔

معلوم نہین کہ مسلمان کے واسطے ایسا فعل حرام اور قبیح ہے۔ اوس نے کہا مجھے نہین معلوم تھا اور آئندہ کے لئے اس سے توبہ کرتا ہون[1] ایسی ہی عیسائیون اور غیر اقوام کے ساتھ سلوک اور مروت کرنے کی روائتین ہین جو دوسری جگہ بیان ہون گی۔

اس کے بعد بھی حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ تمام ممالک مین ایک بڑا دورہ کرین اور فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مین زندہ رہا تو ایک سال تک رعیت مین پھرون گا کیونکہ مین جانتا ہون کہ لوگون کی حاجتین اور ضرورتین میرے سوا منقطع ہوتی ہین۔ اون کے عامل اون کو میرے پاس نہین بھیجتے اور بعض ایسے ہین کہ مجھ تک پہونچ نہین سکتے۔ دو مہینہ تک شام مین رہون گا خدا کی قسم یہ سال بہت اچھا ہوگا"[2] مگر اون کو اپنی خلافت کے تھوڑے دنون مین جو باقی تھے اپنے اس ارادے کو پورا کرنے کا موقع نہین ملا۔

غرض اون کی اس طرح پر اپنی رعایا او مسلمانون کی خبرگیری اور نگرانی کرنے اور اپنے بے شمار فرائض کو ادا کرنے کے حالات کہان تک بیان کیے جائین۔ اگر سچ پوچھو تو اونھون نے اپنے اس قول کو جو ایک خطبہ مین فرمایا تھا سچ کرکے دکھا دیا تھا کہ "قسم ہے اوس ذات پاک کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر کوئی اونٹ فرات کے کنارون پر ضایع ہو جاوے تو مین ڈرتا ہون کہ خدا آل خطاب (اپنے سے مراد ہے) سے اوس کا سوال کرے[3]"

آن حضرت صلعم کے ازواج مطہرات اور اولاد کی خبرگیری اور خدمت کو جو اون کا جزو ایمان تھا اپنے ضروری فرائض سے مقدم جانتے تھے۔ بنی ہاشم کی فضیلت کو ہر امر مین ثابت اور قائم رکھتے تھے بنی ہاشم کے ہر ایک شخص کا نکاح اپنے اہتمام اور توجہ سے کرا دیتے تھے اور جن کے پاس نوکر نہ ہوتے اون کو خدمتگار دیتے[4] اور ازواج رسول اللہ کی جن کے بڑے وظائف اون کو کسی شے کا محتاج نہین چھوڑتے تھے باقی ہور اور ضروریات مین خدمت اور خبرگیری کرتے تھے۔ جب اونھون نے

---

[1] فتوح شام واقدی صفحہ ۲۰۸ [2] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ [3] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔ [4] ازالۃ الخفا باب گشت۔

حج کرنے کے واسطے جانا چاہا تو حضرت عثمانؓ اور عبد الرحمن بن عوف کو اون کے ساتھ خبر گیری اور
خدمت کے واسطے روانہ کیا اور تمام قسم کی ضروری ہدایات راستہ اور مقام کرنے کی اون کو کر دین۔[1] ام سلمہ
نے ایک دن ایک شخص کی کہ اون کو تنگ کرتا تھا شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے اوس کو سزا اور تنبیہ کی۔
غرض اپنے اس فرض کو بھی وہ ایسا ہی ادا کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق "صادق اور
سعادت مند" کہلانے کے مستحق تھے۔

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے جس درجہ کی محبت اور پیار کرتے۔ غالباً یہی اون کی محبت کی
حد بھی اون کی فضیلت اور استحقاق اعلیٰ کو کسی طرح کم نہین ہونے دیتے تھے۔ ایک دفعہ یمن سے چادرین
آئین اور حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان تقسیم کر دین۔ چادرین بڑی تھین اور اون مین سے
کوئی حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے لائق نہ تھی تو حضرت عمرؓ نے والی یمن کی طرف لکھا کہ اون کے اندازہ کے
موافق چادرین بنوا کر بھیجے چنانچہ وہ چدرین آئین اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے پہنین۔ حضرت عمرؓ چدرین
اون پر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ جب تک یہ چدرین ان پر نہ دیکھین طبیعت کو خوشی نہ ہوئی[2]

امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو اکثر اپنے پاس آنے کے واسطے کہا کرتے تھے کسی روز نہ دیکھتے تو پوچھتے
کہ آج تم کیون نہین دکھائی دیئے[3]۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے پوچھا تو وہ کہنے لگے ابن عمرؓ (عبد اللہ حضرت
عمرؓ کے بیٹے) کو لوٹتے دیکھ کر مین بھی لوٹ گیا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ابن عمرؓ سے میرے پاس آنے
کی اجازت حاصل کرنے کے تم زیادہ مستحق تھے۔ ہماری بزرگی تو خدا کے بعد تمھین سے ہے[4]۔ اسی طرح
ایک دن امام حسنؓ یا امام حسینؓ گئے اور دیکھا کہ عبد اللہ اپنے بیٹے کو اس وقت اندر نہین بلایا تو وہ بھی
لوٹ گئے حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا تو آدمی بھیج کر اون کو بلایا اور کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے
تم کیون لوٹ گئے۔ کیا میرے سر کے بال تمھارے ہی اگائے ہوئے نہین ہین[5]۔

ایک دن مال غنیمت تقسیم کرنے لگے تو امام حسنؓ سے شروع کیا اور اون کو ہزار درہم دیئے
پھر امام حسینؓ کو بھی ہزار درہم دیئے جب اون کے بیٹے عبد اللہ کی باری آئی تو پانچ سو درہم اون کو

[1] ازالۃ الخفا گشت [2] ازالۃ الخفا باب گشت کے ضمن مین۔ [3-4] [5] ازالۃ الخفا باب گشت۔

دینے کو کہا۔ اُنھون نے کہا یا امیرالمومنین مین تو وہ آدمی ہون جس نے رسول اللہ کے سامنے تلوار ماری ہے امام حسنؑ اور امام حسینؑ دو لڑکے ہین جو مدینہ کی گلیون مین کھیلتے پھرتے تھے اون کو ہزار ہزار درہم دیا گیا اور مجھ کو پانچ سو یہ میرے حق سے کم ہین حضرت عمرؓ جوش مین آئے اور فرمانے لگے کہ جا تو بھی اون کے باپ جیسا باپ اون کی مان جیسی مان اور اون کے نانا جیسے نانا اور اون کی نانی جیسی نانی۔ اون کے چچا جیسا چچا اُون کے مامون جیسا مامون اور اون کی خالہ جیسی خالہ لے آ جس کو تو نہین لا سکے گا۔ تجھے معلوم نہین اون کا باپ علیؑ مرتضیٰ۔ اون کی مان فاطمۃ الزہرا۔ اُون کے نانا محمد مصطفیٰؐ اون کی نانی خدیجۃ الکبریٰ اُون کا چچا جعفر بن ابی طالب طیار اون کا مامون ابراہیم بن رسول اللہ اور اون کی خالہ ام کلثوم اور رقیعہ رسول اللہ کی بیٹیان ہین۔[1] عبداللہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

حضرت عمرؓ اپنی ذات کے ساتھ تو جو سلوک کرتے تھے سو کرتے تھے مگر یہ بھی اون کا اپنی خلافت کا ایک ممتاز اور مستحکم اصول تھا کہ اپنے متعلقین اور خصوصاً اپنی اولاد کو نہ کسی پر فضیلت دیتے تھے اور نہ امور خلافت او رامارت مین اون کو دخل دیتے تھے۔

ایک دن اصحاب رسول اللہ مین چادرین تقسیم کر رہے تھے ایک چادر بچ رہی تو کہنے لگے کہ کوئی ایسا آدمی بتاؤ جس نے خود اور اوس کے باپ نے ہجرت کی ہو۔ یہ چادر اوس کو دون گا۔ لوگون نے کہا عبداللہ ابن عمرؓ۔ آپ کہنے لگے کہ نہین سلیط ابن سلیط ایسا ہے اور وہ چادر اوس کو دیدی۔

عبداللہ ابن عمرؓ وہ شخص تھے جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ فدایانہ عشق رکھنے مین مشہور اور اپنے کمال اور علم او رفضل مین معروف اور سربرآوردہ تھے اور قابلیتون مین کسی سے دوسرے درجہ پر نہ تھے مگر حضرت عمرؓ نے کبھی کوئی کام اون کے سپرد نہ کیا اور نہ کسی کام مین دخل دینے دیا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ ایک جماعت مین بیٹھے ہوئے اہل کوفہ کی شکایت کر رہے تھے کہ اونھون نے مجھے تنگ کر دیا ہے اگر نرم طبیعت کے شخص کو اون کا عامل مقرر کرتا ہون تو اوس کو ضعیف سمجھتے ہین اور اگر سخت آدمی کو بھیجتا ہون تو اوس کی شکایت کرتے ہین مین چاہتا ہون کہ کوئی شخص جو قوی اور امین ہو

---

[1] ازالۃ الخفا باب گشت کے ضمن مین۔

اوس کو اون پر عامل مقرر کرون - ایک شخص نے اون مین سے کہا کہ مین ایسا آدمی بتاتا ہون جو قوی اور امین ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون ہے اوس نے جواب دیا کہ عبداللہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ یہ سنکر غصہ سے بھڑک اوٹھے اور کہا کہ خدا تجھے ہلاک کرے - تو نے کوئی بھلی بات نہین کہی - مین اوس کو اون پر اور کہین بھی عامل نہ مقرر کرونگا - تو نادان ہے اس بات کو نہین جانتا میرے سامنے سے اٹھ جا - غرض نہایت ناراض ہوئے اور وہ شخص سامنے سے چلا گیا[1]

اسی طرح پر جب اپنی وفات سے پہلے اونھون نے اپنا جانشین مقرر کرنے کے واسطے مشورہ کیا تو مختلف آدمیون کا ذکر ہو رہا تھا ایک شخص کے موہنہ سے عبداللہ بن عمرؓ کا نام نکل گیا - حضرت عمرؓ چلا اوٹھے اور کہا " اسکت قاتلک اللہ " خدا کی قسم تو نے یہ بات نہ خدا کے لیے کہی ہے اور نہ مسلمانون کی بھلائی کی کہی ہے[2] "

سر ولیم میور حضرت عمرؓ کی طبیعت کی نسبت ایک آخری اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ سادگی اور فرض کا ادا کرنا اون کے دو راہنما اصول تھے اپنے بڑے عہدہ کے فرائض ادا کرنے مین انصاف اور بے غرضی اور بے طرفداری اور کمال مصروفیت کے سبب سے وہ ممتاز تھے اور ذمہ داری اور جوابدہی کا اون کی طبیعت پر اتنا بوجھ تھا کہ وہ بعض اوقات کہہ اوٹھتے تھے کہ کاش میری مان مجھے نہ جنتی اور کاش مین ایک گھاس کا تنکا ہوتا "

ان حالات پر جو بیان ہوئے ہین اور اس قسم کے تمام واقعات پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کی بے نظیر کامیابی جس قدر کہ وہ اون کے اصول خلافت اور حکومت کی شایستگی سے حاصل ہوئی اوسی قدر اون کے ذاتی فرائض کے ادا کرنے کے عدیم المثال طریقون مین مخفی تھی - فرائض ادا کرنے کا اون کا عجیب و غریب طریقہ سلطنت کے شایستہ ترین اصول مسلمانون کی یکجہتی اور اتفاق - حق شناسی اور اون کے حقوق کی مساوی تقسیم اون کے ساتھ بے نظیر عدل و انصاف کا برتاؤ - رائے اور مشورہ دینے مین اون کو آزادی - اون کی بے مثل انتظامی لیاقتین مضبوط ہاتھ

[1] ازالۃ الخفا مقصود دوم - [2] طبری صفحہ ۵۱۵ -

قوم اور افراد قوم کے حالات کی عام واقفیت غرض اس قسم کے امور تھے جن سے اون کو اپنی خلافت مین ایسی کامیابی ہوئی جس کی کہ نظیر دنیا مین موجود نہین ہے حضرت عمرؓ کا وہ قول جو انھون نے زمام خلافت کو اپنے ہاتھ مین لینے کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ "قوم عرب چھدے ہوئے ناک والے اونٹون کی قطار کے مانند ہے جن کی نکیل میرے ہاتھ مین دی گئی ہے مین اون کو سیدھے راستہ پر چلانے والا ہون اور اس پر خدا سے مدد مانگتا ہون[1]" اور وفات کے وقت فرمایا کہ تمھارے درمیان مین اونٹون کے قطار کی روش چھوڑ چلا ہون کہ خبردار کوئی قوم ٹیڑھی نہ ہو جاے ورنہ وہ روش ٹیڑھی ہو جاوے گی۔ ایسا قول تھا کہ عرب پر حکومت کرنے کے واسطے اس سے زیادہ سچی ہدایت مشکل سے کسی قول مین مل سکتی تھی اور عرب کے ہر ایک بادشاہ کے واسطے یہ معنی قول اور اوس کے قائل کے اصول عمل یکسان راہ نما ہو سکتے تھے انھون نے جو اصول اپنے اس خیال کے مطابق خفیتاً کیئے تھے وہ اون کی غایت درجہ کی احتیاط اور ہوشیاری ظاہر کرتے تھے مثلاً اسی خیال کے مطابق وہ شام مین جہان قریش اور اصحاب رسول اللہ بہت زیادہ تھے عموماً قریش اور شرفائین سے عامل اور امیر مقرر کرتے تھے اور مشرقی صوبون مین جون کہ اعراب اور قبائل اعراب کثرت سے تھے وطین مین سے لائق سردار اور عہدہ دار مقرر کرتے تھے کسی شخص کی نسبت اختلاف یا شکایات ہوتے پر اوس کو احتیاطاً واپس بلا لیتے تھے اور باین ہمہ جیسا کہ سر ولیم میور نے لکھا ہے قبائل عرب مین جا بجا اون کے جاسوس پھیرتے تھے اور اون کے حالات اور خیالات سے حضرت عمرؓ کو مطلع کرتے رہتے تھے۔ مثلاً ایک دفعہ قلعہ عنین مین جو جزیرہ مین واقعہ تھا بنی نمر اور بنی تغلب محصور تھے اور بنی بکر نے مسلمانون کی طرف سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ بنی بکر کے حملہ سے محصورین قلعہ سے بھاگ نکلے اور راستہ نہ پاکر دریا مین کود کر غرق ہونے تک پہونچ گئے اور چلائے کہ "ہائے ہم ڈوبے" بنی بکر نے جواب دیا کہ "ہان جلانے کے بدلہ مین ڈوبے ہو" یہ اشارہ جاہلیت کے ایک واقعہ کی طرف تھا جس مین بنی تغلب کے کچھ آدمی زندہ جلا دیئے تھے حضرت عمرؓ کے جاسوسون نے اون کو خبر کی اور انھون نے بنی بکر سے اس قصور کا جواب طلب کیا کہ مسلمان ہو کر جاہلیت

---

[1] ازالۃ الخفا باب سیاست وکلمات ۔

حالات اور واقعات کو کیون نہ تدہ کرتے ہین - مگر وہ اس قول کو دین اسلام کے مقاصد کے موافق بیان کرکے بچ گئے [1]

کوفہ کے عامل کو آپ لکھا کرتے تھے کہ اگر قبائل اعراب جھگڑا اور فساد کرین تو اون کو تلوار سے مارنا چاہیئے یہان تک کہ وہ توبہ کرین کیون کہ شیطان کی شرارت سے حضرت عمر کا یہ مضبوط و قوی اصول اور قول اگر اون کے جانشینون کو یاد رہا ہوتا تو وہ مصیبتین بہت کم پیدا ہوتین جو آخر پیدا ہو گئین -

افراد قوم اور قبائل سے اون کی عام واقفیت بھی ضرب المثل تھی مثلاً ایک دن عدی بن حاتم حضرت عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین نہین خیال کرتا ہون کہ آپ مجھے پہچانتے ہون حضرت عمر نے کہا کہ مین تجھے کیون کر نہ پہچانون کہ سب سے پہلا صدقہ جس سے رسول اللہ خوش ہوئے تھے وہ تمہارے قبیلہ کا تھا مین تجھے خوب پہچانتا ہون جب اورون نے کفر کیا تھا تو تو صادق الایمان رہا تھا - جب اور روگردان ہو گئے تھے تو تم نے موہنہ نہین پھیرا تھا جب اورون نے غدر کی تھی تو تم نے وفا کی تھی [2]

القصہ اس قسم کے عجیب و غریب اسباب اور وسائل اور دستور اور اصول اور عمل اور طریق حضرت عمر کی خلافت کی کامیابی کے تھے اون سب کا شمار کرنا مشکل ہے کیون کہ درحقیقت ہر ایک واقعہ ایک خاص وسیلہ اور اصول کی مثال ہے لیکن اس باب کے خاتمہ پر ہم ایک عالم کے اقوال سے جو اس نے ابتدائی خلافت کی نسبت تحریر کیے ہین وہ حصہ لکھین گے جو حضرت عمر کی خلافت سے تعلق ہے اور جس مین اون کی خلافت کی کامیابی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے - وہ لکھتا ہے " لیکن حضرت عمر کی حکومت کے ساتھ جو ایک حقیقی بزرگ شخص (گریٹ مین) تھے محکوم اور مفتوح رعایا کی وہ بے خوابانہ جمہوری اور نگرانی شروع ہوئی جس کے سبب سے اسلامی ابتدائی گورنمنٹ ممتاز اور مخصوص ہے - ابتدائی خلفاء کے ماتحت مسلمانون کی جو پولٹیکل حالت تھی اس پر غور کرنے سے ایک ایسی جمہوری سلطنت

---

[1] انلس اوف خلافت - حاشیہ صفحہ ۱۳۹ [2] ازالتہ الخفا کلمات حضرت عمر -

دکھائی دیتی ہے جس پر ایک انتخابی سردار محدود اختیارات کے ساتھ حکومت کر رہا ہے امیر وقت کے اعلیٰ اختیارات انتظامی امور مثلاً پولیس کی ترتیب لشکر کے اہتمام۔ امور خارجہ کی انجام دہی اور مال واموال کی تقسیم اور خرچ وغیرہ تک محدود تھے لیکن وہ قانون مسلمہ کے خلاف کسی صورت مین عمل نہین کر سکتا تھا ....

"حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین ایک واقعہ ہوا جس سے اسلام مین تمام آدمیون کی کامل آزادی کی کیفیت ٹھیک طور پر معلوم ہوتی ہے (اس مقام پر جبالا کا واقعہ مفصل بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ اور اس کا فیصلہ ابو عبیدہ بن جراح کو لکھا گیا) ابو عبیدہ نے وہ نامہ اپنے لشکر کے روبرو پڑھا۔ اس قسم کی تحریرین اور اعلان ابتدائی خلافت کے زمانہ مین عام معلوم ہوتی ہین۔ کوئی شخص شہر مین یا لشکر مین امور ملک سے ناواقف نہین رہتا تھا ہر ایک جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد امیر المومنین جماعت کے روبرو اہم تقررات اور ہفتہ بھر کے واقعات بیان کر دیتے تھے عمال اپنے صوبون مین اون نظیرون اور مثالون کی پیروی کرتے تھے۔ کوئی شخص عوام الناس کی ان جماعتون سے خارج نہین سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانہ مین جمہوری سلطنت کی بہترین صورت رائج تھی امیر المومنین کے گرد کوئی الوہیت اور ربانیت کی باڑ نہین لگی ہوئی تھی وہ ملک کے انتظام کی نسبت اپنی رعایا کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ تھا۔ ابتدائی خلفا کی اپنی رعیت کی خیر خواہی اور خبر گیری مین کامل اور شدید مصروفیت اور اون کی زندگیون کی انتہا درجہ کی اور سخت سادگی اپنے آقا کی مثال کی کامل درجہ کی پیروی سے تھی۔ وہ پیغمبر صلعم کی طرح مسجد مین نماز گذارتے اور وعظ کرتے تھے اون کے گھرون مین غریب اور مظلوم بلا روک ٹوک داخل ہوتے تھے اور کم سے کم درجہ کے آدمی بھی اون سے اپنے حالات بیان کرنے سے محروم نہین ہوتے تھے بغیر پہرہ اور دربانون کے بغیر شان اور جلو کے وہ اپنی خصائل اور خصوصیات کی قوت سے لوگون کے دلون پر حکومت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب فتح یورو شلیم کے وقت شام کو سفر کیا تو صرف ایک غلام اون کی ہمراہی مین تھا .... قدرتی طور پر ایک نئی سلطنت کو جو بزور شمشیر حاصل کی گئی ہو دفعتاً مفتوحہ رعایا کے دلون مین گھر کر لینا مشکل ہے۔ لیکن ابتدائی مسلمانون نے

مفتوحہ اقوام کو اپنی نسبت انتہا درجہ کا اعتبار اور اعتماد اور باہمی تعلق اور الفت پیدا کرنے کے اسباب مہیا کیے تھے۔ ابوعبیدہ جیسے نرم دل اور معتدل طبیعت کے شخصون کی سرداری مین جو خالد جیسے سپاہیون کی تندی اور شدت کو روکے رکھتے تھے انھون نے اپنی رعایا کو پورے درجے کے ملکی حقوق دیے اور اون کی حفاظت کی۔ انھون نے تمام اقوام مفتوحہ کو پوری مذہبی آزادی بخشی۔ اون کے اطوار اور برتاؤ اِس زمانہ کی مہذب گورنمنٹون کے واسطے ملکی اور مذہبی آزادی کے امور مین قابل تقلید نظیرین اور امثال ہو سکتے ہین۔ ...... وہ کسی مفید ملکی آئین یا رفاہ عام کے کام مین جو ممالک مفتوحہ مین موجود تھے اور جن سے اون کے مذہب مین کوئی خلل نہین پیدا ہوتا تھا دخل دینے سے باز رہنے کی عقل اور دانشمندی رکھتے تھے۔

"حضرت عمرؓ نے جو رعایا کی زراعتی سرسبزی اور دولت کی ترقی کی تدبیرین کین اون سے اون کا اپنی رعایا کی بہتری اور بہبودی کا ہر وقت کا فکر اور اندیشہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے محصول اراضی ایک مساوی اور یکسان رہنے والے اور معتدل اصولون پر مقرر کیا گیا تھا سلطنت کے ہر ایک حصہ مین نہرین اور ندیان بنانے کا حکم دیا گیا۔ جاگیرداری اور زمینداری کی خدمت لینے کے جس بار نے کاشتکاران اراضی کو برباد کر دیا تھا وہ اوٹھا دیے گئے تھے اور کسان اور کاشتکار صدیون کی غلامی کی قید سے آزاد کر دیے گئے تھے۔ ایک قاتل کے ہاتھون سے اِن نامور شخص کی موت گورنمنٹ کے واسطے بلاشبہہ ایک سخت صدمہ تھا اون کی طبیعت سخت مگر منصف اون کے عملی فہم عام اور آدمیون کی واقفیت اور علم نے نہایت اعلیٰ درجہ پر اون کو بنی امیہ کے حریصانہ ارادون کو روکے رکھنے اور دبا دینے کے لائق بنا دیا تھا"۔

ساتوان باب

قرآن۔حدیث۔فقہ۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قول نہایت صحیح ہے کہ "آج جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے فاروق اعظمؓ کا احسان اوس کی گردن پر ہے" درحقیقت جامع قرآن ہونے اور قرآن مجید کے جمع کرنے کا سبب ہونے کا فخر حضرت عمرؓ کو حاصل ہے۔آن حضرت صلعم کے زمانہ حیات مین آیات قرآن جو نازل ہوتی تھین وہ اسی طرح جدا جدا پتھرون یا اونٹ کی ہڈیون یا کھجور کی چھال پر لکھ لی جاتی تھین اور وہ لکھی ہوئی آیتین نہایت حفاظت کے ساتھ صحابہ کے پاس محفوظ رہتی تھین۔اور آیتون کی ترتیب سورتون مین بھی آنحضرت صلعم کے سامنے ہو جاتی تھی اور تمام ترتیب پائی ہوئی سورتین صحابہ کے پاس رہتی تھین اور صحابہ اون کو یاد کر لیتے تھے اور تلاوت قرآن مجید کرتے تھے اور بہت سے صحابہ حافظ قرآن مجید تھے۔یہان تک کہ آن حضرت صلعم وفات پا گئے اور قرآن مجید اسی طرح جدا جدا آیتون اور سورتون مین لکھا ہوا اور حفاظ قرآن کی سپردگی مین رہ گیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ مین یمامہ کی لڑائی مین بہت سے اصحاب رسول اللہ شہید ہوئے جن مین حافظان قرآن مین سے بہت سے لوگ تھے۔حضرت عمرؓ کو اس واقعہ سے قرآن مجید کی نسبت خوف ہوا حضرت ابو بکر سے اونھون نے قرآن مجید کو یک جا جمع کرنے کی رائے دی۔پورا واقعہ اس کا ایک معتبر حدیث مین اس طرح بیان ہوا ہے زید بن ثابت (کاتب وحی) بیان کرتے ہین کہ مجھ کو حضرت ابو بکرؓ نے قتل یمامہ کے زمانہ مین بلا بھیجا۔عمرؓ بن خطاب بھی وہان موجود تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ عمرؓ مجھ سے کہتے ہین کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری کثرت سے قتل ہو گئے ہین اور مین ڈرتا ہون کہ اگر اور موقعون مین بھی قاری کثرت سے مقتول ہون تو قرآن بہت سا جاتا رہے گا اور میری یہ رائے ہے کہ تم قرآن کے

جمع کرنے کا حکم دو مین نے عمرؓ سے کہا کہ تم وہ کام کیون کر کرو گے جس کو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا۔ عمرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ عمدہ بات ہے عمرؓ اسی طرح مجھ سے اصرار کرتے رہے یہان تک کہ خدا نے میرا سینہ اس کے لیئے کھول دیا اور مین نے بھی اس کام مین وہ فائدہ دیکھا جو عمرؓ نے سوچا تھا زید کہتے ہین کہ ابوبکر نے کہا کہ تم جوان عاقل آدمی ہو۔ تم پر ہم بدگمانی نہین کر سکتے اور تم رسول اللہ صلعم کی وحی لکھا کرتے تھے پس قرآن کی جستجو کرکے اوس کو جمع کرو۔ سو خدا کی قسم اگر کسی پہاڑ کے ہٹا دینے کو کہتے تو مجھ پر اتنا گران نہ ہوتا جتنا کہ قرآن کے جمع کرنے کا حکم گران معلوم ہوا۔ الخ (بخاری) غرض زید بن ثابت نے انتہا درجہ کی سعی اور کوشش سے تحریری آیتون اور حافظون سے قرآن مجید کو جمع کیا اور اس بات کی کمال درجہ تک تحقیق ہوگئی کہ قرآن مجید مین سے کچھ نہین رہا جو جمع نہ کیا گیا ہو۔ خود خداے پاک ہی نے اوس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ یہ جمع ہوا ہوا قرآن حضرت ابوبکرؓ کے پاس اور حضرت عمرؓ کے زمانہ مین حضرت حفصہ کے پاس رہا۔ اس بات کا بیان کرنا کہ حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کی تدبیر سے کس درجہ کی دانشمندی اور احسان کا کام کیا ہے کسی مسلمان کی قدرت سے خارج ہے۔

اپنے زمانۂ خلافت مین حضرت عمرؓ حفاظ قرآن سے قرآن مجید سنتے تھے اور اون کے درست پڑھنے کی طرف سے اپنا اطمینان کرتے تھے۔ اور لوگون کو کہتے تھے کہ سوائے کسی عمدہ حافظ اور قاری کے کسی سے قرآن اخذ نہ کرین اور نماز فجر مین خود بہت لمبی قرأت پڑھتے تھے کہ لوگ قرآن سے واقف ہون قرآن کی تفسیر مین بھی اون کو پوری مہارت تھی اور آنحضرت صلعم کی احادیث سے تفسیر فرماتے تھے۔ جو لوگ قرآن مجید کے احکام کی تاویلین کرتے تھے یا اور کسی قسم کی نالائق حرکت کرتے تھے اُن کو ایسی سزا دیتے تھے کہ دوسری دفعہ اون کو ویسی حرکت نہین کرنے دیتی تھی۔ اِس قسم کے بہت سے واقعات ہین جن کو ہم بیان نہ کرین گے۔

احادیث کی نسبت حضرت عمر کا ایک ممتاز اصول جو دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ وُہ حدیثون کی کثرت روایت کو روکتے تھے خود اون سے پچاس سے زیادہ حدیثین مروی نہین ہین

جن مین سے بعض کا کافی ثبوت نہین ہے[1] جب کہ دوسرے صحابہ مثلاً ابوہریرہؓ سے ۵۳۷۴ حدیثین انس سے ۲۲۸۶۔ عبداللہ بن عباس سے ۱۶۶۰۔ جابر سے ۱۵۴۰۔ اور عبداللہ بن عمر سے ۲۶۳۰۔ اور دوسرے صحابہ سے بھی ایسی ہی کثرت سے حدیثین مروی ہین۔ اور حضرت عمرؓ سے ایسی قلیل تو اس کی وجہ یہ تو نہین ہوسکتی کہ وہ رسول اللہ کی احادیث سے کم واقف تھے کیونکہ اون سے بڑھکر آنحضرت کے اقوال و افعال کو کوئی کم جانتا تھا۔ بل کہ اس کی وجہ صاف یہ ہے کہ احادیث کی کثرت روایت کے وہ مخالف تھے حضرت ابوبکرؓ بھی اس خیال کی حکمت سے ناواقف نہین تھے کیونکہ اون سے صرف سترہ حدیثین مروی ہین[2] اور وہ بھی نہین معلوم کس ضرورت سے روایت پاگئین حضرت عمرؓ کی روایت حدیث کی مخالفت صرف اون کی قلت روایت ہی سے نہین ظاہر ہوتی بلکہ وہ علانیہ طور پر اس کی ممانعت کرتے تھے اور دانستہ حدیثون کی کثرت کو رد کیے تھے "صحابہ کو ہمیشہ حکم دیتے تھے کہ حدیثین کم بیان کرین[3]" اسی طرح ایک دفعہ انصار کے ایک گروہ کو کوفہ بھیجا قرظ بیان کرتے ہین کہ مین بھی اون کے ساتھ تھا۔ جاہ صرار تک جو مکہ کے راستہ مین ہے ساتھ آئے۔ وہان اپنے پاؤن کا غبار جھاڑنے لگے اور کہنے لگے کہ تم کوفہ جاؤگے جہان ایسے لوگون سے ملوگے جو بڑے شوق سے قرآن کی تلاوت کرتے ہین۔ وہ تمھاری آمد سن کر مشتاق ہون گے کہ رسول اللہ کے اصحاب آئے لیکن جب تم سے حدیثین سننی چاہین تو زیادہ حدیثین نہ بیان کرنا[4]

اسی طرح عراق کو صحابہ جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے خود اون کی مشایعت کی اور اون سے پوچھا کہ جانتے ہو مین کیون تمھارے ساتھ آرہا ہون لوگون نے کہا "تکرمۃ علینا" یعنی ہماری عزت افزائی کے لیئے فرمایا کہ ہان لیکن ایک اور مقصد ہے وہ یہ کہ جہان جارہے ہو وہان لوگ اکثر قرآن کی تلاوت کرتے ہین۔ اون کو حدیثون مین نہ پھنسا لینا اور رسول اللہ سے کم روایت کرنا چنانچہ جب یہ لوگ قرظ پہونچے تو لوگ یہ سن کر کہ صحابہ تشریف لائے ہین زیارت کو آئے اور حدیثون کی

---

[1] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۳۷ — [2] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۳۷ — [3] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۴۸ —

[4] ازالۃ الخفا صفحہ ۱۴۱ —

خواہش ظاہر کی ان لوگون نے اس بنا پر انکار کیا کہ حضرت عمرؓ نے منع کیا ہے[125] حضرت ابوہریرہ سے ابوسلمہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح حدیثین روایت کیا کرتے تھے بولے کہ نہین ورنہ عمرؓ درہ مارتے[126]

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک تو احادیث کی اشاعت کا یہی حال رہا۔ مگر اون کے بعد یہ مصلحت فراموش کر دی گئی اور احادیث کے ساتھ جو سلوک ہوا سو ہوا۔ بے شمار و بے حساب حدیثین وضع کی گئین اور مفسد اور فتنہ پرداز لوگون اور اہل بدعت کو احادیث کی آڑ مین شکار کھیلنے کا موقع مل گیا خلافت اور سلطنت کے جھگڑون مین وضع احادیث کی گنجائش اون کو ایک ایسا معاون ملا کہ آدھی فکر وہ فوج اور لشکر کے تیار کرنے کے واسطے کرتے تھے اور آدھی وضعی احادیث کے شایع کرنے مین غرض اس قدر وضعی اور غلط اور جھوٹی حدیثین پیدا ہو کر صحیح احادیث کے ساتھ شایع ہو گئین کہ اگر کوئی صحیح احادیث کو وضعی اور غلط احادیث سے علیحدہ کر لینے کی قدرت رکھتا اور علیحدہ کر کے دیکھتا تو صحیح اور غلط مین وہی نسبت معلوم کرتا جو ایک اور سو مین ہے کثرت احادیث نے مسلمانون کے درمیان اختلاف اور تفرقہ کے ایسے اسباب پیدا کر دئیے جو کسی دوسری سبب سے کم پیدا ہوئے ہون گے اور پھر ایسے کہ اون کا اٹھا دینا انسانی قدرت سے خارج ہے۔ اگر حضرت عمرؓ کے اوس خیال کی جو نہایت دور اندیشی اور عاقبت اندیشی پر مبنی تھا پابندی کی جاتی اور صرف ایسی ضروری احادیث جو تشریعی احکام کی نسبت بیان کرنی ضروری ہوتین بیان کی جاتین اور بلا خیال ضرورت یا عدم ضرورت کے احادیث کی روایت کے دریا نہ بہا دیئے جاتے اور اسلامی دنیا ایسے شرمناک وسائل کے استعمال کرنے کی بنامی نہ لیتی جیسی کہ وضعی احادیث کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بنانے کی تھی۔ تو مسلمانون کے درمیان اختلاف اور تفرقہ کے بہت کم اسباب پیدا ہوئے ہوتے۔

قرآن اور حدیث کے بعد حضرت عمرؓ کی فقہ کا ذکر آتا ہے اور بلاشبہہ فقہ مین اون کا رتبہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اسی قول کا مصداق ہے کہ "علی الاطلاق امت سے وہ بہت افقہ ہین"۔

---

[125] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۴۹۔

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین احکام کی قسمین نہین پیدا ہوئی تھین صحابہ جو کچھ آن حضرت صلعم کو کرتے دیکھتے تھے اوسی سے سیکھ لیتے تھے۔ نہ ارکان وآداب سے سوال کرتے تھے اور نہ فرض وواجب کی تفصیل وتدقیق کرتے تھے کسی غیر ضروری اور غیر موجود شے سے سوال نہین کرتے تھے ابن عباس کہتے ہین کہ "مین نے اصحاب رسول اللہ سے بہتر کسی قوم کو نہین دیکھا کہ رسول اللہ کی تمام زندگی مین تیرہ مسئلے پوچھے اور وہ سب قرآن مین موجود ہین" ابن عمرؓ کا قول تھا کہ جو چیزین نہون اون کا سوال نہین کرنا چاہیئے کیون کہ عمرؓ بن خطاب کو مین نے اوس پر لعنت کرتے سنا ہے جو ایسی چیز کو پوچھے جو موجود نہو[1] لیکن اصل یہ ہے کہ آن حضرت صلعم کے زمانہ مین اس قسم کی ضروریات ہی کم پیدا ہوئین آن حضرت کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اس کثرت سے نئے واقعات اور معاملات پیش آئے کہ اجتہاد اور استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا۔ اسی ضرورت نے صحابہ کو مجتہد اور فقیہ بھی کہلایا۔ مجتہدین صحابہ مین چار بزرگ بہت بڑے پایہ کے تھے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ۔ عبداللہ بن مسعود۔ اور عبداللہ بن عباسؓ[2] عمرو بن میمون کا قول ہے کہ علم کے دو ثلث حضرت عمرؓ لے گئے یہ قول ابراہیم نخعی نے سنا تو کہنے لگے کہ عمرؓ تو دسوین لے گئے اون کی فقہ کو باقی اصحاب کی فقہ سے وہ نسبت ہے جو اون کے مصحف کو اون کے مصحف سے ہے۔

ابن مسعود کا قول تھا کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلہ مین رکھا جاے اور زمین کے زندہ لوگون کا ایک پلہ مین تو حضرت عمرؓ کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ حذیفہ کا قول تھا کہ گویا لوگون کا علم کوٹ کوٹ کر حضرت عمرؓ کی گود مین بھر دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا کہ مین نے کسی کو اللہ کے کام مین حضرت کے سوا لوگون کی ملامت سے بے خوف نہ پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کہا کرتی تھین کہ تیزی فہم مین عمرؓ یکتا تھا۔ ابن مسعود کا قول ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو حضرت عمرؓ کا ضرور ذکر کرنا چاہیئے کیون کہ وہ کتاب اللہ کو ہم سے اچھا جانتے تھے اور خدا کے دین کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ شعبی[3] کا قول ہے کہ قضا اصحاب

[1] انصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب [2] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۹۰ [3] سیوطی۔

رسول اللہ مین سے چھ آدمیون مین تھی تین مدنیہ مین اور تین کوفہ مین - مدنیہ مین عمرؓ اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور کوفہ مین علی - عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ تھے مسروق کا قول ہے کہ اصحاب النبی سے بڑے عالم یہ شخص تھے عمرؓ بن خطاب - علی بن ابی طالب عبداللہ بن مسعود - ابی بن کعب - معاذ بن جبل زید بن ثابت - ابوموسیٰ اشعری [1] -

غرض حضرت عمرؓ مسائل فقہی کے اجتہاد اور استنباط مین باوجود احتیاط کے بہت بڑا درجہ رکھتے ہین اون کے مسائل اور اجتہاد کو عبداللہ بن عباس اور زید کے ساتھ جو ایک دوسرے سے اقتباس کرتے تھے مدنیہ مین ہونے کے سبب سے زیادہ شہرت اور اشاعت حاصل ہوئی حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ کے اجتہاد کی کوفہ مین رہنے کے سبب سے جہان علما سے سپاہی زیادہ تھے اس قدر اشاعت نہین ہوئی - عبداللہ بن مسعود مسائل اور احکام مین حضرت عمرؓ سے موافقت رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر اور لوگ ایک طرف جاوین اور عمرؓ دوسری طرف تو مین اون کی طرف جاؤن گا - زید بن ثابت بھی حضرت عمرؓ کے متبع تھے [2] -

فقہ کی دونون حیثیتون مین مسائل شریعت اور احکام تشریعی کی تخریج اور احکام قانونی کے واسطے حضرت عمرؓ کا علم اور قابلیت نہایت ہی شایان اور اعلیٰ درجہ کا تھا - حضرت عمر نے مسائل تشریعی اور غیر تشریعی کے لحاظ سے بعض مسائل مین خاص اجتہاد کیا یا آنحضرت صلعم کے احکام کے منشا کو سب سے بہتر جاننے کے باعث بعض اوقات کوئی ضروری تغیر کیا متعۃ الحج اور متعۃ النکاح کو منع اور حرام کیا - امہات اولاد یعنی وہ لونڈیان جن سے اولاد ہو چکی ہو اون کے بیچنے کا رواج بالکل روک دیا - یہ احکام درحقیقت آن حضرت صلعم کے منشاء مبارک کے مطابق تھے -

اسی طرح بعض مسائل مین خاص ضرورتون اور فوائد کے لحاظ سے اجتہاد کیا - نماز تراویح کو جماعت مین پڑھنے کا حکم دیا - اور حکم دیا کہ تین طلاق طلاق بائن سمجھی جاوین گی - مے نوشی کی سزا اسی درہ مارنے تک بڑھادی - جزیہ کی شرحین مختلف مقرر کین - یہ مسائل تشریعی تھے اور تشریعی اور

[1] ازالۃ الخفا - [2] ازالۃ الخفا -

غیر تشریعی کا فرق اون سے بہتر کوئی نہین جان سکتا تھا۔ اِن چند مسائل کا جو ہم نے ذکر کیا ہے اون کی ضروریات اور فوائد مُتحقق تھے اور کوئی نقص اون کے رواج دینے سے عائد نہین ہوتا تھا۔ ہم بحث اور ثبوت کی طرف ہرگز متوجہ نہین ہونا چاہتے اور نہ اس سے زیادہ مسائل مذہبی مین گفت وگو کرنا چاہتے ہین۔ حضرت عمرؓ کی فقہ اور اجتہاد مختلف مسائل اور احکام کی نسبت کتابون مین منضبط موجود ہین اور اون کی نسبت بحثین بھی موجود ہین۔ اہل ضرورت اون کی طرف توجہ کرسکتا ہے ہم تو صرف اِس قدر دکھانا چاہتے تھے کہ جو ضروریات حضرت عمرؓ کو خلیفۃ الرسول اللہ ہونے کی صورت مین پیش آئین اون کے پورا کرنے کے واسطے وہ ہر ایک پہلو سے کس درجہ قابلیت رکھتے تھے۔

آٹھوان باب

اقوام اور مذہب غیر کے ساتھ سلوک - جزیہ - اور کتب خانہ سکندریہ

جیسے کہ اسلام بنی نوع انسان کے واسطے رحمت تھا اسی طرح خلافت اسلامی کے اصول دنیا کے واسطے رحمت تھے - اس قول کو ہم اس باب مین ثابت کرین گے -

یون تو ہر ایک سلطنت کی رعایا کو سلطنت موجودہ کے ساتھ جبریہ یا رضامندانہ ایک گونہ تعلق ضرور ہوتا ہے لو رکسی غیر قوم کے ساتھ وہ صرف اوس کے غیر قوم ہونے کی وحشت اور نفرت کے سبب سے مقابلہ کرتی ہے اور اوس کی مدافعت کی کوشش کرتی ہے - اسی طرح کسریٰ اور قیصر کی رعایا نے اپنے پادشاہون کے حکم سے اور اپنی جان و مال کے خوف سے عربون کی جہالت اور وحشیانہ خصائل کے خیال سے جو ان کے درمیان مشہور تھین کم و بیش جنگ کی اور اون کو اپنے ملک مین دخل دینے کے مزاحم ہوئے گو وہ نہ جانتے تھے کہ درحقیقت وہ اوس خدا کی رحمت کا مقابلہ کر رہے ہین جو اون کو ظلم و تعدی سے نجات دینے کے واسطے خود خدا ہی نے بھیجی ہے - اپنے قدیم مذہبون کو چھوڑ کر وہ اسلام کو نہین قبول کرتے تھے اور جب تک اون کو اپنی اپنی سلطنت کی قوت اور طاقت پر بھروسہ تھا وہ جزیہ نہین قبول کرتے تھے اور تیسری شرط یعنی تلوار اوٹھانے کو اپنی بہادری اور شجاعت کے بھروسہ پر ترجیح دیتے تھے مگر جب وہ اپنی سلطنتون کی طرف سے مایوس ہوئے تو جزیہ پر وہ مسلمانون کی اطاعت قبول کرتے گئے - اگر ایک حصہ فتوحات اسلامی کا بزور شمشیر حاصل ہوا ہے تو تین حصے صلح اور جزیہ کے ساتھ حاصل ہوئی ہین -

ایرانیون اور اہل روما کی سلطنت مین محکوم اور مفتوح اور اون کی مطیع اور زیر فرمان رعایا پر

جو جبر او ظلم و تعدی اور لوٹ اور غارت گری ہوتی تھی اوس کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ "کوئی ملکی یا پولیٹکل حقوق اون کو حاصل نہ تھے۔ دولتمندون اور طاقتورون اور مقدس الاسم جماعتون کے ہاتھ مین وُہ بے زبان نوع کی طرح تھے جو اون کے جان و مال کے خود مختار مالک تھے۔ کمزور اور طاقت ور دولت مند اور غریب اعلیٰ اور ادنیٰ کے واسطے ایک ہی قانون نہین تھا۔ ایرانیون کی سلطنت مین مالکان زمیندار اور جاگیر دار یعنی دہقان اور مذہبی پیشوا تمام قوت اور رعب اور اثر اور ملک کی دولت کے مالک تھے۔ کاشتکار اور غریب رعایا اوس ناجائز اور بے ضبط اور بے ضابطہ اور غیر محدود خود مختاری کے تحت مین پیوند زمین ہو گئے تھے۔ اہل روما کی سلطنت کا حال اس سے بھی بدتر ہو گا عیسائی مذہب کے مقدس راہ نما اور پیشوا حکام اعلیٰ اور درباری اور قیصر کی برائیون کے بیشمار فرمانبردار عمال اور مشیر کار دولت اور قوت و رعب اور اثر کے خوش نصیب مالک تھے۔ رعایا انتہا درجہ کی بدبختی اور مصیبت مین گرفتار تھی۔ درحقیقت وحشیانہ سلطنتون مین جہان حقوق جاگیرداری اور مالکانہ خدمت لینے کا دستور قائم ہوا ہے رعایا کا بہت بڑا حصہ غلام بن گیا ہے۔

غلامی کاشتکارون کی عام حالت تھی۔ پہلے پہل مزارعانہ اور خانگی غلامی مین کچھ فرق نہین تھا دونون قسم کے غلام معہ اپنے کنبون اور اسباب اور مال و متاع کے زمیندار اور جاگیردار کا مال تھے جو اون سے اپنی بے روک مرضی اور خوشی کے موافق جیسے چاہے سلوک کر سکتا تھا۔ اوس کے بعد تغیر ہوا کہ مزارعانہ غلام اوس زمینداری اور جاگیر سے جس مین وہ رہتے تھے متعلق سمجھے جاتے تھے اور اوسی زمین کے ساتھ فروخت ہوتے تھے یا جاگیردار کی ذات خاص سے متعلق کر دیے جاتے تھے اور ایک مالک سے دوسرے مالک کے پاس بھیجے جا سکتے تھے۔ وہ اپنے مالک کو بغیر اوس کی اجازت کے نہین چھوڑ سکتے تھے۔ اگر وہ بھاگ جاتے یا اون کو کوئی چرا کر یا بہکا کر لے جاتا تو اون کی نسبت اسی طرح دعویٰ کیا جاتا تھا جیسے کہ مویشی یا مال اسباب کی نسبت کیا جاتا ہے اور وہ واپس لائے جاتے تھے۔ البتہ گذارہ کے واسطے اون کو چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی تردد کرنے کے لیے ملے ہوئے تھے مگر مالک کا اختیار ہوتا تھا کہ جب چاہے اراضی وغیرہ سے اون کو بے دخل کر دے۔

ایک مزارعانہ غلام کوئی جائداد نہین پیدا کرسکتا تھا لیکن اگر وہ خرید لیتا تھا تو مالک کو اختیار ہوتا تھا کہ اوس کو بیدخل کرکے خود اوس پر قبضہ کرلے —

مزارعانہ اور خانگی غلامی کا نشان گلے مین ایک لوہے کا حلقہ ڈالے رکھنا تھا۔ ان غلامون کے گروہون کے گروہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہانک کرلے جاتے تھے۔ سورون کی طرح اون کو خوراک دی جاتی تھی اور اون سے بدتر حال مین رکھے جاتے تھے۔ ہاتھ پاؤن بندھے ہوئے ہوتے تھے اور ایک بڑی زنجیر اون کے گلے کے پٹون مین سے نکال کر یک جا باندھ دیے جاتے تھے۔ انسانی گوشت کے تجار یعنی اون کا مالک ہاتھ مین ایک گانٹھ دار بھاری کوڑا لیے ہوئے اون کے پیچھے سوار ہوکر چلتا تھا اور اوس کوڑے سے اون درماندہ مفلوک الحال لوگون کی خبر لیتا تھا کوڑا جہان پڑتا تھا گوشت سے چمڑا اودھیڑ دیتا تھا۔ مرد اور عورتین اور بچے اس طرح پر پھٹے ہوئے چیتھڑون مین لپٹے ہوئے تھنون مین ناسور اور زخم پڑے ہوئے ننگے اور زخمی پاؤن کے ساتھ ملک مین پھرائے جاتے تھے۔ اگر اون مین سے کوئی درماندگی سے عاجز ہوکر رہ جاتا تھا یا گر پڑتا تھا تو اوس کو زمین پر لٹا کے اس قدر کوڑے مارے جاتے تھے کہ چمڑے کے اکھڑ جانے سے وہ مُردہ ہوجاتا تھا —

جو کاشتکار نام بنام آزاد کہلاتے تھے اون کا حال بھی مزارعانہ غلامون سے کچھ اچھا نہ تھا اگر وہ اپنی زمینون سے علیحدہ ہونا چاہتے تھے تو ایک بھاری رقم بطور جرمانہ کے جاگیردار کو دینی پڑتی تھی۔ اگر کوئی خرید کرنا چاہتے تھے تب بھی ایسا ہی جرمانہ دینا پڑتا تھا۔ بطور وراثت اون کو کوئی جائداد نہین مل سکتی تھی جب تک ایک بھاری محصول نہ ادا کرین۔ اپنے مالک کو حصہ دئیے بغیر نہ وہ غلہ پیس سکتے تھے اور نہ روٹی بنا سکتے تھے۔ جب تک کہ دسوان حصہ گرجا کو بیسوان بادشاہ کو اور اور چھوٹے حصہ درباریون کو نہ دے دین وہ فصل کاٹنے نہین پاتے تھے۔ وہ مالک کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہین جا سکتے تھے اور ہر وقت بلا معاوضہ خدمت کرنے کے واسطے مجبور تھے اگر مالک کے لڑکے یا لڑکی کا بیاہ ہوتا تھا تو اون کو ضروری طور پر خوشی سے معقول رقمین پیش کرنی ہوتی تھین —

لیکن جب مزارع کی لڑکی کی شادی ہوتی تو پہلے اوس کو جاگیردار کی بدکاری کی اطاعت کرنی پڑتی تھی یہان تک کہ اگر کوئی پادری حضرت مسیحؑ کا نائب جاگیردار ہوتا تھا تو وہ بھی بدکاری کے اس وحشیانہ حق کو حاصل کرنے سے دریغ نہین کرتا تھا۔ بدبخت لوگ ایسے عظیم ظلمون اور بدکاریون کا شکار رہتے تھے۔ لیکن جاگیردار اپنی محلسرا ے مین اور پادری اپنے محل مین اور خدام مذہب اپنے مسکنون مین عوام الناس کی مصیبتون کی بہت کم پروا کرتے تھے۔ زبردست کی مرضی ہی قانون اور انصاف تھا۔ مظلوم لوگ جو پیوند خاک ہوگئے تھے گرجا بھی اون کی مدد نہین کرتا تھا۔ بلکہ اوس کی تعلیم ان وحشیانہ ظلمون سے اون عاجزون کو بچانے کے خلاف تھی۔ کیونکہ پہلے پادریون نے عمال کی خلاف ورزی کرنے کو ایک بہت بڑا گناہ قرار دیا تھا۔ غرض حضرت مسیح کے خادمون نے بھی ان ظالمون اور زبردستون اور دولت مندون کے ساتھ جن کو حضرت مسیح نے رد کیا تھا شرکت اور واحد معاملگی کرلی تھی۔ انھون نے خود جاگیرداری اور مالکانہ خدمت لینے کے طریق اختیار کیے تھے اور جاگیردارون اور امیرون اور شاہزادون کی طرح تمام حقوق رکھتے تھے اور اون کی مانند بسر کرتے تھے۔

غیر عیسائیون۔ یہودیون۔ یابت پرستون کا حال تو عیسائیون کے ماتحت ناگفتہ بہ ہے اون کا قتل اور خون ریزی اور غلامی کوئی قابل خیال بات نہ تھی اون کے حقوق کا کیا ذکر یہی اون پر بڑا احسان تھا کہ اون کو زندہ رہنے دیے جاتا تھا۔ اگر کوئی عیسائی اون سے رشتہ کرلیتا تو وہ زندہ جلادیا جاتا تھا۔ یہودی نہ تو عیسائیون کے برابر بیٹھ سکتے تھے نہ کھاپی سکتے تھے اور نہ اون کی مانند لباس پہن سکتے تھے۔ اون کے بچے اون سے چھین لینا اور مال و اسباب لوٹ لینا جاگیردار اور لوگون کے نزدیک جائز تھا[1]

غرض یہ تاریکی اور اندھیر اور ظلم اور تباہی دنیا پر چھائی ہوئی تھی جب کہ دنیا کے اوس سب سے بڑے نجات دہندہ نے نجات کی کرنا پھونکی اور نوع انسان کی عملی مساوات کو دنیا مین مشتہر کیا ذات

[1] یہ حالات آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب کی کتاب سپرٹ اوف اسلام سے لیئے گئے ہین۔

اور رتبہ کے ناجائز حقوق کو باطل کر دیا اور ظلم اور غلامی کی زنجیرین ٹوٹ کر گر پڑین اسلام نے جس برادری اور مساوات کی تعلیم کی ہے اور اقوام غیر اور غیر المذہب کے ساتھ رحم اور نیکی برتنے اور اون کو ہر حال مین مذہبی اور آزادی بخشنے کی ہدایت کی ہے وہ ایک منصف نگاہ سے دیکھنے والے کو اسلام کی تعلیم کے اصول کے مانند دکھائی دے گی - ہمارے زمانہ کے علما کی عمدہ تصانیف اس مضمون پر موجود ہین - اس لیے ہم اوس کے بیان کرنے کے لیے نہین ٹھہرین گے -

آنحضرت صلعم کے زمانہ کے محاربات کی نسبت آفتاب سے بھی زیادہ روشن طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ تمام محاربات حفاظت خود اختیاری اور حفاظت دین اور دفع شر اور ضرر کے واسطے تھے (دیکھو تفسیر القرآن جلد چہارم تصنیف سر سید احمد خان صاحب) خلافت ابتدائی یعنی زمانہ حضرت ابوبکر کی لڑائیان تو اوس آتشین بغاوت اور فساد کے رفع کرنے کی غرض سے تھین جو عرب مین پھیل گئے تھے اور اونھین کا سلسلہ مشرق مین مغرب کی مانند دعوت اسلام کے مقاصد کے ساتھ ساتھ فوج کشی اور ملک گیری تک پہونچ گیا ملک گیری کی غرض سے فوج کشی کرنا اسلام کی کسی تعلیم یا ہدایت یا حکم کا نتیجہ نہ تھا عرب کی اقوام کی باہمی لڑائیون اور دشمنون کا اسلام نے خاتمہ کر دیا تھا اور ایک ربانی کرشمہ نے اون کو ایک برادری اور اخوت کے رشتہ مین باندھکر ایک ایسی روح اور تازہ جوش اون مین پیدا کر دیا تھا جو اون کو نچلا اور خاموش نہین بیٹھنے دینے والا تھا - اسلام کو دنیا مین شایع کرنے کی خواہش نے اون کو اور اُبھارا اور اپنی حدود سے اونھون نے قدم باہر نکالے - اور غیر اقوام کے ساتھ ایسے تعلقات مین پھنس گئے کہ پھر اپنے قدمون اور ارادون کو پھیر لینے پر گویا وہ قادر ہی نہین رہے تھے اور اس کا نتیجہ اون کی عظیم الشان فتوحات تھین -

ملک گیری اور فوج کشی گو اسلام کی اغراض اور مقاصد سے جدا تھی اور اسلام نے کوئی تعلیم اوس کی نسبت نہین کی تھی مگر تمام گذشتہ اور موجودہ دنیا کے واقعات سے وہ فطرت انسانی سے خارج کوئی امر نہین معلوم ہوتا - اور ہم کو کوئی موقع دنیا مین ایسا نہین دکھائی دیتا جو اس کی مخالفت مین کھلا ہو - حضرت مسیح کی تعلیم کو مستثنی کرنے کی ضرورت اوس وقت ہوتی اگر انیس صدیون کے

عیسائی اپنے عملون سے اوسے خلاف فطرت انسانی ثابت نہ کردیتے۔ تہذیب اور شایستگی نے ملک گیری اور فوج کشی کے واسطے جو بہانے تجویز کیے ہین اوس سے بہتر وجوہات مسلمانون کے پاس جو دنیا کو کفر اور ظلم کی ناپاکی سے پاک کرنا اور مظلومون اور مصیبت زدگان کو نجات دنیا اور خدا کی مخلوق کو عیسائیون اور بادشاہون کے خون آلود پاؤن سے اوٹھا کر کھڑا کرنا چاہتے تھے موجود تھین اون کا سلوک اور برتاؤ جو انھون نے اقوام غیر اور غیر المذہب کے ساتھ کیا اور جس ذلت اور تباہی اور غلامی کی حالت سے اوٹھا کر اون کو آرام اور امن اور آزادی اور آسودگی اور فراغت کی حالت تک پہونچا دیا وہ بیان کرنے کے لائق ہے۔

مسلمان اگرچہ اپنے گھر سے نکل کر اقوام غیر کے قریب پہونچے اور ایک نئے قسم کے تعلقات کا سلسلہ اون سے چھیڑا مگر جنگ اور خونریزی سے بچنے کے واسطے وہ اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی ایسی دو شرائط پیش کرتے تھے جو اپنے ساتھ مساوی المرتبہ اور تمام حقوق مین شریک قرار دینے یا ظلم اور جبر سے رہائی اور امن و آسائش کی ذمہ داری کا عہد اور اقرار تھے۔ تیسری شرط لڑائی کی تھی جو دونون طرفون کے واسطے یکسان خطرناک اور ڈرانے والی تھی مسلمانون کے پاس اپنی جانون کی کوئی ضمانت موجود نہین تھی۔ وہ خطرے مین پڑتے تھے اور خطرے مین ڈالتے تھے۔ جیسا کہ ہمیشہ انسان نے کیا ہے۔ مگر ان لڑائیون کا نتیجہ بھی اون نادان مفتوح اقوام کے واسطے ہی جو اپنے نجات دہندون کے ساتھ جنگ کرنے کو آمادہ تھے اچھا ہوتا تھا۔ ان کے بدلہ مین اون کو امن اور آزادی دی جاتی تھی۔ ایک عالم کا قول ہے کہ "قادسیہ کی لڑائی جس نے ایران کو مسلمانون کے حوالہ کر دیا مظلوم رعایا ایران کی نجات کا ایک نشان تھا جیسا کہ یرموک اور اجنادین کی لڑائیان اہل شام اور یونانیون اور مصریون کے واسطے تھین۔ یہودی جو وقتاً فوقتاً زردشتیون کے قتل اور خون ریزی کا شکار رہتے تھے اور کہین جا کر بھی اون کا پیچھا نہین چھٹتا تھا پیغمبر صلعم کی برکت سے آزادی کی ہوا کھانے لگے جن کے دین کا بڑا سبق نوع انسان کی اخوت اور برادری تھی۔ لوگ ہر جگہ مسلمانون کو بطور اپنے نجات دہندون اور آزاد کنندون کے قبول کرتے تھے۔ جہان کہین

اون کا مقابلہ کیا گیا یہ مقدس پادریون اور امرا کی جماعت نے کیا۔ عوام الناس اور پیشہ ور رعایا نے جو زردشتیون کے ہاتھون سے مصیبت اور تباہی مین تھے عموماً اپنے فاتحین سے رضامند اور خوشی سے مطیع ہو گئے اوس دائمی صداقت کا ایک سادہ اقرار اون کو اپنے مسلمان نجات دہندون کے ہمرتبہ اور اون کے برابر بنا دیتا تھا"۔[۱]

جنگ کی حالت مین بھی جو رعایت اور ہر طرح کی آزادی مخالفین کو دی جاتی تھی وہ ہمیشہ ضرب المثل ہو گی لشکر اور سرداران لشکر کو فوج کشی کے وقت رحم اور سلوک اور نرمی کے احکام دیے جاتے تھے اور اس قسم کے احکام کی نسبت حضرت عمرؓ نہایت تاکید کرتے تھے۔ کہ

(۱) کوئی عورت اور لڑکا اور بڈھا اور ضعیف نہ مارا جاے (۲) کسی کا ناک کان نہ کاٹا جائے (۳) عبادت کرنے والے گوشہ نشین قتل نہ کیے جاوین اور اون کے عبادت خانہ نہ کھودے جاوین (۴) کوئی درخت پھلدار نہ کاٹا جاے کوئی کھیت نہ جلایا جاے۔ (۵) کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کی جائے۔ (۶) کسی جانور بکری اونٹ وغیرہ کی کونچین نہ کاٹی جائین۔ (۷) صلاح و مشورہ کے بغیر اون کے کسی امر کا فیصلہ نہ کیا جاے۔ (۸) ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کا طریقہ برتا جاے کسی پر ظلم اور جبر نہو۔ (۹) جو عہد و پیمان غیر مذہب والون سے کیا جائے اوس مین بے وفائی نہ کی جاے اور وہ ٹھیک ٹھیک وفا کیا جائے (۱۰) جو لوگ اطاعت قبول کرین اور جزیہ دین اون کی جان و مال مسلمانون کی جان و مال کے برابر سمجھی جاے اور تمام معاملات مین اون کے احکام مثل مسلمانون کے تصور کیے جائین (۱۱) جب تک اسلام کے قبول کرنے کی دعوت نہ کی گئی ہو دفعتاً لڑنا نہ چاہیے[۲] غرض اس قسم کے احکام اور ہدایتین جاری ہوتی تھین اور حضرت عمرؓ اپنی تیز پر انصاف نگاہون اور معمولی سرگرمی سے اون کی نگرانی کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ خالد سے کیون ناراض تھے۔ ایک بڑا سبب اِس کا مغلوب مخالف سے خالد کا سختی سے برتاو کرنا اور اس قسم کی ہدایات کی پوری تعمیل نہ کرنا تھا۔ کیا خالد کی بہادری مسلمانون ہی کا

---

[۱] سپرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۰۴ — [۲] تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۳۰ —

کام نہین کر رہی تھی اور مسلمانون کے واسطے ملک فتح نہین کر رہی تھی۔ مگر حضرت عمرؓ کسی بہادری اور نفع کی انصاف اور اپنے اسلامی اصولون کے روبرو کچھ پروا نہین کرنے والے تھے اور اسی سبب سے خالد سے ناراض رہے اور آخر واپس بلا لیا۔

کسی زمانہ مین اس امر سے انکار نہین ہوسکا کہ نئے مفتوحہ ممالک مین کسی قانون اور آئین کا دفعتاً فتوحات کے ساتھ ساتھ رائج کرنا اور تعمیل کرانا ناممکن ہے اور اون ابتدائی قوانین مین سختی اور سخت گیری کو روا جائز مانا گیا ہے۔ کم سے کم فاتحین نے اپنی قوم کے ساتھ رعایت ملحوظ رکھی ہے اور اون کی بے عنوانیون اور جبریہ کارروائیون پر توجہ کرنے سے چشم پوشی کی ہے حتیٰ کہ امن اور اطاعت کے زمانہ مین بھی ہم مہذب حکمران اقوام کو اپنی قوم کے ساتھ رعایت کرتے دیکھتے ہین جس سے نہایت درست طور پر ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ فاتحین اور مفتوحین کے واسطے ایک ہی قوانین نہین ہین۔ ہندوستان مین بعض اوقات رعایا مین کے اون بدقسمت مقتولین کی فہرستین تیار کی گئی ہین جو فاتحین کے مغرور اور بے تمیز ہاتھون سے مارے گئے ہین اور قاتلون کو بری کردینے کے واسطے ایک ادنیٰ سے عذر اور بہانہ کو کافی سمجھا گیا ہے۔ گو کوئی خودغرضانہ دانشمندی کی مصلحت اس کی دلیل ہو مگر انصاف کے روبرو مصلحت ظلم کا ایک دوسرا نام ہے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت اس بات کا فخر کرسکتی ہے کہ جو کچھ مہذب اقوام کے برتاؤ کے آئینہ مین بھی مشکل اور ناممکن معلوم ہوا ہے وہ اون کا معمول اور روزمرہ تھا۔ ذمیون یعنی مطیع جزیہ دینے والی اقوام کے جان و مال کو مسلمانون کے جان و مال کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ لفظون مین نہین بلکہ عمل مین یہ واقعہ اس قسم کی ایک ہی مثال نہین ہے کہ شہر حیرہ مین ایک مسلمان نے ذمی کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس کے بدلہ حضرت عمرؓ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا اور دوسرون کی عبرت کے واسطے اس حکم کی علانیہ تعمیل کرائی[1]۔ حضرت عمرؓ کا عام اشتہار تھا کہ رعایا مین سے جس شخص کو اپنے عامل اور حاکم کی نسبت کوئی شکایت ہو وہ پیش کرے اور اوس پر انصاف کی پوری تعمیل کراتے تھے۔

---

[1] مضمون کتب خانہ سکندریہ مؤلفہ علامہ شبلی صفحہ ۳۹

جنگ کے قیدیون کی نسبت اون کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حضرت عمرؓ کا ایک دل پسند طریقہ تھا لیکن جب اون کے پکڑنے مین اصول معینہ سے تجاوز کیا گیا ہو تو بغیر فدیہ لینے کے وہ چھوڑ دیتے تھے چنانچہ جنوبی جزیرے سے مسلمانون کے لشکر نے بہت سے لوگ قید کر لیئے تھے اور پکڑ کر ساتھ لائے تھے مگر حضرت عمرؓ کے حکم سے وہ امن و امان کے ساتھ اپنے گھرون کو واپس بھیج دیئے گئے۔ اون کی تعداد دس ہزار سے کم نہین بیان کی گئی ہے[۱]۔

جنگ کے بعد یا بغیر جنگ کے جو معاہدات صلح کے مسلمانون اور غیر اقوام کے درمیان باہم ہوتے تھے اون مین ذمیون کے مساویانہ حقوق مین اون کی جان و مال۔ نقد اسباب مویشی مکانات سب کی حفاظت کی ذمہ داری کی شرط مقدم ہوتی تھی۔ اون کے دشمنون سے لڑنے اور اون کی حفاظت کرنے اور جس سے وہ صلح کرین اوس سے صلح کرتے اور اسی قسم کی شرائط کے مسلمان اپنے آپ کو پابند کرتے تھے۔ ذمیون سے جو عہد مسلمان لیتے تھے اُن مین اکثر مین تو صرف جزیہ دینے کی شرط ہوتی تھی بعض مین اس کے سوا دشمنون سے سازش نہ کرنے۔ مجرم کو پناہ نہ دینے اور راستے صاف کرنے اور بعض مین مسلمان مسافر کی تین روز تک مہمانی کرنے کی شرط ہوتی تھی[۲]۔ ان پانچ شرطون سے زیادہ کسی قسم کا عہد نہین لیا جاتا تھا۔ جزیہ کی بحث تو بعد مین ہوگی۔ باقی شرائط جو لی جاتی تھین کوئی نہین کہہ سکتا کہ اون مین کوئی ناواجب امر ہو یا معاہد کے لیئے اون کا پورا کرنا مشکل یا گران ہو۔ اور اخلاق اور ملک کے امن کی ضرورت کے سوا کوئی اور غرض اون سے مقصود ہو۔

سرداران لشکر اور صحاب وغیرہ جو معاہدہ صلح کا کسی جماعت یا قوم سے کر لیتے تھے وہ سب کے نزدیک جائز اور قابل تسلیم ہوتا تھا خواہ کسی درجہ اون مین رعایت روا رکھی گئی ہو اوس کے بدلنے کا کسی کو اختیار نہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ابو عبید سردار لشکر عراق نے نمارک کی لڑائی مین جابان ایرانی فوج کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا۔ مگر بلا شناخت دو آدمیون کے بدلہ مین رہا کر دیا تھی کو جب اوس کے رتبہ اور حال کی خبر ہوئی تو اوس نے اوس کو پکڑ لینا چاہا مگر ابو عبیدہ نے اس ارادہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ایک مسلمان کی

---

[۱] انلس اوف خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۱۸۱ [۲] ازالۃ الخفا سیاست۔

کی دی ہوئی صلح اور امن کو کوئی دوسرا توڑ نہین سکتا اور اب اوس کو مکرنا اور مارنا بیوفائی ہوگی تمنی نے بھی اس رائے سے اتفاق کر لیا اور جابان کو صحیح وسلامت جانے دیا[۵۱] لیکن اگر اوس مین کسی قسم کی سختی کی گئی ہو تو البتہ اوس کو مناسب شرائط سے بدل دیا جاتا تھا سرداران لشکر بجائے خود رحم اور انصاف کے نائب تھے دمشق اور مصر اگرچہ بزور شمشیر فتح کیا گیا لیکن کسی کو بعد جنگ کے قید و قتل نہین کیا گیا جزیہ لینے کی شرائط پر ذمی قرار دے کر چھوڑ دیا گیا۔ اور جو اقرار اون کی رضامندی سے ہو گیا اوس کی پوری پابندی کی کسی کے مذہب اور مذہبی آزادی سے ہرگز ہرگز تعرض نہین کیا گیا سر ولیم میو مقر ہین کہ "عموماً لوگ اپنے مذہب پر رہے اون کے عبادتخانون کی حفاظت اور عبادت کی تعظیم و عزت کی گئی"

حضرت عمرؓ کے یورشلیم کے ساتھ شرائط صلح مقرر کرنے اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے جانے کے واقعہ مین ایک عجیب و غریب عہد نامہ واقدی اور بلاذری کی پیروی کرنے والے انگریزی مورخون نے نقل کیا ہے۔ اور بیت المقدس کے بعض مورخون نے اوس کو بیان کیا ہے حضرت عمرؓ نے جو معاہدہ اپنی طرف سے لکھ دیا تھا اوس کو انگریزی مورخ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اوس کے الفاظ یہ تھے کہ "عمر ابن الخطاب کی طرف سے باشندگان ایلیا کے ساتھ۔ کہ اون کی حفاظت کی جاوے گی اون کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ اون کے گرجے نہ گرائے جائین گے۔ اور نہ اون کے بغیر کوئی اور اون کو استعمال کرے گا[۵۲]" لیکن جو عہد نامہ عیسائیون کی طرف سے لکھا گیا ہے اوس کی عجیب و غریب شرائط بیان کی گئی ہین مثلاً یہ کہ عیسائی کوئی اور گرجا نہ بنائین گے مسلمانون کو گھر مین داخل ہونے دینے سے انکار نہ کرین گے۔ اپنی اولاد کو قرآن نہ پڑھائین گے اور مسلمانون کے مذہب کی نسبت گفت وگو نہ کرین گے۔ اپنے مذہب کی ترغیب نہ دین گے اور مسلمان ہونے سے منع نہ کرین گے۔ مسلمانون کی تعظیم کرین گے اور اُن کی مانند لباس نہ پہنین گے گھوڑے پر نہ چڑھین گے اور ہتھیار نہ باندھین گے وغیرہ وغیرہ۔ اس عجیب و غریب عہد نامہ کو کوئی معتبر مورخ بیان اور تسلیم نہین کرتا۔ انگریزی مورخون مین سے گبن کی خاموشی روایت کے کذب کی دلیل ہے اور سر ولیم میو

[۵۱] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۹ — [۵۳] تاریخ مسلمانان مولفہ گبن واوکلی صفحہ ۲۵۶ —
[۵۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ صفحہ ۱۳۹ —

تو علانیہ طور پر اوس سے انکار کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس کے بیان مین مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "یوروشلیم مین پہونچ کر خلیفہ نے بطریق اور اہل شہر سے بڑی مہربانی اور حلم اور تواضع سے ملاقات کی اور اون سب کو وہی حقوق عطا کیے جو بہت سے خوش قسمت شہرون کو دیے گئے تھے۔ باشندون پر ایک نہایت خفیف خراج (جزیہ) مقرر کیا اور اون کی تمام عبادت گاہون اور گرجاؤن پر اون کے قبضہ کو قبول اور تسلیم کیا۔ یوروشلیم مسلمانون کے نزدیک بے انتہا تعظیم اور تکریم کی جگہ تھی۔ نہ صرف اس سبب سے کہ دین موسوی اور عیسوی نے وہان پرورش پائی تھی بلکہ بسبب اسلام کا پہلا قبلہ ہونے کے جدھر مونہہ کرکے مسلمان نماز پڑھتے ہین اور نیز بسبب وہ مقام ہونے کے جو پیغمبرؐ نے معراج کی رات کو ملاحظہ کیا تھا[۵۱]"

اس کے بعد مورخ مذکور اوس آئین کی طرف اشارہ کرکے جو عیسائیون کی نسبت حضرت عمرؓ سے منسوب کی جاتی ہے لکھتا ہے کہ اوس بردبار متحمل اور آزادی بخش فرمانروائی کی طرف ان کا منسوب کرنا ایک قابل جوابدہی الزام ہوگا۔ غیر اقوام سے اس قسم کے شرائط لینے اور ایسے سلوک کی نسبت لکھتا ہے کہ "ابتدا مین فاتحین جو کچھ لیتے تھے وہ اس عام خراج (جزیہ) کے سوا سال مین کسی قدر روغن زیتون اور خوراک کی اور جیزین تھین اور مسلمان مسافر کو تین دن مہمان رکھنے کا عہد تھا۔"
اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ گھوڑے کی سواری کی ممانعت وغیرہ اوس زمانہ کے حکم ہین جب خلافت دمشق مین تبدیل ہوئی تھی۔ سر ولیم میور بلاذری کی ایسی روایات کی بھی تردید کرتا ہے جس مین حضرت عمرؓ سے اس قسم کی شرائط لینا منسوب کیا گیا ہے[۵۲]۔

بنی امیہ اور عباسیہ کے زمانہ کے مورخون کی اس قسم کی روایات کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یا تو انھون نے غیر المذہب اقوام سے اس قسم کی شرائط لیتے اور اون سے اس قسم کا سلوک ہوتے دیکھ کر اوس پر حضرت عمرؓ کے زمانہ کی شرائط کا قیاس کرلیا ہے یا اوس زمانہ کے خلفا نے ہی ان کو جائز قرار دینے کے واسطے اس قسم کی روایات خود پیدا کی ہین۔ بہرحال حضرت عمرؓ کی خلافت کسی اس قسم کا

---

۵۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۰۸۔ ۵۲ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۳۔

معاہدہ لکھوانے کے الزام سے پاک ہے اور عیسائی واقف مورخ بھی اس کے مقرہین صرف یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ قومی امتیازات کے قائم رہنے کے شائق تھے عربون کے واسطے وہ دھوپ کھانا اور موٹا کپڑا پہننا وغیرہ اون کی اصلی عادات کے قائم رکھنے کی ہدایت کرتے تھے اسی طرح دوسرے ممالک کے باشندون کی نسبت اُن کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنے لباس اور وضع اور طور کو ممیز رکھین اور مسلمانون سے اُون کی تفریق ہو۔ اور یہ خیال ایسا ہی تھا جیسا ہمارے موجودہ زمانہ کی انگریزی شایستہ سلطنت کا ہے اور ایسی ہی ایک سرسری خواہش تھی ۔

حضرت عمرؓ کا غیر اور غیر المذہب ذمی اقوام سے عام طور پر جو سلوک تھا وہ نہایت انصاف اور رحم اور شایستہ ترین اصولون پر مبنی تھا۔ اون کی آزادی اور دوسرے عام حقوق مسلمانون کے ساتھ مساوی درجہ کے تھے ۔

ایرانی امرا جب مسلمانون کی فوج کے ساتھ شامل ہو کر کام کرنے پر راضی ہوئے تو اون پر دیسا ہی اعتبار اور اعتماد کر لیا گیا اور خاص عزت اور رتبہ کے ساتھ اون کے نام دیوان مین درج کر کے اون کے وظائف مقرر کر دیے گئے ۔

حضرت عمرؓ کے منصفانہ برتاؤ کا ایک واقعہ اون کے سفر بیت المقدس کا مشہور ہے جس کو ہم سر ولیم میور کے الفاظ مین لکھتے ہین کہ "عیسائی مورخ بیان کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ سوفرونیس (بطریق) کے ساتھ شہر کے دیکھنے کے واسطے گئے جن کے اکثر مقامات دیکھے اور نہایت مہربانی اور شفقت سے تاریخی حالات دریافت کیے جب نماز کا وقت ہوا تو بطریق نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ وہ اوسی مقام پر جہان اوس وقت تھے نماز ادا کر لین۔ اُوس وقت وہ چرچ اوف ری سرکشن مین تھے مگر حضرت عمرؓ نے وہان یا چرچ اوف کانسٹنٹائن مین جہان اون کے واسطے ایک شطرنجی بچھا دی گئی تھی نماز پڑھنے سے انکار کیا اور یہ وجہ بیان کی کہ اگر مین نے اس مقام پر نماز ادا کی تو مسلمان عیسائیون کو اون سے بے دخل کر دین گے اور اس دلیل سے کہ وہان ایک دفعہ نماز پڑھی جا چکی ہے اوس پر قبضہ کر لین گے

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۵۲ -

بھلم کو بھی حضرت عمرؓ نے دیکھا اور وہان چرچ اوف نیٹوٹی مین نماز گذاری لیکن بطریق کو جو اس مقدس مقام مین اون کے ساتھ تھا ایک نوشت اس مضمون کی لکھ کر دیدی کہ عیسائی ہمیشہ اوس عمارت کے مالک رہین گے مسلمانون کو اوس مین جانے کی اجازت ہو گی مگر ایک وقت مین ایک سے زیادہ مسلمان اوس مین داخل نہ ہو گا۔ لیکن اس نوشت کی بعد زمانہ مین پروانہ کرکے وہان اور چرچ اوف کانسٹنٹائین کی ڈیوڑھی مین مسجدین بنالی گیئن[۵۱]۔ اس مشہور واقعہ کے جزئیات حالات مین اختلاف ہے اور ممکن ہے کہ کوئی ایک جزو اس بیان کا صحیح نہ ہو مگر حضرت عمرؓ کی انصاف پسندی کی ایک بے نظیر مثال ہے دوسرے سفر شام مین حضرت عمرؓ کے عیسائیون کے ساتھ محبت اور شفقت اور بے تکلفی سے پیش آنے کے سر ولیم مقر ہین[۵۲]۔ اس قسم کے اور واقعات کا جمع کرنا طوالت کا باعث ہو گا۔ اون کے عامل بھی اون کے ان اصولون کی پیروی کرنے مین اون سے پیچھے نہین تھے عمیر بن سعد انصاری حمص کی عمالی کو چھوڑ کر تمام عمر اس بات پر متاسف رہے کہ اون کے مونہہ سے ایک دن ایک ذمی کی نسبت نکل گیا تھا کہ "اللہ تجھے خوار کرے"۔ اس سے زیادہ حق شناسی کی دنیا کس سے امید کر سکتی ہے۔

ان غیر اقوام کی خبر گیری کرنے اور اون کے محتاجون اور مفلسون کی مدد کرنے مین حضرت عمرؓ مسلمانون کی نسبت کچھ کم توجہ نہین کرتے تھے قحط کے زمانہ مین اون کی خبر گیری بھی ویسی ہی کرتے تھے۔ اور صدقہ کی رقم جو خاص مسلمانون سے وصول کی جاتی تھی اوس مین ذمی رعایا برابر کی شریک تھی حضرت عمرؓ نے بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا تھا کہ خدا کے اس قول مین انما الصدقات للفقراء والمساکین (صدقات فقیرون اور مسکینون کے لیئے ہین) مسکینون سے عیسائی اور یہودی مراد ہین[۵۳]۔ سفر بیت المقدس مین" حضرت عمرؓ نے عیسائی جزامیون کے واسطے جو جابیا کے قریب آباد تھے عشر مین سے ایک حصہ مقرر کر دیا اور یہ خالص خیراتانہ عطیہ تھا[۵۴]"۔ مذہبی فقرا اور مساکین غیر مذہب کو معافیات وغیرہ عطا کرنے کے واقعات بھی بیان ہوی ہین۔ ایک یہودی کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ

---

۵۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۰ ۵۲ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۳۶ ۵۳ الجزیہ داز الۃ الخفا۔

۵۴ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۲۔

حضرت عمرؓ نے ایک دن راستہ مین جاتے ہوے ایک بوڑھے نابینا شخص کو سوال کرتے ہوے دیکھا کھڑے ہوکر اوس کا حال پوچھنے لگے معلوم ہوا کہ محتاج یہودی ہے اور اوس کے سوال کرنے کا باعث جزیہ اور محتاجی اور بوڑھاپا ہے حضرت عمرؓ نے اوس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے گھر لائے اور رفع حاجت کے واسطے اوس کو کچھ دیا اور پھر بیت المال کے داروغہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ "اس کو اور اس جیسے اور جتنے ہون اون کو دیکھ کر جدا کر خدا کی قسم ہم نے انصاف نہین کیا کہ اوس کی جوانی کی کمائی کھائی اور بوڑھاپے مین اوسے تنگ کرین۔ اس کو اور اس جیسے جتنے ہون سب کو جزیہ معاف کیا جائے"۔ غرض اس قسم کے واقعات سے حضرت عمرؓ کے رحم اور انصاف کا جو وہ غیر مذہب لوگون سے برتتے تھے قیاس کیا جا سکتا ہے ۔

اقوام مفتوحہ کے مذہب اور مذہبی آزادی سے کبھی تعرض نہین کیا گیا۔ بنی عیادہ کو گو شام سے بغاوت کے خوف سے جزیرہ مین واپس بھجوا دیا گیا اور "خلیفہ کے ساتھ اون کے تعلقات بدستور قائم ہوگئے گروہ اپنے مذہب عیسوی پر قائم رہے"[1] بنو تغلب کا واقعہ حضرت عمرؓ کے اس قسم کے سلوک کی ایک عمدہ مثال ہے ولید ابن عقبہ کے ہاتھون پر اونھون نے اطاعت قبول کی تھی جس نے اس مشہور اور بزرگ قبیلہ کے اسلام اختیار کرنے کے خیال سے اون سے سختی کا برتاؤ کرنا شروع کیا تاکہ اپنے پہلے دین کو ترک کردین حضرت عمرؓ اس حال کو سن کر نہایت ناراض ہوے اور ولید کو لکھا کہ اون کو اپنے مذہب پر قائم رہنے دے اور مت چھیڑ۔ صرف جزیرۂ عرب مین کوئی مشرک نہ رہنا چاہیے۔ اسی قصور پر حضرت عمرؓ نے ولید کو معزول کر دیا اور صرف جزیہ لینے کا حکم دیا۔ بنو تغلب نے اس پر حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ وہ جزیہ دینا اپنے واسطے ہتک سمجھتے ہین اور اون سے اوس محصول کے نام سے جو مسلمانون سے لیا جاتا ہے اگر ٹیکس لیا جائے تو بہت خوشی سے ادا کرین گے حضرت عمرؓ نے اپنی آزادانہ طبیعت سے اسے بھی منظور کر لیا اور اون سے عشر لینا قبول کیا[2]۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کی نسبت جو ایک یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اون کے عہد مین نو سو کنیسا خراب ہوئے۔ اس سے یہ دھوکا کبھی نہ کھانا چاہیے

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۰ ۔ [2] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۸ ۔

کہ جبراً کسی غیر مذہب کا کوئی معبد خراب کیا گیا یا گرایا گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کے شایع ہونے اور غیر مذہب لوگون کے مسلمان ہونے سے اتنے معبد بیکار ہو گئے۔

زمین کی کاشت اور زراعت کی ترقی اور آبادی جو ملک کی ترقی اور دولت مندی اور رعایا کی آسودگی اور فراغت کا سب سے بڑا اور اصلی ذریعہ ہے حضرت عمرؓ نے اوس کے واسطے کوشش کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا۔ ہم بیان کر آئے ہین کہ فتوحات اور فوج کشی کو روک روک ممالک مفتوحہ مین نہرین کھودنے اور زمینون کے سیراب کرنے کے وسائل کو ترقی دینے کا حکم دیتے تھے۔ نہرین جال کی طرح ملک مین پھیلا دی گئین۔ نیز حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ جو کاشتکار اپنی اپنی زمینین چھوڑ کر بھاگ گئے ہین اون کو واپس بلایا جائے۔ اون کو ذمی قرار دے کر زمینین اون کے قبضہ مین دی جاوین اور ایک معتدل محصول لیا جائے[۱]۔ اور ایک عام اشتہار دیا جو شخص بنجر زمین کو مزروعہ کرے اور اوس کو آباد کرے وہ اوسی کو دیدی جائے گی[۵]۔ غرض اس طرح کاشتکارون کو امن اور آسایش اور اطمینان اور خود مختارانہ قبضہ نصیب ہونے سے ملک آباد ہو گیا۔ اور کاشتکار غلامی کی مصیبتون سے چھوٹ کر آسودہ اور فارغ البال ہو گئے۔

مزارعین کو امن اور اطمینان حاصل ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے اہل عرب کو زمینداری اور کاشت کاری کا کام اختیار کرنے سے قطعی ممانعت کردی تھی مصر مین شام مین عراق مین مسلمانون نے بہت چاہا کہ اون کو زمینین دی جائین مگر حضرت عمرؓ نے نہ مانا نہ مانا۔ اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزائین دین جس سے آیندہ کسی کو اس قسم کا ارادہ کرنے کی جرأت نہ رہی۔ اس قسم کی درخواستین اور حضرت عمرؓ کا انکار کتب تاریخ مین اکثر مذکور ہین۔ انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ "سواد یا کالدیہ کا زرخیز میدانی ملک جو باستثناے چند بزور شمشیر فتح کیا گیا تھا عرب کی فوج نے بطور انعام جنگ اوس کا دعوی کیا حضرت عمرؓ کا انصاف اور حق رسانی اس درخواست کے منظور نہ کرنے مین نہایت ممتاز ہے"۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ "دعویدارون کی ناراضی کے باوجود صرف اراضی ضبط شدہ ہی غیر منقسم نہین رکھی گئی بلکہ صحراے شام کے کنارون سے ایران کے

---

[۱] الفاروق خلافت صفحہ ۲۹۴ [۵] تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۳۰۔

سلسلہ کو یہانتک کسی ایک قطعۂ اراضی کی فروخت مطلق طور پر منع کر دی گئی - اس طرح پر مزارعین کے واسطے دوگونہ حفاظت کا انتظام ہو گیا - جو کسی صورت اور کسی حال مین بھی اپنی زمینون سے بے دخل نہین کیے جا سکتے تھے نیز ملک نے اپنے اصلی مزارعین کے ہاتھ مین رہ کر پرورش اور ترقی پائی اور دولت مند اور خراج کا مستقل ذریعہ ہو گیا"[1] -

مصر کے حالات مین مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "زبیر نے عمرو بن العاص سے اصرار کیا کہ مصر کے ساتھ بہ زور شمشیر فتح کیے ہوے ملک کی مانند سلوک کیا جاے اور زمین کو اپنے ہمراہیون مین تقسیم کر دیا جاے لیکن عمرو بن العاص نے انکار کیا اور جیسا کہ امید کرنا چاہیے تھا حضرت عمرؓ نے اوس کے فیصلہ کی تائید اور تصدیق کی - اور یہ عاقلانہ جواب لکھا کہ "مصر کی زمین کو رعایا کے ہاتھ مین زراعت کی ترقی اور بار آوری کے واسطے رہنے دیا جائے جیسا کہ اور جگہ کیا تھا - حضرت عمرؓ عربون کو ایک ایکڑ زمین کا بھی مالک بننے کی بھی اجازت نہین دیتے تھے - یہانتک کہ عمرو بن العاص نے اپنے لیے مکان بنانے کو زمین چاہی اور حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور لکھا کہ مدینہ مین جو اوس کا مکان ہے وہ اوس کے واسطے کافی ہے - اس طرح پر مصر کی زمین اوس کے اصلی اور موروثی مالکون اور قابضون کے ہاتھ مین رہ کر حجاز کے واسطے ایک قیمتی ذخیرہ گاہ بن گیا جیسے کہ اگلے وقتون مین وہ اٹلی اور اہل روما کے واسطے ذخیرہ گاہ تھا"[2]

ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ "ملک شام کے فاتحین نے البتہ سخت اصرار کیا کہ وہان کی زمین اون کو بانٹ دی جاے - لیکن حضرت عمرؓ کی فیاض دلی کسی طرح اون کو فاتحین کی رائے پر مائل نہین ہونے دیتی تھی - بالآخر ایک نصی سند پر یہی فیصلہ ہوا کہ پہلے قابضین بے دخل نہ کیے جاوین - مصر مین بھی آپ نے تاکیدی فرمان بھیجا کہ اہل فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نہ کرنے پائین - اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کچھ زمین کاشت کی تو آپ نے اوس کو پکڑ بلایا اور نہایت سخت سزا دینی چاہی - لیکن اوس نے قطعی توبہ سے اپنا قصور معاف کرا لیا"[3] -

---

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۹۲ [2] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۴۴ [3] المامون حصۂ دوم صفحہ ۱۸ -

غرض غیر اقوام کے ساتھ جس فیاضی اور انصاف کا برتاؤ حضرت عمرؓ نے کیا اور جو خاص حقوق مسلمانون سے بھی زیادہ اور بڑھ کر اون کو عطا کیے وہ مہذب اقوام کی رعایانہ اور نکتہ چین نگاہون کو ہمیشہ نیچا رکھین گی۔ اس کے بعد زمین اور زمینداری کے متعلق اسلامی خوش قسمت رعایا ہونے کی حالت مین عشر اور خراج کا دینا تھا۔ جو یقیناً نہایت انصاف بلکہ رعایت کے اصولون پر مبنی تھا ہمارے مورخ نے خراج کے متعلق چند قواعد جو آنحضرت صلعم یا خلفا کے عہد مین مروج تھے مختصر طور پر بیان کیے ہین جو ہمارے دعوے کو بخوبی ثابت کردین گے کہ "جو زمین نہرون کے قدرتی پانی سے سیراب نہ ہوئی ہو یا جو زمین فوج کو تقسیم کر دی گئی ہو یا جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہون ان تینون حالتون مین وہ زمین عشری ہوگی یعنی اوس کی پیداوار سے صرف دسوان حصہ لیا جائے گا اور یہی اوس کا خراج سمجھا جاوے گا۔ ان تینون قسمون کے علاوہ جو زمین ہے وہ خراجی ہے۔ عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ مین ہو یا غیر قوم کے۔ اگر کوئی شخص عشری زمین پڑتی ڈال دے تو اوس سے کچھ نہین لیا جاوے گا۔ خراجی زمین مین ایسا نہین ہے لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈال کر دوسرے سال کاشت کرے تو ایک ہی سال کا خراج دینا ہوگا۔ جس زمین پر دکانین بنالی جائین وہ عموماً عشر و خراج سے معاف ہین۔ اگر کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو خراج معاف ہوجاوے گا۔ مذکورہ بالا قسمون مین سے دو پچھلی قسم کی عشری زمینین بہت کم تھین۔

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جن کو اسلام کی حمایت مین آجانے سے ذمی کا لقب ملا ہے قریب قریب یکسان متعلق ہین۔ خراجی زمین کسی کے قبضہ مین ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا عشری زمین بھی خواہ کسی کے قبضہ مین ہو اوس سے عشر ہی لیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے قوم نبط سے عشر ہی لیا تھا[1]" خراج کی شرحین جو باقاعدہ پیمائش کے لحاظ سے مقرر کیا گیا تھا ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہین وہ ہر ملک اور ہر زمانہ مین ہمارے دعوی کی دلیل مین پیش

[1] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۷۔ و ۱۸۔

کی جاسکتی ہین عشر اور خراج مین تو مسلمانون اور غیر مذہب والون مین کوئی تمیز نہ تھی لیکن اس کے سوا جزیہ ایک ایسا محصول تھا جو غیر مذہب والون سے خصوصیت رکھتا تھا۔ اس زمانہ کی غیر مذہب اقوام نے اس لفظ کو ایسا بھیانک اور ڈراونا بنا دیا ہے کہ اون کے مونھہ سے سن کر اوس کے مضمون سے کوئی خوش نہوگا وہ اس کو مسلمانون اور غیر مذہب والون کے درمیان ایک نہایت متعصبانہ اور نامناسب تفرقہ قائم کرنے کا ایک اصول بیان کرتے ہین اور ایسا جبر بیان کرتے ہین جس سے بچنے کے واسطے اسلام کا قبول کرنا بھی گوارا کیا جاتا تھا اور اس وجہ سے وہ جبراً مسلمان کرنے کا ایک قوی ذریعہ تھا۔ لیکن اس قسم کے خیالات درحقیقت تعصب یا غلط فہمی سے پیدا ہوی ہین تحقیق کے نزدیک وہ تمام ہے اصل اور بیہودہ ہین۔ علامہ شبلی کے دقیق اور عالمانہ مضمون نے کسی بحث کی گنجایش نہین چھوڑی۔ اونھون نے بخوبی ثابت کردیا کہ جزیہ کو مسلمانون نے نہین پیدا کیا۔ ایرانی زبان کے لفظ گزیہ کا معرب اور نوشیروان عادل کا ایجاد اور مقرر کیا ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ "ایران وعرب مین خراج وجزیہ کے وہ قواعد جو بادنی تغیر اسلام مین رائج ہین نوشیروان کے عہد مین مرتب ہوے علامہ ابن الاثیر جزری نے تاریخ الکامل کے پہلے حصہ مین ایک مضمون اس عنوان سے لکھا ہے ذکر ما فعلہ کسری فی امر الخراج والجند جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نوشیروان نے زمین کی پیمایش کرائی اور مختلف شرحون کی جمع مقرر کی۔ اور تمام لوگون پر باستثناے اہل فوج ورؤسا وارکان دولت جزیہ مقرر کیا جس کی تعداد بارہ درہم۔ آٹھ درہم۔ چھ درہم۔ چار درہم تک تھی (ابن اثیر نے اس موقع پر جزیہ ہی کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ کوئی ایسی اصطلاح نہین ہے جو مسلمانون اور ذمیون کے ساتھ مخصوص ہو۔ نوشیروان اور اوس کی ایرانی رعایا کا ایک مذہب تھا تاہم جو ٹیکس اون پر لگایا گیا تھا مسلمان اوس کو جزیہ ہی کہتے تھے) خراج کے ذکر کے بعد مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "وہی الوضایع اللتی اقتدی بہا عمر بن الخطاب" یعنی حضرت عمرؓ نے انھین قاعدون کی تقلید کی۔ اور جزیہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے کو جزیہ سے معاف کیا۔ جس غرض سے نوشیروان نے

جزیہ کا قاعدہ جاری کیا اوس کی وجہ علامہ موصوف نے نوشیروان کے اقوال سے یہ نقل کی ہے کہ اہل فوج ملک کے محافظ ہین اور ملک کے لیے اپنی جانین خطرہ مین ڈالتے ہین - اس لیے لوگون کی آمدنی سے اون کے لیے ایک رقم خاص مقرر کی گئی کہ اون کی محنتون کا معاوضہ ہو" اس کی تائید مین ہمارے مورخ فردوسی کے اشعار نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ "اسلام نے جو نظام قائم کیا اوس کی رو سے ہر مسلمان فوجی خدمت کے لیے مجبور کیا جا سکتا تھا - یہ قاعدہ کچھ آسان قاعدہ نہ تھا اور لوگ اگر ذرا بھی اوس سے بچنے کا حیلہ پا جاتے تھے تو اوس سے فائدہ اوٹھانا چاہتے تھے چنانچہ ایک بار جب جزیرہ سسلی مین مکتب کے معلم اس جبر سے بری کر دیے گئے تو سیکڑون آدمیون نے اور کام چھوڑ کر یہی پیشہ اختیار کر لیا -

اس لحاظ سے کل مسلمان فوجی خدمت رکھتے تھے اور ضرور تھا کہ وہ جزیہ سے اسی طرح بری رہین جس طرح نوشیروان عادل نے عموماً اہل فوج کو اس ٹیکس (جزیہ) سے بری رکھا تھا لیکن غیر مذہب والے جو اسلامی حکومت کے ماتحت تھے اور جن کی حفاظت مسلمانون کو کرنی پڑتی تھی - اون کو فوجی خدمت پر مجبور کرنے کا اسلام کو کوئی حق نہ تھا - نہ وہ لوگ ایسی پر خطر خدمت کے لیے راضی ہو سکتے تھے - اسلیے ضرور تھا کہ وہ اپنی محافظت کے لیے کوئی ٹکس ادا کرین - اسی ٹیکس کا نام جزیہ تھا - جو فارسی لغت سے معرب کیا گیا تھا لیکن اگر کسی موقع پر غیر قومون نے فوج مین شریک ہونا یا شرکت کے لیے آمادہ ہونا گوارا کیا تو وہ جزیہ سے بری کر دیے گئے -

جزیہ کا معاوضہ حفاظت ہونا مسلمانون مین علمی و عملی طور سے ہمیشہ مسلم رہا اور سچ یہ ہے کہ اسی خیال نے اکثر اہل لغت کو اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا کہ جزیہ فارسی زبان کا لفظ ہے وہ سمجھے کہ یہ لفظ جزا سے نکلا ہے جس کے معنی بدلہ کے ہین اور چونکہ یہ ٹیکس بھی ایک معاوضہ اور بدلہ ہے لہذا اس مناسبت سے اوس کا نام جزیہ رکھا گیا - آنحضرت صلعم و خلفاے راشدین کے جو معاہدے تاریخون مین منقول ہین اون سے عموماً پایا جاتا ہے کہ جزیہ اون لوگون کی محافظت کا معاوضہ تھا - خود رسول اللہ صلعم نے والی ایلیتہ کو جو فرمان جزیہ کا تحریر فرمایا اوس مین یہ الفاظ

مندرج فرمائے "یحفظوا ویمنعوا" یعنی ان لوگون کی حفاظت کی جائے اور دشمنون سے بچائے جائین۔ حضرت عمرؓ نے وفات کے قریب جو نہایت ضروری وصیتین کین اون مین ایک یہ بھی تھی کہ "غیر مذہب والے جو ہمارے رعایا ہین وہ خدا اور رسول کی ذمہ داری مین ہین اور مسلمانون کو اون کی طرف سے اون کے دشمنون سے مقابلہ کرنا چاہیئے"۔ اس موقع پر ہم بعض معاہدات اصلی الفاظ مین نقل کرتے ہین جن سے نہایت صاف اور مصرح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ صرف حفاظت کا ایک ٹیکس تھا۔ اور غیر مذہب والے جو مسلمانون کی رعایا تھے یہی سمجھ کر یہ ٹیکس ادا کرتے تھے۔

ہذا کتاب من خالد بن الولید لصلوبا ابن نسطونا وقومہ انی عاہدتکم علی الجزیۃ والمنعۃ فلک الذمۃ والمنعۃ۔ مامنعناکم فلنا الجزیۃ والا فلا کتب سنۃ اثنتی عشرہ فی صفر۔	یہ خالد بن الولید کی تحریر ہے صلوبا بن نسطونا اور اوس کی قوم کے لیے۔ مین نے تم سے معاہدہ کیا جزیہ اور محافظت پر۔ پس تمھاری ذمہ داری اور محافظت ہم پر ہے جب تک ہم تمھاری محافظت کرین ہم کو جزیہ کا حق ہے ورنہ نہین سنہ ۱۲ ماہ صفر مین لکھا گیا۔

عمال اسلام نے عراق عرب کے اضلاع مین وہان کے باشندون کو جو عہدنامے لکھے اور جن پر بہت سے صحابہ کے دستخط تھے اون کے ملتقط الفاظ یہ ہین۔

براءۃ لمن کان من کذا وکذا من الجزیۃ التی صالحہم علیہا الامیر خالد بن الولید وقد قبضت الذی صالحہم علیہ خالد والمسلمون لکم ید علی من بدل صلح خالد ما اقررتم بالجزیۃ۔ وکنتم امانکم امان وصلحکم صلح ونحن لکم علی الوفاء۔	اون لوگون کے لیے جنھون نے اس اس تعداد کا جزیہ دینا قبول کیا ہے اور جن پر خالد بن ولید نے اون سے مصالحت کی ہے یہ برارت نامہ ہے خالد اور مسلمانون نے جس تعداد پر صلح کی وہ ہم کو وصول ہوئی جو شخص خالد کی صلح کو بدلنا چاہے اوس کو تم لوگ مجبور کر سکتے ہو بشرطیکہ جزیہ ادا کرتے رہو تمھاری امان امان ہے اور تمھاری صلح صلح (یعنی جس سے تم صلح کرو ہم بھی صلح کرین گے اور جس کو تم امان دو گے ہم بھی امان دین گے)۔

اس کے مقابلہ مین عراق کی رعایا نے یہ تحریر لکھی۔

انا قد ادینا الجزیۃ التی عاہدنا علیها خالد + علی ان یمنعونا و امیرہم البغی من المسلمین و غیرہم ——	ہم نے وہ جزیہ ادا کر دیا جس پر خالد سے معاہدہ کیا تھا اس شرط پر کہ مسلمان اور نیز اور تمام قومین اگر ہم کو گزند پہونچانا چاہین تو جماعت اسلام اور اون کے افسر ہماری حفاظت کے ذمہ دار ہون۔

ان تحریرون سے جو ہم نے اس موقع پر نقل کین اور نیز اور تمام معاہدون سے جو تاریخون مین مذکور ہین بداہتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ اسی اصول کی بنا پر تھا جو نوشیروان عادل نے قائم کیا تھا لیکن اب بھی اگر کسی کو شبہ ہے تو ذیل کے واقعہ سے بالکل رفع ہو جائے گا۔ ابو عبیدہ جراح نے جب متواتر شام مین فتوحات حاصل کین تو ہرقل نے ایک عظیم الشان فوج مسلمانون پر حملہ کرنے کے لیے طیار کی مسلمانون کو اوس کے مقابلہ مین بڑی مستعدی سے بالاضطرار اور اون کی تمام قوت اور توجہ فوجون کی تربیت مین مصروف ہوئی اوس وقت حضرت ابو عبیدہ امین افسر فوج نے اپنے تمام عاملون کو جو شام کے مفتوحہ شہرون پر مامور تھے لکھ بھیجا کہ جس قدر جزیہ و خراج جہان جہان وصول کیا گیا ہے سب اون لوگون کو واپس دے دو جن سے وصول ہوا تھا۔ اور اون سے کہدو کہ ہم نے تم سے جو کچھ لیا تھا اس شرط پر لیا تھا کہ تمھارے دشمنون سے تمھاری حفاظت کرسکین لیکن اب اس واقعہ کے پیش آجانے کی وجہ سے ہم تمھاری حفاظت کا ذمہ نہین اٹھا سکتے"۔ ابو عبیدہ کے خاص الفاظ جن مین عیسائیون سے خطاب ہے یہ ہین۔ انما رددنا علیکم اموالکم لانہ قد بلغنا ما جمع لنا من الجموع وانکم قد اشترطتم علینا ان نمنعکم وانا لا نقدر علی ذلک وقد رددنا علیکم ما اخذنا منکم۔ اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور لاکھون روپیہ بیت المال سے لے کر اون لوگون کو پھیر دیئے گئے۔ جو رقم وصول ہوئی تھی اوس کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف حمص سے تقریباً آٹھ لاکھ روپیے جزیہ و خراج مین ملے تھے عیسائیون نے مسلمانون کو دل سے دعا دی اور کہا کہ خدا پھر تم کو ہمارے شہرون کی حکومت دے۔ رومی ہوتے تو اس موقع پر واپس کرنا تو درکنار جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ بھی لے لیتے۔ ان سب باتون سے

زیادہ یہ امر اس دعوے کے لیے دلیل بین ہے کہ اگر کسی غیر قوم نے فوجی خدمت پر رضامندی ظاہر کی تو وہ اُسی طرح جزیہ سے بری ہے جس طرح خود مسلمان ۔

معاہدات مین یہ تصریح کہ جزیہ کے عوض ہم تمھاری اندرونی و بیرونی حفاظت کے ذمہ دار ہین ۔ جب حفاظت پر قدرت نہ ہو تو جزیہ کا واپس کر دینا ۔ جو قومین فوجی خدمت پر آمادہ ہون اُون کو جزیہ سے بری رکھنا ۔ کیا اِن واقعات کے ثابت ہونے کے بعد بھی شبہہ ہو سکتا ہے کہ جزیہ کا مقصد وہی تھا جو ہمنے بحث کے آغاز مین بتایا ہے ۔

جزیہ کے مصارف یہ تھے لشکر کی آراستگی ۔ سرحد کی حفاظت ۔ قلعون کی تعمیر ۔ ان سے بچا تو سڑکون اور پلون کی تیاری ۔ سررشتہ تعلیم ۔ بے شبہہ اس خاص رقم سے مسلمانون کو بھی فائدہ پہونچتا تھا ۔ اور پہونچنا چاہیے تھا مسلمان لڑائیون مین شریک ہوتے ۔ جانین لڑاتے ۔ ملک کو تمام خطرون سے بچاتے پس جس طرح اون کے جسم و جان سے ذمی رعایا مستفید ہوتی تھی اگر ذمیون کے مال سے مسلمانون کو بھی فائدہ پہونچتا تھا تو کیا بے جا تھا ۔ اس کے علاوہ صدقہ کی رقم جو خاص مسلمانون سے وصول کی جاتی تھی اوس مین ذمی رعایا برابر کی شریک تھی ۔ حضرت عمرؓ فاروق نے بیت المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا تھا کہ " خدا کے اس قول مین " انما الصدقات للفقراء والمساکین " (صدقات ۔ فقیرون اور مسکینون کے لیے ہین) مسکینون سے عیسائی اور یہودی مراد ہین " ۔

جزیہ کی تعداد زیادہ سے زیادہ مبیس روپیہ سالانہ تھی کسی کے پاس لاکھون روپیے ہون تو اس سے زیادہ دینا نہین پڑتا تھا عام شرح چھ روپیہ اور تین روپیہ سالانہ تھی ۔ بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے ۔ اور عورتین ۔ مفلوج ۔ معطل العضو ۔ نابینا ۔ مجنون ۔ مفلس یعنی جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہون یہ لوگ عموماً جزیہ سے معاف تھے ۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ ایسا ہلکا ٹیکس جس کی تعداد اس قدر قلیل تھی جس کے ادا کرنے سے فوجی پرخطر خدمت سے نجات مل جاتی تھی جس کی بنیاد نوشیروان عادل نے ڈالی تھی ۔ کیا ایسی ناگوار چیز ہو سکتی ہے جیسی کہ اہل یورپ نے خیال کی ہے ۔ کیا دنیا مین ایک شخص نے بھی اوس سے بچنے کے لیے اپنا مذہب چھوڑا ہو گا ۔ کیا کسی نے اپنے مذہب کو ایسے ہلکے ٹیکس سے بھی

کم قیمت سمجھا ہوگا؟ اگر کسی نے ایسا سمجھا تو ہم کو اُس کے مذہب کے ضایع ہونے کا رنج بھی نہ کرنا چاہیے جو لوگ جزیہ ادا کرتے تھے اُن کو اسلام نے جس قدر حقوق دیے کون حکومت اُس سے زیادہ دے سکتی ہے؟

عیسائی مورخون نے جزیہ کی بحث میں عجیب غلطیان کی ہین۔ بعض وقت اُنھون نے فدیہ اور جزیہ مین تمیز نہین کی اور فدیہ کو جزیہ سمجھ لیا ہے۔ جو جنگ کے قیدیون کی رہائی کے بدلے مین ایک رقم لی جاتی تھی شاید ایسی ہی غلطی کی بنا پر مسٹر لین نے اپنی کتاب مدالقاموس مین لکھا ہے کہ جزیہ قتل سے محفوظ رہنے کا معاوضہ تھا مگر یہ اُن کی نہایت غلطی ہے کیونکہ امن کا ہو جانا یعنی لڑائی کا موقوف ہوا صلح کا ہو جانا یا کسی قسم کا معاہدہ ہونا گو کہ اُس مین جزیہ کا دینا قرار پایا ہو قتل سے محفوظی کا کا سبب ہوتا تھا نہ کہ جزیہ دینا[1]

جزیہ کے مقابلے مین جو ٹیکس زکوۃ مسلمانون سے لیا جاتا تھا وہ جزیہ سے بدرجہا زیادہ سخت تھا سونے چاندی اونٹ گائے بکری سب پر جداگانہ شرحین۔ فرض کرو کہ ایک ذمی کے پاس چالیس ہزار روپیہ ہین جس کی تجارت سے وہ فائدہ اُٹھا رہا ہے اور ایک مسلمان کے پاس بھی اُسی قدر رقم ہے لیکن اُس کو کوئی اور آمدنی نہین ہے۔ ذمی کو تو سال بھر مین صرف تین روپیہ چھ روپیہ یا زیادہ سے زیادہ بارہ روپیہ دینے پڑین گے اور مسلمان کو پورا چالیسوان حصہ ایک ہزار روپیہ دینا پڑیگا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی صورت مین بھی جزیہ کسی کو مسلمان ہونے پر رغبت دلا سکتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اگر ٹیکس ہی کی وصولی پر دین یا مذہب کا مدار ہوتا تو مسلمانون کا ٹیکس اُن کو جزیہ کے مقابلے مین اسلام چھوڑ کر ذمی ہو جانے کی رغبت دلاتا۔ ممالک مفتوحہ کی رعایا کے جان و مال جس حال مین مسلمانون کے قبضہ و اختیار مین تھے اگر اُن کو اپنی رعایا کو لوٹنا اور مسلمان کرنا ہی مقصود ہوتا تو ایک خفیف سی سالانہ رقم اپنے ان اغراض کے حاصل کرنے کے واسطے بہانہ بنانے کی کوئی ضرورت نہین تھی وہ ہر ایک طرح سے لوگون کو مسلمان کر سکتے تھے۔ مگر ہم کو یقین ہے کہ مسلمانون

---

[1] تفسیر القرآن از سرسید احمد خان صاحب جلد چہارم صہ ۱۰۷۔

کی نسبت ہر ایک اس قسم کا الزام جھوٹا اور غلط ہوگا۔ سر ولیم میور اقرار کرتا ہے کہ رعایا عام طور پر اپنے مذہب پر رہی اور اُن سے کوئی تعرض نہین کیا گیا۔ اُن کے عبادت خانون کی حفاظت اور عبادت کی عزت و تعظیم کی گئی ؎۱

جزیہ کے وصول کرنے مین حضرت عمرؓ جو رحم اور رعایت کرتے تھے اُس کی بھی شالین ہین۔ ایک دفعہ جب آپ سفر شام سے واپس آرہے تھے رستہ مین ایک جماعت کو دیکھا جو دھوپ مین کھڑی کر کے تکلیف دی جارہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اُن لوگون نے جزیہ نہین ادا کیا ہے اور اس سبب سے اُن کو تکلیف دی جارہی ہے کہ تکلیف کے خوف سے ادا کر دین۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ وہ کیا عذر کرتے ہین بتایا گیا کہ وہ ناداری بیان کرتے ہین۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ "اُن کو چھوڑ دو اور اُنھین تکلیف مت دو۔ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا مین لوگون کو عذاب نہ دو۔ جو لوگ دنیا مین لوگون کو عذاب دین گے قیامت کے دن خدا اُن کو عذاب دیگا" پس آپ کے حکم سے وہ چھوڑ دیئے گئے ؎۲

کسی ادنیٰ سے عذر اور پاس پر جزیہ بالکل معاف بھی کر دیا جاتا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے جرجومہ اور اُس کے قرب و جوار کے مضافات مین جزیہ بالکل معاف کر دیا تھا اور ماریہ قبطیہ کے ہم وطن بھی جزیہ سے معاف کر دیئے گئے تھے ؎۳ ہم بیان کر چکے ہین کہ حضرت عمرؓ اپنے اُن عاملون سے جو مال کم جمع کرتے تھے راضی اور خوش ہوتے تھے ورنہ زیادہ ستانی کا شبہہ کرتے تھے۔ یہان تک کہ ابو ہریرہ جیسے بزرگ صحابی سے اسی بنا پر بدگمان ہوئے تھے لیکن تعجب ہے کہ بیہودہ سرا اُن نے حضرت عمر کی اس خاص طبیعت اور عادت کو بھی الزام سے پاک نہین رہنے دیا۔ لیکن کوئی عقلمند آدمی اُس سے دھوکا نہین کھا سکتا۔ سر ولیم میور لکھتے ہین کہ "مجھ کو بیان کرنا چاہیئے کہ پچھلے زمانہ کے اور غیر معتبر راویون نے ایک طویل خط و کتابت بیان کی ہے جو حضرت عمرؓ اور عمرو بن العاص کے درمیان ہوئی ہے جس مین کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص کو مصر سے ایسا بڑا خراج نہ بھیجنے پر جبابیہ

؎۱ دی خلافۃ صر ۱۳۹۔ ؎۲ ازالۃ الخفا باب سیاست۔ المامون صر ۲۲۔

کہ اُس کے قدیم فراعنہ اُس سے وصول کرتے تھے ملامت کی۔ عمرو بن العاص نے اس اتہام کو بُرا مانا۔ حضرت عمر نے اس پر اپنے ایلچی محمد بن مسلمہ کو تحقیقات کے واسطے بھیجا۔ اور نیز عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبد اللہ ابن ابو سارہ کو عامل مصر مقرر کیا۔ اس خط وکتابت کو گوویل نے قبول کر لیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک (سر ولیم میور لکھتے ہین) غیر معتبر اور غلط ہے۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت کے یہ امر خلاف تھا کہ ایسے سخت یا نامناسب الفاظ مین خطوط لکھیں یا اپنے عمال پر اُس صوبہ سے زیادہ ستائی کرکے جس کے وہ حاکم تھے خراج بھیجنے کے واسطے دباؤ ڈالین۔ اُن کو کسی زائد خراج کی جیسا کہ ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کوئی ضرورت نہین پیش آئی تھی۔ دنیا کے خزانے اس وقت مدینہ مین لدے چلے آرہے تھے اور ابن ابو سارہ کی نسبت تو یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان کے عہد خلافت تک عمرو بن العاص کی جگہ نہین مقرر ہوا ؀

غرض یہ جزیہ اور یہ جزیہ کی حقیقت ہے جس کو اہل یورپ نے ایک ایسا ناگوار لفظ بنا دیا ہے کہ اُس کے منھ سے نکلتے ہی مسلمانون کی نسبت عجیب وغریب خیالات اُن کے دل مین جوش مارتے ہین لیکن مہذب دنیا کے ٹیکسون کے روبرو وہ ایک بے حقیقت ٹیکس تھا انکم ٹیکس۔ اور انڈائرکٹ ٹیکس۔ سالٹ ٹیکس چنگی۔ سڑکانہ۔ مدرسانہ۔ چوکی داری۔ اسٹامپ۔ کورٹ فیس مختص المقام اور محصول مسکرات اور سینکڑون قسم کے محصولون کے نامون سے اُس زمانے مین کوئی واقف نہ تھا۔

خیر جزیہ کی نسبت تو اہل یورپ نے تعصب سے یا غلط فہمی سے جو کچھ لکھا ہے اُس کی نسبت اتنی بات تو صحیح ہے کہ جزیہ کے نام کا ایک ٹیکس تھا جو ذمیون پر لگایا گیا تھا۔ اور اتنا بھی غنیمت ہے کیون کہ اہل یورپ اپنے اس قسم کے الزامون کی بنیاد جس سے وہ مسلمانون کی بدنامی کرتے ہین ہمیشہ ایسے واقعات پر نہین رکھتے جن کا وجود ہو بلکہ ایسے واقعات پر بھی رکھتے ہین جن کا کوئی وجود کوئی اصل اور کوئی حقیقت نہ ہو۔ سکندریہ کا کتب خانہ جلانے کا الزام حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت پر اسی قسم کا واقعہ ہے جس پر عیسائی مورخون اور عالمون کے نابینا خیالات

؀ انلس آف خلافت صفحہ ۲۴۸۔

نے ایک زمانے تک بہت کچھ بلند پروازی کی ہے۔ لیکن شکر ہے کہ آخر اُنھین مین اختلاف اور انکار پیدا ہو گیا اور اسلامی مورخ اس بے اصل الزام کے غلط ثابت کرنے سے بہت کچھ سبک دوش ہو گیا۔ تاہم علامہ شبلی کا رسالہ اس مضمون پر منتہی تحقیق ہے۔

سکندریہ کے کتب خانے کے جلانے کے واقعہ کی ایجاد ابوالفرج ایک عیسائی مورخ سے منسوب کی جاتی ہے جو ایک یہودی طبیب کا بیٹا ۱۲۲۶ء مین پیدا ہوا تھا۔ "منسوب" کا لفظ ہم نے اس لیے لکھا ہے کہ خود ابوالفرج کی دو تاریخین ہین۔ ایک سریانی زبان مین اور دوسری جو اُس کا خلاصہ ہے عربی زبان مین ہے جس کا نام مختصر الدول ہے۔ یہ واقعہ اُس کی اصل تاریخ مین جو سریانی زبان مین ہے نہین پایا گیا ہے۔ صرف عربی خلاصہ مین مذکور ہوا ہے۔ بہر حال ابوالفرج سب سے اول اس واقعہ کا بیان کرنے والا ہے اور وہ اس کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب عمرو بن العاص نے سکندریہ کو فتح کیا تو یحییٰ نحوی ایک وہان کا عالم شخص عمرو بن العاص کے پاس آنے جانے لگا۔ عمرو بن العاص اُس کی بہت عزت و حرمت کرتے تھے کیونکہ عمرو بن العاص خود عاقل، خوش فہم اور صحیح الفکر شخص تھا اُس نے یحییٰ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا اور اُس کو اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا۔ ایک دن یحییٰ نے عمرو سے کہا کہ سکندریہ کی تمام چیزون پر آپ قابض ہین سو جو چیزین کہ آپ کے کام کی ہین اُن سے مین تعرض کرنا نہین چاہتا لیکن جو چیزین آپ کے کام کی نہین ہین اُن کے تو ہمین لوگ زیادہ مستحق ہین۔ عمرو نے کہا کہ تم کو کیا درکار ہے۔ یحییٰ نے کہا فلسفہ کی وہ کتابین جو شاہی کتب خانون مین ہین۔ عمرو نے کہا کہ اس کی نسبت مین امیر المومنین عمر بن الخطاب کی اجازت کے بغیر کوئی حکم نہین دے سکتا۔ عمرو نے یحییٰ کی درخواست کی اطلاع عمر بن الخطاب کو دی۔ وہان سے جواب آیا کہ جن کتابون کا تم نے ذکر کیا ہے وہ اگر خدا کی کتاب کے موافق ہین تو خدا کی کتاب کے ہوتے اُن کی کوئی ضرورت نہین۔ اگر اُن کے مضامین خدا کی کتاب کے مخالف ہین تو تم اُن کو برباد کرنا شروع کرو۔ عمرو بن العاص نے اُن کتابون کو سکندریہ کے حمامون مین تقسیم کرنا اور اُن کو جلوانا شروع کیا۔ پس وہ چھ مہینے مین جل کر تمام ہوئین

سو جو کچھ ہوا اُس کو سنو اور تعجب کرو"

ابوالفرج کی اس روایت کے بعد یہ واقعہ اسی طرح تسلیم ہوتا چلا آتا تھا۔ کسی کو اُس کی نسبت تحقیق و تفتیش کا خیال تک نہ آیا۔ لیکن آخر کار گبن مورخ اعظم نے اس واقعہ کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھا اور لکھا کہ مین اس کی اصلیت اور اُس کے نتائج دونون سے انکار کرتا ہون۔ گبن نے اپنے انکار کی وجہون کو ان سادہ مگر صحیح دلائل پر مبنی کیا ہے کہ ابوالفرج اس واقعہ کے پانسو برس بعد پیدا ہوا۔ اُس کے سوا کسی اور مورخ حتی کہ خود عیسائی مورخون نے اس واقعہ کا کہین ذکر نہین کیا۔

درحقیقت کوئی تاریخ کا عالم اور محقق ایک لمحے کے واسطے بھی اس واقعہ کے بیان کی صحت پر یقین نہین کر سکتا۔ عیسائی مورخ جو ابوالفرج کی نسبت فتح اسکندریہ کے زمانے کے بہت قریب تھے اور جنھون نے سکندریہ کی فتح کے حالات مفصل لکھے ہین کہین اس واقعہ کا ذکر نہین کرتے۔ یوٹیکیس الشوفی سنہ ۹۴۰ء جو دسوین صدی عیسوی مین سکندریہ کا بطریق تھا اور المکین جو واقعہ مفروضہ کے تین سو برس بعد تھا اپنی تاریخون مین اس واقعہ کی نسبت ایک حرف بھی نہین لکھتے۔ گبن اور کریل نے اسی دلیل سے اس واقعہ کو بے اصل ٹھہرایا ہے اور یہ کوئی معمولی دلیل نہین ہے۔

اس کے سوا مسلمان مورخون نے جنھون نے دوسری ہی صدی اسلامی کے وسط مین تصنیف و تالیف شروع کی ہے کسی نے اس واقعہ کا ذکر نہین کیا حالآنکہ کوئی امر اُن کو اس بیان کرنے سے مانع نہین تھا۔ ابوالفرج کی روایت کو اگر صحیح سمجھا جائے تو مسلمانون نے اس کام کو ایک عمدہ کام سمجھ کر کیا تھا اور خصوصاً خلفائے راشدین کے افعال و اقوال بغیر کسی بحث کے متبرک اور افضل سمجھے جاتے تھے پس کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان مورخ اپنی تاریخون اور روایات کے مجموعون مین اس واقعہ کو بیان نہ کرتے اس واقعہ کے مدعی عیسائیون کو بھی یہ اعتراض سوجھائی دیا تو اُن مین سے کسی بڑے طباع نے چار اسلامی نام لے دیئے۔ ابن خلدون۔ عبداللطیف بغدادی۔ مقریزی۔ حاجی خلیفہ۔ ابن خلدون کا نام البتہ ڈرانے والا تھا کیونکہ وہ نہایت معتبر تاریخ اسلام کی ہے۔ لیکن ابن خلدون کا نام لینا صرف ایک بے شرمانہ حوصلہ اور بے غیرت جرات ہی معلوم ہوئی کیونکہ ابن خلدون نے اس واقعہ کو کبھی

نہین لکھا مقریزی نے اپنی تاریخ مصر مین صرف عبداللطیف کی عبارت نقل کی ہے۔ حاجی خلیفہ کے الفاظ کو علامہ شبلی نے نقل کیا ہے۔ اُس بے چارے نے سکندریہ کا ذکر تک نہین کیا۔ عبداللطیف باقی رہتا ہے اُس نے ساتوین صدی ہجری کے شروع مین ایک مصر کی تاریخ لکھی ہے جس مین ایک ستون کے ذکر مین وہ لکھتا ہے "یہ وہی جگہ ہے جہان بیان کرتے ہین کہ مصر کا کتب خانہ تھا جس کو عمرو بن العاص نے عمر بن الخطاب کے حکم سے جلایا تھا۔ عبداللطیف کے بیان کو کوئی شہادت نہین سمجھا جا سکتا۔ وہ ایک سُنی سنائی افواہ کا ذکر کر رہا ہے۔ مسٹر کریل بھی کہتے ہین کہ عبداللطیف کا بیان محض علیٰ سبیل التذکرہ معلوم ہوتا ہے۔ عبداللطیف نے اور جو حالات افواہی لکھے ہین وہ بھی سب غلط ہین۔ چنانچہ سپکٹیٹر مورخہ ۱۲ جون مین اسی مضمون پر بحث کرتے ہوئے ایک شخص نے لکھا تھا کہ کتب خانے کا جلایا جانا تو ایک طرف عبداللطیف نے اس کے ساتھ اور جو واقعات بیان کیے ہین وہ کون سے سچے ہین۔ ہم کو امید ہے کہ اہل یورپ کے ایسے دھوکے چل جانے کے دن اب گذر گئے ہین

اصل یہ ہے کہ سکندریہ کا کتب خانہ مسلمانون کی فتح سے ایک مدت پہلے خود عیسائی بادشاہون کے ہاتھون سے جل چکا تھا۔ جولیس سیزر کے محاصرے مین کتب خانے کے جل جانے کو گبن اور کریل دونون صاف طور پر مانتے ہین اور کتابون کی بربادی متعصب عیسائی پادریون کا کام بتاتے ہین۔ سور نیان ایک فرانسیسی عالم اسلام کی مخالفت مین لکچر دیتے ہوئے اس بات کو مجبوراً مان گیا ہے کہ یہ الزام کہ عمر نے کتب خانہ سکندریہ کو برباد کر دیا صحیح نہین ہے کتب خانہ مذکور اس زمانے سے پہلے برباد ہو چکا تھا۔ ڈریپر بھی مانتا ہے کہ آدھا کتب خانہ تو جولیس سیزر نے جلایا تھا اور باقی پادریون نے دانستہ برباد کر دیا تھا۔ عیسائی مورخ جب شاہی کتب خانے کا مسلمانون سے جلنا ثابت کرنے سے نا اُمید ہوئے ہین تو اُنھون نے سراپیم کے ایک اور کتب خانے کا نام لے دیا ہے۔ لیکن اس ایجاد کو کوئی بھی نہ سنے گا کیون کہ ابو الفرج خود شاہی کتب خانہ کا ذکر کرتا ہے جس کی روایت پر یہ طوفان اُٹھایا گیا ہے۔

غرض کتب خانہ کے جلانے کی تاریخی شہادتون کا تو یہ حال ہے درایۃً ہمارے مورخ نے
اس الزام کو قطعی پوچ ثابت کردیا ہے۔ کم سے کم سکندریہ کے چار ہزار حماموں مین چھ ماہ تک کتابین
جلانا اگر چار لاکھ یا سات لاکھ ہی کتابون کی تعداد صحیح مان لی جائے تو فی حمام ہر روز ایک کتاب یا
آدھی کتاب حصہ مین آئی ہے۔ کیا یہ بھی کوئی حکم تھا کہ ایک کتاب یا آدھی کتاب ہر روز جلائی جائے
یا کتاب اتنی اتنی بڑی تھی کہ آدھی کتاب دن بھر کے ایندھن کے واسطے کافی ہوتی تھی۔ ڈریپر مانتا ہے
کہ کتابین چمڑے پر لکھی ہوئی تھین۔ امید ہے کہ جیسے ڈریپر حیران ہو کر پوچھتا ہے اُس زمانے کا
چمڑا ابھی ایندھن کا کام نہین دیتا ہوگا۔

عمرو بن العاص اُس کے بعد چھ ماہ تک سکندریہ مین نہین رہا۔ عیسائیون ہی کو کتابون کا
ایندھن پسند ہوگا ورنہ وہ اُس کے چلے جانے کے بعد اُن کو بچا سکتے تھے۔ مسلمانون کا جو عام
برتاؤ اہل ذمہ کے ساتھ تھا وہی مصر کے ساتھ بھی برتا گیا۔ عمرو بن العاص کے معاہدے کے یہ
الفاظ موجود ہین کہ "عمرو بن العاص نے اہل مصر کو اُن کی جان۔ خون۔ مال۔ متاع۔ مذہب کو امان
عطا کی" اور نیز یہ کہ "اُن کی زمین اور مال اُنھین کا رہے گا اور اُن مین سے کسی چیز مین تعرض
نہ کیا جائے گا" کیا حضرت عمرؓ کا عام سلوک جو ذمیون کے ساتھ تھا ایک لمحہ کے واسطے کسی ایسے
شبہہ کو جگہ دیتا ہے کہ اُنھون نے کتابون کے جلانے کا حکم دیا ہوگا۔ کیا مشرکین اور عیسائیون
کے معبدون اور گرجون سے جہان علانیہ بت پرستی ہوتی تھی اور جن کی حفاظت کے وہ ذمہ دار ہوتے
تھے اور معاہدون مین جن کی نسبت یہ خاص الفاظ ہوتے تھے کہ "کوئی گرجا اور عبادت گاہ شہر کے
اندر یا باہر نہ گرایا جائے گا" کتابین زیادہ ناپاک تھین۔ عمرو بن العاص نے مصر کے متعلق تمام
امور کا فیصلہ اپنی رائے سے کیا اور خود ہی معاہدے اور شرطین کین۔ ابو الفرج خود اُس کا علم دست
ہونا مانتا ہے۔ کیا کتب خانے سے اُس کو کوئی خاص دشمنی تھی کہ اُس کی نسبت خود نہ فیصلہ کیا
اور حضرت عمرؓ کی رائے پوچھ بھیجی۔ ایک اور تاریخی شہادت یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے جو مفصل
خط بعد فتح سکندریہ حضرت عمرؓ کو لکھا اُس مین سکندریہ کے تمام جزوی حالات بیان کیے ہین مگر ابو الفرج

کے فرضی کتب خانے کا کہین ذکر نہین کیا۔ عیسائی مورخ اس صاف بات پر بھی نظر نہین کرتے کہ اگر سکندریہ کا کتب خانہ مسلمانون نے جلادیا تھا تو مصری یونانیون کی ہزار ہا کتابین مسلمانون کے پاس کہان سے پہونچین۔ خود یحیی نحوی کی تصانیف مین سے جو کتب خانے کا مہتمم تھا اور کتب خانہ کی درخواست عمرو بن العاص سے کرتا تھا چالیس پچاس سے زیادہ کتابین عربی زبان مین ترجمہ ہوئی ہین۔ اگر سکندریہ کا کتب خانہ عمرو بن العاص کے زمانے مین برباد ہو گیا تھا تو یحیی نحوی کی تصانیف سب سے پہلے برباد ہونی چاہیے تھین۔

غرض سکندریہ کے کتب خانے کی نسبت یہی مانا جائے گا کہ اسلام کے زمانے سے پہلے تمام کتب خانے برباد ہو چکے تھے جس کے اسباب واتفاقات مورخون نے بتفصیل لکھے ہین لیکن ان حوادث سے بھی علمی آثار بالکل معدوم نہین ہو سکتے تھے اور بربادی کتب کے زمانے سے مسلمانون کے وقت تک جو سرمایہ جمع ہو کر رہ گیا تھا وہ ہرگز ضایع نہین ہوا۔ بلکہ مسلمانون نے ان کی نہایت قدر کی اور یادگار زمانۂ قدیم کے طور پر محفوظ رکھا۔ چنانچہ ہزار ہا کتابین اور بطلیموس کے بنائے ہوے کرے تک محفوظ رہے اور مسلمانون نے نہایت قدر کی۔

علامہ شبلی نے اپنی بحث کے شروع مین لکھا ہے کہ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ یورپ کو کتب خانۂ اسکندریہ کے ساتھ اس قدر ہمدردی کیون ہے۔ یہ مسلم ہے کہ جس کتب خانے کی نسبت بحث ہے عیسائیون سے اس کو کچھ واسطہ نہین۔ اس کو بادشاہان مصر نے قائم کیا تھا جو بت پرست تھے اور حضرت عیسی سے بہت پہلے تھے۔ شاید یہ کہا جائے کہ یورپ کی عام قدردانی اور ہمدردی کا اثر ہے لیکن اس حالت مین سکندریہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ انھین ممالک مین اور بھی بہت بڑے بڑے کتب خانے برباد ہوے ان پر یورپ مین یہ شور وغل کہان ہوا۔ اسکندر نے ایران کے کتب خانے جو برباد کیے ان کی تشہیر کس نے کی؟ اسپین مین خود عیسائیون نے مسلمانون کی تمام علمی یادگارون کو مٹا دیا اور کئی لاکھ کتابین برباد کر دین کس نے اس کا ماتم کیا؟ پھر کتب خانہ سکندریہ کے ساتھ خاص ہمدردی کیون ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کتب خانے کو خود عیسائیون نے برباد کیا اور بڑے

بڑے پیشوایان مذہب اُس کی بربادی مین شریک تھے۔ اُس وقت تو یہ امر فخر کا باعث تھا لیکن جب
کسی قدر تہذیب و شائستگی کا زمانہ آیا تو یورپ نے دیکھا کہ اُس کے دامن پر یہ بہت بڑا بدنما داغ ہے
اُس کے مٹانے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ یہ الزام کسی دوسری قوم کے سر منڈھا جائے
متعصب عیسائیون نے اس گم شدگی کو فاتحان اسلام کی طرف منسوب کر دیا اور چونکہ اس زمانے مین
تمام یورپ تعصب سے لبریز تھا اور کسی قسم کی علمی ترقی کا اثر نہ تھا کسی نے غور و تحقیق کی پروا نکی اور نہایت
تیزی سے یہ روایت تمام یورپ مین پھیل گئی۔ یورپ نے اس بے دردی سے اس واقعہ کا ماتم کیا کہ وہ اُنھین
کا خاص کتب خانہ تھا۔ چنانچہ عوام کا آج تک یہی خیال ہے۔ اس عام شہرت نے یہ بڑا فائدہ دیا
کہ عیسائیون کی طرف اس الزام کو منسوب کرنے کا کسی کو خیال بھی نہ آیا کیونکہ ظاہرا یہ ایک بدیہی
بات ہے کہ کوئی قوم اپنا سرمایہ آپ نہین برباد کرسکتی"۔

حضرت عمرؓ کے حالات مین ایک واقعہ اس قسم کا ضرور بیان ہوا ہے مگر تاہم وہ اس بہتان عظیم کی
بنیاد نہین ہوسکتا کہ ایک شخص نے اُن کے سامنے ذکر کیا کہ مدائن کی فتح مین ایک کتاب ملی تھی۔ اُس شخص
نے اُس کی بہت تعریف کی حضرت عمرؓ اس پر ناراض ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب قصہ کہانیون کی
تھی۔ کیونکہ جب حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ نحن نقص علیک احسن القصص تو کہا کہ "تم سے پہلے
لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے ہین کہ اُنھون نے اپنے علماء اور اساتذہ کی کتابون کی طرف توجہ کی
اور توریت اور انجیل کو چھوڑ دیا۔ یہان تک کہ اُن کا علم جاتا رہا"[۱] یہ ایک نہایت پرمعنی اور سچی نصیحت
تھی مگر کتاب کے جلانے وغیرہ کا اس مین کچھ ذکر نہین ہے۔ غرض اس الزام کی کوئی ادنی وجہ اور
بنا بھی تلاش کرنے سے نہین مل سکتی۔ اسی سبب سے سر ولیم میور نے اس واقعہ کے ذکر کو متروک
کر دیا ہے اور اُن کی دونون کتابون مین اس کی طرف کوئی اشارہ نہین ملا۔

اس باب کے خاتمے پر ہم کو حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت کے اُس واقعہ کا یاد کرنا بھی شاید ضروری
ہو جو عیسائیون اور یہودیون کی ایک قوم کو عرب سے اُٹھا کر ۲۰ھ سنہ ہجری مین شام اور عراق
مین آباد کرنے کا تھا مختلف وجوہات اور واقعات جو اس کا سبب بیان کیے جاتے ہین اُن کی تنقیح

[۱] ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۱۹۹۔

کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن یہ بات تو آسانی سے قیاس کی جاسکتی ہے کہ اُس کی کسی قوت کا ایران اور شام کے فاتح کو خوف نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے سوا جو وجوہات ہین اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ خود اُس قوم کے اپنے درمیان فتنہ اور اُن کی اپنی خواہش کا نتیجہ تھا۔ اُن کی سودخواری اور بداخلاقی بھی جس کا اثر مسلمانون تک پہونچتا تھا شاید داخل وجوہات ہو۔ یہودیون کو ایک قتل کے جرم کا مجرم بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے خیال مین کوئی دوراندیش احتیاط بھی ہو۔ عیسائی مورخ کہتے ہین کہ اس کی وجہ آن حضرت صلعم کا یہ فرمان تھا کہ "عرب مین صرف ایک مذہب رہے گا" اگر یہ بھی صحیح ہو تو کچھ حرج نہین۔ اس تبدیلی سے عیسائیون اور یہودیون کا کوئی نقصان نہین ہوا۔ زمین کے عوض اُن کو زمین دی گئی۔ ملک واسباب کی قیمت دی گئی۔ اپنا اسباب جو نہ لے جانا چاہین اُس کو اطمینان سے فروخت کر لینے کا حکم دیا گیا۔ شام اور عراق مین مسلمانون ہی کی حفاظت اور حکومت مین بڑے امن سے جا کر آباد ہوئے۔ عیسائی مورخ مانتے ہین کہ عیسائیون کی اس قوم کے ساتھ جو معاہدہ آنحضرت صلعم فرما چکے تھے اور جو حقوق اُن کو دے چکے تھے خلفا ہمیشہ اُس کے پابند رہے اور اُن کی تعداد کے موافق جزیہ جو وہ ادا کرتے تھے ہمیشہ کم کر دیا جاتا رہا۔ سرولیم میور بھی اس واقعہ کو بیان کر کے اُس سے کوئی بے انصافی کا پہلو نہین نکال سکے کیونکہ اُس مین درحقیقت اس قسم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ وہ یہودی اور عیسائی اس طرح پر ملک بدر اور جلاوطن نہین کیے گئے تھے جس طرح اس مہذب زمانہ کے ایک عیسائی شہنشاہ نے بدبخت یہودیون کو اپنے ملک سے خارج اور جلاوطن کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کو جو انصاف اور رحم اور کریمانہ برتاؤ غیرمذہب اقوام سے برتنا منظور تھا اور جس کو اُنھون نے ہمیشہ برتا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وفات کے وقت جو اُنھون نے تین وصیتین کین اُن مین سے ایک یہ تھی۔

میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہو گا اُس کے لیئے مین رسول اللہ کے ذمہ پر وصیت کرتا ہون کہ ذمیون کے معاہدے کو بجالاے اور اُن کی حفاظت کے لیئے اُن کے دشمنون سے لڑے اور اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔	اوصی الخلیفۃ من بعدی بذمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم ولا یکلفوا فوق طاقتھم۔

نوان باب

عادات۔ طرز زندگی۔ طبیعت۔ وفات۔ حلیہ

ازواج و اولاد۔ خطوط۔ خطبات۔ اقوال

حضرت عمرؓ کی خاص عادات اور طرز زندگی مین سب سے ممتاز اُن کی وہ انتہا درجہ کی اور سخت اور درشت سادگی۔ کسر نفسی جفاکشی۔ پرہیزگاری۔ اور نفس کُشی ہے جو شارع اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی پاک زندگی کی مبارک مثال کی پوری تقلید اور پے روی سے تھی۔ اسی مین اُن کی کامیابی کے بہت سے راز مخفی تھے۔ اور آیندہ اسلامی دُنیا کے واسطے دین اور دنیا کو ملا کر رکھنے اور اُس مین رہنے کا ایک قابل تقلید نمونہ اور مثال تھی۔

آن حضرت صلعم کی اطاعت اور پے روی کرنا اور کرانا اُن کی زندگی کی غرض اور ایمان ہی تھا۔ مگر حضرت صدیقؓ اکبر کی پے روی کرنا اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنا بھی اُن کے نزدیک ویسا ہی ضروری تھا۔ حضرت ابوبکر کا اس درجہ ادب کرتے تھے کہ خلافت کے پہلے روز جب آپ منبر رسول اللہ پر خطبہ پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوئے تو جس درجہ پر حضرت ابوبکر پاؤن رکھتے تھے وہان حضرت عمرؓ بیٹھے اور قدم زمین پر رکھے۔ لوگون نے کہا کہ جہان حضرت ابوبکرؓ بیٹھتے تھے وہان آپ کیون نہین بیٹھتے تو کہنے لگے کہ حضرت ابوبکر کے پاؤن کی جگہہ بیٹھنا ہی میرے لیئے مناسب ہے [۱]۔ غرض حضرت ابوبکرؓ کے احکام اور وصیتون اور اُن کے طرز عمل اور طرز زندگی کی پے روی کرنا بھی جو درحقیقت آن حضرت صلعم کی پاک زندگی کی ہی پے روی تھی اپنے واسطے ضروری جانتے تھے۔ اُن کے عہد و معاہدون کی پابندی۔ اُن کے

[۱] ازالۃ الخفا سیاست۔

مقرر کیئے ہوے وظائف اور روزینون کو جاری رکھنا جس کی متعدد مثالین بیان ہوئی ہین اپنے پر لازمی سمجھتے تھے۔ اور اُن کی اپنی طرز زندگی اور عادات ان دو مثالون کی پے روی مین اس وقت ایک تیسری مثال تھی۔ رسول اللہ صلعم کا مبارک ذکر اُن کے کامون اور فیصلون مین ہمیشہ ہادی اور رہنما رہا۔ ایک واقعہ اس کی اچھی مثال ہے۔ عبیداللہ بن عباس بیان کرتے ہین کہ حضرت عباسؓ کے مکان کا پرنالہ حضرت عمرؓ کے راستہ مین تھا۔ ایک جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے کپڑے پہنے۔ حضرت عباسؓ کے واسطے اُس روز دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔ حضرت عمرؓ جب پرنالے کے نیچے سے گذرے تو خون ملا ہوا پانی اُن کے کپڑون پر گرا۔ حضرت عمرؓ کو گھر واپس جا کر کپڑے بدلنے پڑے۔ پھر آ کر نماز پڑھائی اور اُس پرنالے کے اُکھیڑ دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ پرنالہ اُس جگہہ پر ہے جہان رسول اللہ نے اُس کو لگایا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ سُن کر کانپ اُٹھے اور حضرت عباسؓ کو کہا کہ تمھین خدا کی قسم ہے جب تک اُس پرنالہ کو وہین نہ رکھ دو اور کوئی کام نہ کرنا۔ چنانچہ وہ وہین رکھا گیا۔ ایسے ہی ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کعبہ سے سونا چاندی اُتار کر مسلمانون مین تقسیم کر دینا چاہا۔ مسلمہ نے کہا کہ آپ اسے نہ کر سکین گے۔ کہنے لگے کیون۔ مسلمہ کہتا ہے۔ مین نے کہا اس لیئے کہ آپ کے دونون صاحبون نے نہین کیا۔ کہنے لگے البتہ یہ درست ہے اور خاموش ہو کر چلے گئے۔ حسان ایک دن مسجد نبوی مین شعر پڑھ رہا تھا اور حضرت عمرؓ جا پہونچے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ کی مسجد مین تو شعر پڑھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا مین تب بھی پڑھتا تھا جب تیرے سے اچھے اس مین ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔

آن حضرت صلعم کے ساتھ جس قسم کی سادہ زندگی بسر کرنے کی بنا پڑ گئی تھی اُس مین اُن کی آخر زندگی تک سر مو فرق نہین آیا۔ نہ قیصر اور کسریٰ کے ملکون نے نہ اُن کے خزانون اور دستون اور نہ اُن عیش و عشرت کے سامانون نے جو اُن کے سامنے لائے جاتے تھے اُس مین کوئی تغیر پیدا کیا۔ بلکہ اُنھین عرب کی سادہ زندگی مین تغیر پیدا کرنے کی رغبت اور اشتعال دلانے والے

اسباب کے پیدا ہونے پر مسلمانون کی سادہ زندگی کے قائم رکھنے کی تدابیر کرنی پڑین اور اپنے آپ کو اُن کے واسطے نمونہ بنانا پڑا۔ دنیا کی دولت اور خزانون کو وہ بے حقیقت اور اُس دولت لازوال کے سامنے جس سے خدا کی رحمت نے اُن کے دلون کو مالا مال اور منور کردیا تھا حقیر اور ہیچ سمجھتے تھے۔ کسریٰ کے خزانون اور سونے چاندی کے انبارون نے اگر حضرت عمرؓ کی طبیعت پر کچھ اثر کیا تو یہ تھا کہ جب وہ خزانے اُن کے سامنے آئے تو آپ اُن کو دیکھ کر رونے لگ گئے۔ عبدالرحمن نے کہا یا امیرالمومنین یہ تو شکر اور خوشی کا وقت ہے آپ روتے کیون ہین۔ آپ نے جواب دیا کہ کسی قوم مین ان کی زیادتی اُن کے درمیان عداوت اور بغض کے پیدا ہونے کی دلیل ہے[۱]۔ دولت دنیا کے انجام سے بھی وہ ناواقف نہین تھے۔ غرض وہی موٹے اور پرانے اور پھٹے ہوئے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے اور کھانے پینے کی سادہ چیزین اُن کی پوشاک اور خوراک کی خصوصیات تھین جن مین کبھی فرق نہین آیا۔

زید بن وہب کا قول ہے کہ مین نے حضرت عمرؓ کو بازار مین جاتے ہوئے دیکھا۔ اُن کے اوپر ایک چادر تھی جس مین چودہ پیوند لگے ہوئے تھے اور بعض اُن مین چمڑے کے تھے[۱]۔ زرین ثابت بیان کرتے ہین کہ مین نے حضرت عمرؓ کو ایک چادر اوڑھے ہوئے دیکھا جس مین سترہ پیوند لگے ہوئے تھے مین یہ دیکھ کر رو پڑا اور روتا ہوا گھر چلا گیا۔ انس کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین مین اُن کو دیکھا تھا کہ اُن کے کندھون کے درمیان کرتے مین تین یا چار پیوند اوپر تلے لگے ہوئے ہین[۲]۔ ابوعثمان نہدی کا قول ہے کہ مین نے حضرت عمرؓ کے تہبند مین چمڑے کا پیوند دیکھا۔ ذر کہتا ہے عید کے دن مین نے اُن کو ننگے پاؤن دیکھا۔ جب حضرت عمرؓ دوسری دفعہ شام مین گئے اور ایلیا ایک عیسائیون کی بستی مین جہان آپ کی سادگی اور سادہ وضع کے سبب سے کوئی اُن کو پہچان نہین سکا تھا۔ اور حضرت عمرؓ ہی سے لوگ پوچھتے تھے کہ امیرالمومنین کہان ہین۔ ایک عیسائی پادری اسقف کے ہان ٹھیرے تھے۔ آپ کا

[۱] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک ذم الدنیا۔ [۲] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک۔ [۳] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک۔

پیراہن پالان شتر کی چوب سے اُلجھ کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے وہ اپنے سیربان کو دیا کہ وہ اُس کی مرمت کر دے۔ اُس نے اُس کی مرمت کر دی۔ اور ایک کرتا باریک کپڑے کا جو گرمی کے اُس موسم کے سفر کے واسطے زیادہ موزون تھا تیار کرا کر لایا اور حضرت عمرؓ کے پیش کیا کہ اس کو بھی پہنیے حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ میرا موٹے کپڑے کا کرتا میری عادات کے واسطے زیادہ مناسب ہے اور وہ نرم کپڑے کا اُس کو پھیر دیا ۵۱۔ اسی طرح شام مین داخل ہونے کے وقت عرب سردارون نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ شام کے روسا اور امرا آپ کے پاس آتے ہین شایان نہ ہوگا کہ اس لباس مین آپ کو دیکھین حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہم کو اللہ نے اسلام ہی سے عزت دی ہے پس ہم لوگون کے کہنے سُننے کی کچھ پروا نہین کرتے ۵۲۔

لیسار بن نمیر کا قول ہے کہ مین حضرت عمرؓ کے لیئے کبھی آٹا چھانا نہین کرتا تھا۔ اس کے خلاف کرنے سے وہ ناراض ہوتے تھے اور اُنھون نے اپنی عمر بھر مین گھی اور چربی اور زیتون کے سوا کوئی خوش بو نہین استعمال کی ۵۳ انس بیان کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے واسطے خشک کھجورون کا ایک صاع رکھا جاتا تھا وہ اُس کو ردی کھجورون تک کھا لیتے تھے ۵۴ قحط کے زمانے مین جب غلہ وغیرہ گران ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے جو کی روٹی کھانی شروع کی۔ مگر وہ اُن کے معدے کے موافق نہ آئی اور تکلیف دینے لگی۔ اس حال مین وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم اس کے سوا اور کچھ نہین ملے گا جب تک خدا مسلمانون کو ارزانی نہ بخشے ۵۵ ایک دفعہ عراق سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ کھانا کھانے لگے تو اُنھون نے دیکھا کہ وہ لوگ طیب خاطر سے کھانا نہین کھاتے تو فرمانے لگے کہ اے اہل عراق اگر مین چاہتا تو میرے واسطے پُر تکلف کھانا تیار ہو سکتا تھا لیکن ہم اپنی دنیا سے یہان کے بدلے آخرت مین حاصل کرنے کے واسطے ذخیرہ کرتے ہین اور پھر یہ آیت پڑھی ۵۶ اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا و استمتعتم بہا۔ ایسے ہی ایک دن عطبہ بن فرقد اُن کے پاس گئے اور دیکھا کہ حضرت عمر شامی

---

۵۱ ازالۃ الخفا و الملبس آخر خلافۃ صفحہ ۲۳۶ و طبری ص ۱۹۰ - ۵۲-۵۳-۵۴-۵۵ و ۵۶ ازالۃ الخفا باب التصوف سلوک۔

خشک روٹی کوٹ رہے تھے اور پنیر کی چھاچھ بنا رہے تھے۔ اُس نے کہا یا امیر المومنین کاش آپ حکم کرتے کہ اس سے نرم طعام آپ کے واسطے پکایا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا جواب اسی آیت کے پڑھ دینے سے دیا۔ ایسے ہی ایک دفعہ یزید بن ابوسفیان کی نسبت سُن کر کہ وہ طرح طرح کے کھانے کھاتا ہے اُس کے کھانے پر پہونچے اور سادہ قسم کے کھانے سے پیٹ بھر کر اُس کے ساتھ کھالیا اور پھر اُس کو نصیحت اور ہدایت کی کہ رسول اللہ صلعم کے طریقے کے خلاف کرنے سے اُن سے چھوٹ جاے گا۔ غرض روٹی اور گوشت اور زیتون اور گھی اور دودھ۔ ترکاری اور سرکہ اور کھجور وغیرہ اُن کے کھانے کی کل چیزیں تھیں لیکن ایک وقت میں دو چیزیں کھانے پر کبھی نہیں کھاتے تھے اگر ایسا کھانا سامنے آتا تھا تو اُٹھوا دیتے تھے جیسے کئی دفعہ واقع ہوا۔ اصحاب رسول اللہ صلعم میں سے جو لوگ ایسی ہی سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اُن کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔ عمرو بن علیسی نے ایک دفعہ کہا کہ میں شوخ کپڑے کو کبھی نہ پہنوں گا اور رات کو نرم بستر پر نہ سوؤں گا اور تراشے گھوڑے پر کبھی سوار نہ ہوں گا اور اپنے پیٹ کو روٹی سے کبھی نہ بھروں گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سُنا تو فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ کے ہدی کی طرف دیکھنا چاہے وہ عمرو بن علیسی کو دیکھے [1]

ایک دن اپنے بیٹے عاصم کو گوشت کھاتے دیکھ کر اُس سے سوال کیا۔ اس نے کہا کہ گوشت کو میرا دل چاہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جس چیز کو تیرا دل چاہے گا تو اُسے ہی کرے گا۔ آدمی کا یہی اسراف ہے کہ جس چیز کو اُس کا دل چاہے وہی کھاے [2] اسلم اُن کا غلام بیان کرتا ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا دل تازہ مچھلی کو چاہتا ہے۔ یرفا کو مچھلی لینے کے واسطے بھیجا اور وہ کئی روز میں مچھلی خرید کر لایا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اُس کی سواری کے گھوڑے کو بہت تکلیف ہوئی ہے تو اپنی اس خواہش پر افسوس کیا اور وہ مچھلی نہ کھائی [3]

ایسی ہی سادگی سے آپ سفر کرتے تھے۔ کوئی سامان سفر کا نہیں ہوتا تھا عبداللہ بن

---

[1] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک [2] سیوطی۔ [3] سیوطی و ازالۃ الخفا۔

عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہین کہ مین حضرت عمرؓ کے ہم راہ حج کو گیا۔ وہ کبھی کوئی خیمہ یا چھولداری لگا کر نہین رہتے تھے۔ دھوپ کے وقت کبھی چادر اور کبھی چمڑا جس پر بیٹھا کرتے تھے درخت پر ڈال کر اُس کے سایے مین آرام لیتے تھے لہ

اپنی ضرورتون کے خود پورا کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ گشت کرتے ہوئے بازار سے خود خرید و فروخت کرلاتے تھے۔ اصبغ بن نباتہ کا قول ہے کہ گویا مین حضرت عمرؓ کو دیکھ رہا ہون کہ داہنے ہاتھ مین دُرہ ہے اور بائین مین گوشت لٹکائے ہوئے بازار سے گھر کی طرف جا رہے ہین[۲] ایک دن وہ اپنے اصحاب کے پاس دیر مین عشا کے وقت آئے تو لوگون نے دیر کا سبب پوچھا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مین نے اپنے کپڑون کو دھویا تھا جب وہ سوکھ گئے تو مین تمھارے پاس آیا[۳]۔

اس قسم کی کئی ایک روایتین اصحاب رسول اللہ اور لوگون نے حضرت عمرؓ کو رعب سے قوت اور اظہار عزت و شوکت وغیرہ کے خیال سے اس طرز زندگی کو بدلنے اور خوراک اور پوشاک اس سے بہتر استعمال کرنے کے واسطے کہا مگر حضرت عمرؓ نے ایسی صلاحون کو کبھی قبول نہ کیا۔ ہم ایک روایت اُن مین سے بیان کرین گے کہ ایک دن اصحاب رسول اللہ مین سے مہاجرین وغیرہ پچاس کے قریب جمع ہوئے اور آپس مین باتین کرنے لگے کہ اس شخص (حضرت عمرؓ) کے زہد اور سیرہ کو تم دیکھتے ہو کہ کس قسم کا ہے۔ اللہ نے اُس کے ہاتھ پر قیصر اور کسریٰ کی ولایتین اور مشرق و مغرب کے اطراف فتح کر دیئے۔ عرب او عجم کے قاصد اُن کے پاس آتے ہین اور اس جبہ کو جس مین بارہ پیوند لگے ہوئے ہین دیکھتے ہین۔ کاش تم لوگ اُن کو یہ صلاح دیتے کہ اس جبہ کے بجائے عمدہ نرم کپڑا پہنتے جس سے اُن کی شان و شوکت ظاہر ہوتی اور اُن کا دسترخوان ایسا وسیع ہوتا کہ صبح و شام انصار و مہاجرین اُن کے ساتھ کھانا کھاتے۔ سب نے تجویز کی کہ حضرت علیؓ سے اُن کو کہلوایا جائے حضرت علیؓ سے جب گفت و گو ہوئی تو اُنھون نے فرمایا کہ ازواج النبی سے کہو۔ وہ امہات المومنین

لہ ازالۃ الخفا و سیوطی [۲] ازالۃ الخفا [۳] ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔

ہین - اُن سے کہلوانا اچھا ہوگا - احنف بن قیس بیان کرتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ سے
درخواست کی گئی کہ وہ کہین حضرت حفصہ نے کہا کہ مین نہین خیال کرتی کہ وہ اس کو مانین مگر کہنے
مین کچھ ہرج نہین نتیجہ ابھی ظاہر ہو جاے گا - آخر یہ دونون اُن کے پاس گئین اور یہ ذکر کرنا
شروع کیا کہ رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کا زمانہ تو اس طرح گذر گیا کہ نہ اُنھون نے دنیا کا
ارادہ کیا اور نہ دُنیا نے اُن کا ارادہ کیا تمھارے ہاتھ پر خدا نے قیصر اور کسریٰ کے خزانے
کھول دیے ہین اور ملک فتح ہو گئے ہین - عرب اور عجم کے قاصد تمھارے پاس آتے ہین اور
یہ جُبہ جس مین بارہ پیوند لگے ہوئے ہین تمھارے اوپر دیکھتے ہین اچھا ہوتا کہ آپ اس کو
بدل دیتے اور باریک کپڑا پہنتے اور دسترخوان کو وسیع کرتے حضرت عمرؓ یہ باتین سُن کر رونے
لگ گئے اور پھر اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم بتاؤ کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی اپنی زندگی
مین گیہون کی روٹی دس دن یا پانچ دن یا تین دن بھی شکم سیر ہو کر کھائی ہو - یا ہمیشہ دونون
وقت کھانا میسر آیا ہو - اُنھون نے جواب دیا کہ نہین - پھر کہنے لگے کہ تم رسول اللہ کی زوجہ
اور امہات المومنین ہو - اور تمھارا سب مومنون پر اور خاص کر مجھ پر حق ہے - تم میرے پاس
آئین لیکن تم نے مجھے دنیا کی رغبت دی اور مین جانتا ہون کہ رسول اللہ اُون کا جبہ پہنا کرتے
تھے جس کی سختی سے کئی دفعہ اُن کا جسم چھل گیا - کیا تم اس کو نہین جانتی ہو - اُنھون نے جواب
دیا ہان - پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ کبھی نرم بستر پر نہین سوئے - کیا تمھارے گھر مین
کوئی فرش یا بچھونا بچھانے کے واسطے تھا - کیا چٹائی کے نشان اُن کے پہلوؤن مین نہین
پڑ جاتے تھے - اے حفصہ کیا تو نے ایک دفعہ نہین بیان کیا تھا کہ تو نے ایک دن کپڑے کو
دو تہ کر کے اُن کے نیچے بچھا دیا تھا اور وہ اُس کی نرمی کے سبب سے ایسے سو گئے کہ بلال
کی اذان کی آواز سے بیٹھے نہ اُٹھے اور تجھ کو فرمانے لگے کہ اے حفصہ تو نے آج کیا کیا کہ کپڑا
دوہرا کر کے بچھا دیا جس کے سبب سے مین صبح تک سوتا رہا اور فرمایا تھا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ
ہے اور نرم بستروں سے میرا کیا کام ہے - کیا تم نہین جانتین رسول اللہ مغفور من ذنبہ ما تقدم

وما تأخر تھے لیکن ہمیشہ بھوک اور بیداری اور رکوع وسجود اور گریہ وزاری اور عجز و نیاز بدرگاہ باری اور بے قراری مین رات دن گذرتی تھی۔ یہان تک کہ خدا نے اُن کو اپنی رحمت اور رضوان کی طرف بلا لیا۔ عمرؓ نہ کھاوے گا اور نہ پہنے گا۔ اُس کی حالت اُس کے دونون صاحبون کے مانند رہے گی۔ وہ ترکاریون مین سوائے زیتون کے جمع نہ کرے گا اور مہینے مین ایک دفعہ سے زیادہ گوشت نہ کھائے گا۔ غرض وہ دونون یہ سن کر چلی آئین اور اصحاب رسول اللہ کو یہ ماجرا سنا دیا۵۱

اسی طرح جب کبھی اس قسم کی صلاح اُن کو دی جاتی تھی تو وہ کہہ اُٹھتے تھے کہ مین سختی مین اپنے دو صاحبون کی طرح اس لیئے بسر کرتا ہون کہ شاید نرمی اور آرام مین خدا مجھ کو اُن کے ساتھ شریک کر دے ۵۲۔

حضرت عمرؓ اہل فوج کو دھوپ کھانے اور موٹا کپڑا پہننے کے سوا گھوڑون پر رکاب کے سہارے بغیر سوار ہونے کی ہدایت کیا کرتے تھے اور خود بھی اس کی پابندی کرتے تھے۔ گھوڑے کے کان تھام کر اُچک کر اُس کے اوپر جا بیٹھتے تھے۔

حسنؒ جب حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے تو کہا کرتے کہ خدا کی قسم وہ اسلام مین اول نہین تھے اور نہ نفقہ فی سبیل اللہ مین افضل تھے مگر یہ کہ وہ زہد فی الدنیا اور استحکام فی امر اللہ مین لوگون پر غالب آئے۔ خدا کے کامون مین وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈرتے تھے ۵۳

معاویہ کا قول ہے کہ ”نہ حضرت ابو بکرؓ نے دنیا کی خواہش کی اور نہ دنیا نے اُن کی خواہش کی حضرت عمرؓ کو دنیا چاہتی رہی مگر اُنھون نے اُس کی کچھ پروا نہ کی اور ہم لوگ دنیا مین پھنس گئے“ ۵۴

ابن عباس سے کسی نے حضرت ابو بکرؓ کی نسبت پوچھا۔ اُنھون نے جواب دیا کہ وہ کل کے کل خیر تھے اور حضرت عمرؓ کی نسبت پوچھا تو کہنے لگے کہ ”وہ ہوشیار پرندہ کی طرح تھے جو چارون طرف دام مین پھنس جانے سے ڈرتا رہتا ہو“ ۵۵

حضرت عمرؓ کی طبیعت مین جو سختی اور درشتی ابتدا مین پائی جاتی تھی اُس سے اُن کے اپنے

---

۵۱ ۱-۲-۳-۴-ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک۔ ۵۵-۵ سیوطی۔

زمانۂ خلافت مین بالکل مفقود ہوجانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اپنی طبیعت پر کس درجہ قابو
اور ضبط کی قدرت تھی۔ حضرت عمرؓ نے جس خطبہ کے ساتھ اپنی خلافت کو شروع کیا۔ اُس مین اُنھون
نے کہا کہ "اے خدا مین ضعیف ہون مجھے قوت دے اور مین سختی کرنے والا ہون مجھے نرمی دے
اور مین بخیل ہون مجھے سخی کر"[۵۱] اُن کے آغاز خلافت مین جو لوگ اُن کی سختی کی طرف
سے خوف ظاہر کرتے تھے اُس کو سُن کر اُنھون نے ایک خطبہ مین آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے
زمانہ مین اپنی سختی کے سبب کو جسے ہم بیان کر چکے ہین بیان کیا۔ اور اپنی خلافت مین نرمی کرنے
کا اطمینان دلایا۔ اور اُن کا تمام برتاؤ اُن الفاظ کے مطابق رہا۔ سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبد
الرحمن نے اُن کے اسی خطبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے کہ "خدا کی قسم عمرؓ نے وفا کی۔ وہ
سختی کے موقع پر سختی مین اور نرمی کے موقع پر نرمی مین زیادہ ہوئے" سرولیم میور کا قول
ہے کہ "نوجوانی مین وہ آتش مزاجی اور بے صبر طبیعت کے سبب سے مشہور تھے اور نیز پیغمبر
صلعم کے پچھلے دنون مین بھی وہ بدلہ اور سزا کے تند اور سخت وکیل تھے تلوار کو نیام سے نکالنے
کے واسطے ہمیشہ تیار رہتے تھے اور یہی تھے جنھون نے بدر مین تمام قیدیون کے قتل کر دینے
کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن عمر اور اپنے عہدہ کے بوجھ نے اُن کی طبیعت کی سختی کو نرم کر دیا تھا"[۵۲]
حضرت عمر کی طبیعت کی نرمی اور مساکین اور محتاجون کی مدد کرنے مین مصروف رہنے اور تواضع کرنے
کے واقعات اور مثالین بیان ہو چکی ہین اور اور بھی اس قسم کے واقعات ہین کہ مثلاً ایک دن ایک
اپاہج معذور شخص کو دیکھ کر اُس کی کیفیت دریافت کرنے بیٹھ گئے اور اُس کی معذوری اور حال کو
دیکھ کر رو دئے اور اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ مگر ہم اب اس باب کو ایسے واقعات سے طوالت نہین دینا
چاہتے۔ عام طور پر احسان اور مروت کرنے کے واقعات بھی بیان ہوئے ہین کہ ایک دفعہ اُن
کے رشتہ دارون مین سے کسی شخص نے اُن سے بیت المال سے کچھ مانگا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے
جھڑک دیا اور کہا کہ شاید تو چاہتا ہے کہ خدا کے سامنے مین خائن بن کر جاؤن مگر اپنے مال سے

---

[۵۱] ازالۃ الخفا سیاست [۵۲] انلس آف خلافت ص ۲۴۴۔

اُس کو دس ہزار (یا ایک ہزار) درہم دیے [۱]۔ اسی طرح اسید بن حضیر کا جب انتقال ہوا تو وہ حضرت عمرؓ کے واسطے ایک تحریری وصیت چھوڑ گیا۔ اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ چار ہزار کا مقروض ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کھجوروں کا باغ چار سال کے واسطے چار ہزار کے عوض میں گرو کرکے اُس کا قرضہ ادا کر دیا [۲]۔ ایسی ہی وہ فیاضی بھی کرتے تھے مگر اُن کے ساتھ جو درحقیقت مستحق ہوتے تھے اور اس کی بہت سی مثالیں گذر چکی ہیں۔ غصہ آتا تھا تو اُس کو دور کرتے تھے۔ ایک دن غصہ میں آئے تو پانی مانگا اور ناک میں ڈالا اور کہنے لگے کہ غضب شیطان ہے اور اسی طرح دور ہوتا ہے [۳]۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت سے گو ابتدائی سختی اور تندی جاتی رہی تھی مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سوائے نرمی کے کچھ نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کہ جہاں سختی مناسب ہوتی تھی سختی اور جہاں نرمی واجب ہوتی تھی وہاں نرمی کرتے تھے۔ اُن کا رعب جیسا کہ بادشاہ اور معلم وغیرہ کا ہونا چاہیئے دلوں میں موجود تھا۔ یہ مشہور ہے کہ لوگ اور کی تلوار سے اتنا نہیں ڈرتے تھے جتنا کہ اُن کے دُرے سے ڈرتے تھے جس کو انھوں نے ہی سب سے اول بنایا تھا۔ انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ "درہ ہاتھ میں لیئے وہ مدینہ کے کوچوں اور بازاروں میں پھرتے تھے اور واردات کے موقع پر ہی مجرم کو سزا دینے کو تیار رہتے تھے۔ اور یہ بات ضرب المثل ہوگئی کہ حضرت عمرؓ کا دُرہ دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے" مگر باایں ہمہ وہ رحم دل تھے اور یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے اور حاجت روائی کرنے کے بے شمار حالات بیان کیئے گئے ہیں" [۴]۔ اصل یہ ہے کہ اُن کا رعب اور جلال یہ کچھ مصنوعی بھی نہیں تھا کہ بدلنے سے بدل سکتا۔ یہ اُن کی صورت سے قدرتی طور پر نمایاں تھا چنانچہ سفر شام میں جب آپ اسقف پادری کے گھر میں ٹھہرنے کے واسطے جا رہے تھے تو اُس نے دیکھ کر حضرت عمرؓ کو پہچان لیا کہ یہی امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تو نے مجھ کو کیونکر

---

[۱] طبری و ازالۃ الخفا۔ [۲] ازالۃ الخفا۔ [۳] ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔ [۴] انلس آف خلافت صفحہ ۲۸۵

پہچانا - حالانکہ تونے کبھی مجھ کو دیکھا نہ تھا - اُس نے جواب دیا کہ اس ہیبت سے جو آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے [1] ایک اور واقعہ جو مختلف طرح سے بیان کیا جاتا ہے اس کی عمدہ مثال ہے کہ قیصر روم نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک سفیر بھیجا اور بعض روایات مین ہے کہ اُن کو قتل کرنے کی غرض سے جبالہ کے بھکانے سے ایک شخص بھیجا - وہ سمجھا کہ ایسے زلزلہ کا شخص ہے تو اُس کی کوئی بڑی بارگاہ ہوگی - یہان مدینہ مین آکر دیکھا تو رہنے کا جھونپڑا تک ٹھیک نہین ہے اور امیر المومنین ہین کہ اُن کا کہین پتہ نہین ملتا - آخر ایک بڑھیا نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی فلان نخلستان مین چھوڑے چلی آتی ہون سفیر نے جا کر دیکھا تو واقعی ایک درخت کے تلے پڑے سوتے ہین - جاگے تو اپنا مطلب عرض کرنا چاہا - مگر مارے ہیبت کے نہ قدم آگے کو اُٹھتا تھا اور نہ بات مُنھ سے نکلتی تھی - سر سے پانون تک کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا

ہیبت حق است این از خلق نیست — ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

آپ ہنستے کم تھے جو رعب و ہیبت کی ایک یہ بھی خاصیت تھی اور تعریف کو پسند نہ کرتے تھے ایک دن ایک شخص نے اُن کی تعریف کی تو کہنے لگے کہ کیا تو مجھے اور اپنے نفس کو ہلاک کرتا ہے - حضرت عمرؓ کے ارادے کی مضبوطی اور نیکی کرنے اور نیکی کرانے اور نیکی کی تعلیم کرنے کی مضبوط قوت نے اُن کی نسبت کہلایا ہے کہ شیطان اُن سے عاجز رہتا ہے اور جس راستہ سے وہ جاتے ہین شیطان اُس راستہ سے نہین گذرتا - اُن کی اس عجیب و غریب قوت کے تصور نے لوگون کے دلون پر عجیب اثر کیا ہے کہ جن لوگون کو رات کو بُرے خواب آتے ہین وہ شیطان کو ڈرانے کے واسطے اُن کا نام اپنی چھاتی پر اُنگلی سے سوتے وقت لکھتے ہین اور اس یقین سے بُرے خوابون سے محفوظ رہتے ہین -

حضرت عمرؓ کا زہد تقویٰ اور عبادت اور خدا ترسی اُنھین کے ساتھ خاص ہے ادائے فرائض [illegible] ہدایت کرنے والے ہوگی - ایک دفعہ مغرب کی نماز قضا ہو جانے

---

[1] طبری صفحہ ۲۷۹

مین اس کے عوض مین ایک غلام آزاد کیا ۱؎

سعید بن مسیب کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ آدھی رات کی نماز کو محبوب سمجھتے تھے ۲؎ زید بن اسلم کے باپ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو جس قدر ہو سکتا تھا نماز پڑھتے تھے جب آخر رات ہوتی تو اپنے اہل کو بھی نماز کے لیئے جگاتے اور الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر ان کو پکارتے اور یہہ آیت پڑھتے

وامر اہلک بالصلوٰۃ واصطبر علیہا لانسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقویٰ

جس رات آپ زخمی ہوے ہین صبح کی نماز کے واسطے اٹھے اور کہنے لگے کہ جو شخص نماز کو ترک کرے اس کو اسلام سے کچھ حظ حاصل نہین ہے۔ اس کے بعد نماز پڑھی اور زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ صبح کی نماز مین جماعت کے لیئے حاضر ہونا مجھے تمام رات کھڑے رہنے سے زیادہ محبوب ہے ۳؎

جب رمضان کا مہینا آتا تو آپ کو نہایت خوشی ہوتی اور کہتے کہ پاک اور پاک کرنے والے کو مرحبا۔ یہ کل کا کل خیر ہے ۴؎ عبد اللہ بن عمرؓ راوی ہین کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے دو سال پے در پے روزے رکھے ۵؎

زمانۂ خلافت مین ہر سال آپ حج کے واسطے جاتے تھے صرف اپنی خلافت کے پہلے سال مین عراق اور شام کے خدشون کے سبب سے نہین جا سکے۔ تین دفعہ عمرہ کے واسطے گئے ۶؎ آپ کہا کرتے تھے کہ جاڑا عبادت کرنے والے کے واسطے غنیمت ہے اور جب رات کو کھڑے ہوتے تو کہتے خدایا تو میرے درجے کو دیکھتا ہے اور میری حاجت کو جانتا ہے تو ہی میری حاجت روائی کر تاکہ مین فلاح اور آرام پاؤن اور میری دعائین مقبول ہون۔ پہلے بھی تو نے مجھے معاف کیا اور رحم کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد دعا مانگتے کہ خدایا دنیا مین کوئی چیز قائم رہنے والی نہین ہے اور نہ کوئی حالت برقرار رہنے والی ہے۔ خدایا تو مجھے ایسا کر دے کہ مین اس مین علم کے

۱؎ و ۲ - ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک توبہ - ۳؎ ۴ - ۵ - ازالۃ الخفا - ۶؎ انلس آف خلافت صفحہ ۲۶۲۔

ساتھ بولون اور حلم کے ساتھ خاموش رہون۔ خدایا مجھے بہت دنیا نہ دے کہ شاید مین سرکش ہو جاؤن اور نہ بہت تھوڑی کہ شاید تجھے بھول جاؤن۔ پس تھوڑی ہو اور کافی ہو اس سے بہتر ہے کہ زیادہ ہو اور لہو مین ڈالے [۱]

خوف خدا سے ہر وقت کانپتے اور ڈرتے اور گریہ وزاری کرتے تھے۔ اکثر اوقات آپ معصوم بچون کو پکڑ کر کہتے کہ تم میرے لیئے خدا سے دعا مانگو [۲] حضرت علی اور امام حسن اور امام حسین کے پاس کھڑے ہوئے ایک دن رونے لگ گئے کہ معلوم نہین مین نے امت رسول اللہ پر حکومت کرنے مین برا کیا ہے یا بھلا کیا ہے [۳] حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر اپنے ورد مین رویا کرتے تھے یہان تک کہ منھ کے بل گر پڑتے تھے اور کئی دن تک گھر مین مریض رہتے تھے [۴] ایک دفعہ انھون نے سورہ اذا الشمس کو پڑھا جب **واذا الصحف نشرت** تک پہونچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کئی روز تک بیمار رہے [۵] ایک دن ایک شخص کے مکان کے پاس سے گذرے جو نماز مین سورہ طور پڑھ رہا تھا حضرت عمرؓ سننے کے واسطے کھڑے ہو گئے جب وہ ان عذاب ربک لواقع پر پہونچا تو یہ اپنی سواری سے اتر پڑے اور بے ہوشی مین اُس کی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ آخر اپنے گھر ہو پہنچے جہان ایک مہینہ تک بیمار رہے۔ لوگ اُن کی بیمار پرسی کو آتے تھے مگر کسی کو بیماری کا سبب نہین معلوم ہوتا تھا [۶]

عبداللہ بن عیسی بیان کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے چہرے پر رونے کے باعث دو کالے داغ پڑ گئے تھے [۷] انس بیان کرتے ہین کہ مین نے دیوار کے پیچھے سے حضرت عمرؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ اے واہ عمرؓ خطاب تو امیر المومنین ہے واللہ اے ابن خطاب تو خدا سے ڈرتا رہیو ورنہ اللہ تجھے عذاب دے گا [۸] عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہین کہ مین نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک تنکا زمین پر سے اٹھا لیا اور کہنے لگے کہ کاش مین یہ تنکا ہی ہوتا اور کاش میری مان مجھے نہ جنتی [۹] ایک دفعہ ایک سائل نے آکر کپڑے کا سوال کیا حضرت عمرؓ نے کہا اگر مین نہ دون تو کیا

---

[۱]-۲-۳-۴-۵-۶- ازالۃ الخفا [۷] ازالۃ الخفا و سیوطی۔ [۸]-۹- سیوطی۔

اُس نے جواب دیا کہ مین چلا جاؤن گا حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر کیا ہوگا۔ اُس نے جواب دیا کہ

تکون عن حالی لتسئلنہ	پھر یہ ہوگا کہ میرے حال سے تجھ سے سوال ہوگا۔
یوم تکون الاعطیات جنہ	جس دن کہ صدقات ڈھال بنین گے۔
والوقف المسئول بینہ	اور مسئول سوچتا ہوگا کہ
اما الی نار واما الی جنتہ	مین دوزخ کی طرف جاؤن یا بہشت کی طرف۔

حضرت عمرؓ اس جواب کو سُن کر رو پڑے اور اُسے کپڑا دے کر رخصت کیا۔ دنیا کی بے ثباتی کا خیال کسی وقت آپ کو بھولتا نہ تھا۔ ایک دفعہ حج مین جاتے ہوئے ضجنان کے جنگل مین اپنے بچپن کے دنون کو یاد کیا اور اپنی موجودہ ذمہ داریون کا خیال کیا اور یہ اشعار پڑھنے لگے

لا شیٔ مما تری تبقی بشاشتہ	کوئی چیز ایسی نہین جس کی تازگی باقی رہتی دیکھی جائے
یبقی الالہ ویودی المال والولد	اللہ باقی رہے گا اور مال اور اولاد سب فنا ہو جائین گے
لم تغن عن ہرمز یوما خزائنہ	ہرمز سے اُس کے خزانون نے ایک دن بھی موت کو نہ ٹلایا
والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا	اور عاد نے ہمیشہ رہنے کا ارادہ کیا پس وہ نہ رہ سکا۔
ولا سلیمان اذ تجری الریاح لہ	اور نہ سلیمان جب کہ ہوائین اُس کے تابع جاری ہوتی تھین
والانس والجن فیما بینہا یرد	اور نہ آدمی اور جن جو اُس کے آگے رہتے تھے
این الملوک التی کانت منازلہا	وہ بادشاہ کہان ہین جن کی منزلون مین
من کل اوب الیہا راکب لغد	ہر ایک طرف سے سوار آیا کرتے تھے
حوض ہنالک مورود بلا کذب	یہان ایک حوض ہے جس پر ضرور وارد ہوتا ہے
لابد من ورده یوما کما وردوا	اُس پر اُترنے سے کسی کو چارہ نہین جب سے وہ اُس میں اُترے۔

حضرت عمرؓ کی مہر پر یہ عبارت کندہ تھی ۔ ”کفی بالموت واعظا یا عمرؓ“۔ ایک انگریزی مورخ نے اُن کی خلافت کی مہر کا کندہ حضرت اُن کا نام یون لکھا ہے۔

حضرت عمرؓ کی اس سخت اور درشت اور ڈرانے والی صورت کے نیچے ایک دل تھا جو خوف خدا اور خدا اور رسول کی محبت مین پگھلا اور گھلا ہوا تھا۔ آن حضرت کے مبارک زمانے کی یاد اور اُن کی یادگارون کا دیکھنا اور سُننا اُن کی آنکھون سے خون کے آنسو نکال لاتا تھا۔ دوسرے سفر شام کا ایک واقعہ پڑھ کر تمام محبت والے دل بھر آتے ہین کہ جب حضرت عمرؓ شام سے روانہ ہونے لگے تو اصحاب نے کہا کہ حضرت بلال سے جو شام مین جا رہے تھے اور آن حضرت صلعم کی وفات کے بعد اُن کی اذان سُننے کا کبھی اتفاق نہین ہوا تھا اذان کہلوائین۔ موذن رسول اللہ نے جب اپنی مشہور بلند آواز سے اذان کہنی شروع کی تو آن حضرت صلعم کے زمانہ امامت کا نقشہ اور سمان سب کی آنکھون کے سامنے پھر گیا۔ اُن جنگ جُو بہادرون اور شیر دل لوگون کے دل پانی کی طرح پگھل گئے اور بچون کے مانند اس طرح ڈاڑھین مار مار کر روئے اور وہ گریہ و زاری اور نالہ و بکا کیا کہ اُس کی کیفیت نہین بیان ہو سکتی حضرت عمرؓ کے واسطے تو گویا قیامت ہی آگئی اور بالکل بے ہوش ہو گئے[۱]

عجب اور تکبر کے خیال کو تو وہ اپنی روح کا برباد کر دینے والا سمجھتے تھے اور عجیب طرح سے اپنے نفس کی ذلت کرتے تھے۔ زید بن ثابت حضرت عمرؓ کے منشی نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنے کندھے پر پانی کی مشک اُٹھائے ہوئے لوگون کے درمیان سے جا رہے ہین۔ اُن کی اس حرکت سے تعجب ہوا اور پاس جا کر کہنے لگے یا امیر المومنین۔ حضرت عمرؓ نے کہا چپکا ہو جا مین تجھے بتا دون گا۔ ایک بڑھیا کے گھر جا کر وہان سے جب لوٹ کر گھر آئے تو زید نے پھر پوچھا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تیرے جانے کے بعد میرے پاس روم اور فارس کے قاصد آئے تھے اور کہنے لگے کہ اے عمر تیری نیکی اللہ کے واسطے ہے اور لوگ تیرے علم و فضل اور عدل پر متفق اللسان ہین۔ جب وہ چلے گئے تو مین نے دیکھا کہ میرے مین اس سے تکبر اور غرور داخل ہو رہا ہے تب مین اُٹھ کھڑا ہوا اور نفس کے ذلیل کرنے کے واسطے کیا جو کچھ کیا[۲] اسی طرح ایک دن اپنی گردن پر پوستین ڈالے ہوئے نکلے لوگون

[۱] طبری صہ ۲۴۰۹ دانلس آف خلافت صہ ۲۲۸۔ [۲] ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔

نے سبب پوچھا تو بتایا کہ میرے نفس مین عجب داخل ہوا تھا مین نے اُس کو ذلیل کرنا چاہا ؎۱ اور
عجیب و غریب واقعات اس قسم کے بیان ہوئے ہین کہ تکبر کے خیال کو دور کرنے کے واسطے وہ
کس کس طرح سے اپنے نفس کی تذلیل کرتے تھے

ہر رات کو حضرت عمرؓ اپنے نفس سے حساب کرتے تھے کہ آج کے دن مین نے کچھ نہین کیا۔
فلان کام کیا۔ فلان کام کیا۔ اپنی غلطیون پر اپنے آپ کو خود سزا دیتے تھے اور اپنی پیٹھ پر درّہ
مارتے تھے۔ جب کوئی شخص اُن کو کہتا کہ خدا سے ڈر تو اُس کا شکریہ ادا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ
خدا اُس کا بھلا کرے جو ہمارے عیب ہم پر ظاہر کردے ؎۲ ۔ اور لوگون سے عیوب دریافت
کرتے رہتے تھے۔ اور مسلمانون مین جو لوگ صاف گو نڈر تھے اور حق کہنے کی جرات کرتے تھے اُن
کے ہونے پر خدا کا شکر کرتے تھے ؎۳ حضرت علی کا قول ہے کہ جب صالحین کا ذکر ادے تو عمرؓ
کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے ؎۴

حضرت عمرؓ کو غصہ آنے کی حالت مین اُن کا غصہ فرو کرنے کی ایک عمدہ تدبیر کلام الٰہی اُن کے
سامنے پڑھ دینا تھا۔ جو اُن پر ایک برقی اثر کرتا تھا ایک دفعہ حر بن قیس کا چچا حر کے پاس آیا اور
کہنے لگا کہ مجھے حضرت عمرؓ کے پاس لے چل۔ حر نے کہا مجھے خوف ہے کہ تو وہان جا کر کوئی نامناسب
بات کہ دے۔ اُس نے کہا مین ایسا نہین کرون گا۔ مگر حضرت عمرؓ کے پاس جا کر وظائف دیتے ہین
اُن کی بے انصافی کی شکایت کی جس سے حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور اُس کے ساتھ سختی کرنے کا
ارادہ کیا۔ حر نے کہا یا امیر المومنین خدا فرماتا ہے۔ خذ العفو وأمر بالمعروف واعرض عن الجاہلین
حضرت عمرؓ اس کو سُنتے ہی خاموش ہوگئے ؎۵ ایسے اور بھی واقعات ہین۔ ابن عمرؓ کا قول ہے
کہ مین نے کبھی حضرت عمرؓ کو ایسا غضبناک نہین دیکھا کہ اُن کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے یا خدا
سے ڈرایا جائے اور کوئی آیت پڑھی جائے کہ وہ اپنے ارادے سے باز نہ رہے ہون ؎۶

؎۱۔۲و۳۔ ازالۃ الخفا تصوف وسلوک۔ ؎۴ سیوطی۔ ؎۵ ازالۃ الخفا کلمات صر ۲۰
؎۶ سیوطی۔ ازالۃ الخفا موافقات صر ۱۶۵۔

بلال نے ایک روز اسلم سے پوچھا کہ تم حضرت عمر کو کیا جانتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ اور آدمیون سے وہ بہتر ہین مگر غصہ کی حالت مین پناہ بخدا۔ بلال نے کہا کاش غصہ کی حالت مین تو اُن کے سامنے قرآن پڑھتا اور اُن کا غصہ فوراً فرو ہو جاتا ؂۱

حضرت عمرؓ کی ذہانت اور حاضر جوابی کا ایک واقعہ بیان کرنے کے لائق ہوگا۔ کہ ایک دن ایک یہودی اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے خداوند تعالی کے اس قول کو پڑھا ہے سارعو الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض۔ تو زمین و آسمان جب عرض جنت مین آ گئے تو دوزخ کہان گیا۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول اللہ کو کہا کہ اس کو جواب دو مگر سب خاموش رہے۔ تب حضرت عمرؓ نے یہودی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو دن کو دیکھتا ہے جب دن آتا ہے تو کیا وہ زمین و آسمان کو نہین بھر دیتا۔ اس نے کہا ہان حضرت عمر نے پوچھا اُس وقت رات کہان جاتی ہے۔ اس نے جواب دیا جہان اللہ چاہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا پس دوزخ کو بھی جہان اللہ چاہے یہودی نے تسلیم کیا اور خاموش ہو گیا ؂۲

حضرت عمرؓ اصحاب رسول اللہ کی اُن کے مراتب کے موافق عزت اور تعظیم و تکریم کرتے تھے اور جیسا مناسب ہوتا تھا اُن سے سلوک کرتے تھے اور اُن کے مدارج کو نگاہ رکھتے تھے۔ اس کے متعلق واقعات بیان کرنا طوالت ہو گی۔ اُن کی وفات پر آپ نہایت درد اور رنج سے رویا کرتے تھے اور اسلامی اخوت کا حق ادا کرتے تھے۔ تمام متبرک اور مقدس مقامات کی تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ مکہ مین ایک گناہ کرنا کہین باہر ستر گناہ کرنے سے برا ہے۔ یورشلم مین عیسائیون کے مقدس مقامات پر جن کا تقدس اسلام نے بھی ملحوظ رکھا تھا اُنھون نے اُن کی عزت و عظمت کو بخوبی ظاہر کیا۔ شام مین اور ایران مین جہان کہین مقدس مکانات تھے اُن کی حفاظت اور درستی کا حکم دیا۔ شہر سوس مین جو ایران مین فتح ہوا تھا حضرت دانیال کی قبر تھی حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تعظیم کے ساتھ اُس کو قائم رکھا جائے اور بقول سر ولیم میور کے آیندہ

؂۱ و ۲۔ سیوطی۔ ازالۃ الخفا موافقات صر ۱۶۵۔

نسلوں کی پاک حفاظت سے تیرہ سو برس کے تغیرات اور انقلابوں سے محفوظ کردہ مقبرہ دریا کے کنارے پر آج تک موجود ہے [1]۔

افسوس ہے کہ اب ہم اس زمانے کے قریب پہونچ گئے ہیں جب کہ دنیا کے اپنی قسم کے بے نظیر شخص اور ایک ایسے اسلامی وجود کو جس پر کہ اسلامی دنیا حضرت سرور کائنات کے بعد بجا فخر کر سکتی ہے دنیا سے رخصت ہوتا دیکھیں وہ لوگ جنھوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے کی خلافت کی ترقیوں اور اسلامی دنیوی عروج کو جس کے ساتھ ساتھ کہ باہر کی دنیا اسلام کی برکتوں اور رحمتوں سے بھی فیض یاب ہوتی جاتی تھی نظر تامل سے دیکھا ہے اور جن کو معلوم ہے کہ وہ اندرونی امن و اطمینان جو حضرت عمرؓ کی بے نظیر قوت انتظامی کا نتیجہ تھا پھر اس غرض کے واسطے کہ اس سے ایسے ہی عمدہ نتائج حاصل کیے جائیں پھر کبھی نہیں حاصل ہوا۔ وہ اس ناگہانی پر الم حادثہ پر جو اسلام کی ترقیوں کے سلسلہ کو پہونچا اور اس ناقابل تلافی نقصان پر سخت رنج اور غم کرے گا۔ حضرت عمرؓ کو اگر عمر طبعی تک زندہ رہنا بھی نصیب ہوا ہوتا تو اسلامی ترقیوں کو ہم اسی نسبت سے بہت بڑھے ہوئے درجے پر دیکھتے اور ہر ایک بشر کے ضروری انجام کا خیال ان کی وفات پر افسوس کرنے والے کو تسلی دینے والا ہوتا مگر ان کی اس بے وقت وفات پر درحقیقت صبر کرنے سے صبر بھی نہیں آتا۔

انگریزی مورخ اس درد انگیز واقعہ کے بیان کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے کہ "حضرت عمرؓ کی خلافت کو یہ گیارھواں سال تھا اور اگرچہ ان کی عمر پچپن سال کی (اور ایک اور روایت کے موافق ساٹھ سے اوپر) تھی۔ لیکن وہ توانا اور اپنی عظیم اور وسیع ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں جوان کو سپرد کی گئی تھیں ویسے ہی پرجوش ہوشیار اور مستعد تھے۔ تیئیسویں سال ہجری کے آخری مہینے میں اپنے معمول کے موافق انھوں نے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور اس موقع پر ازواج رسول اللہؐ کو ہمراہ لے جا کر سالانہ حج ادا کیا۔ مدینہ کو واپس آتے ہوئے ان کو صرف چند ہی روز گذرے تھے کہ ان کی حکومت ایک الم ناک اور غم گین اور بے وقت انجام کو پہونچ گئی [2]۔

[1] او [2]۔ انلس آف خلافۃ صفحات ۲۵۲ و ۲۷۸۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے ایک ہفتہ یا کچھ کم و بیش روز پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک مرغی نے اُن کو دو تین ٹھونگین مارین۔ ایک اور امر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعب الاحبار نے اپنے توریت کے علم کی بنا پر حضرت عمرؓ کو تین روز پہلے بتا دیا کہ آپ کا انجام آن پہونچا ہے مگر اس روایت کی صحت پر یقین کرنا مشکل ہے۔ شاید اُس کو اُس سازش کا شبہہ کچھ پہلے سے ہو گیا ہو جو ان کی بیش بہا زندگی کو بے وقت ختم کر دینے کے واسطے کی جا رہی تھی اور اُس نے اُن کو اپنی حفاظت کے واسطے ہوشیار کر دیا ہو۔

آپ کی شہادت کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ فیروز نام ایک ایرانی غلام کو جو عام طور پر ابو لولو کے نام سے مشہور تھا مغیرہ عراق سے لایا تھا۔ بچپن مین وہ رومی عیسائیون کے ہاتھ مین گرفتار ہو کر غلام بن چکا تھا اور عیسائی ہو گیا تھا۔ اب مغیرہ کی غلامی مین وہ مدینہ مین بڑھئی کا پیشہ کرتا تھا اور اُس کی آمدنی سے مغیرہ حصہ لیتا تھا۔ ایک دن بازار مین وہ حضرت عمرؓ سے ملا اور اُن سے کہنے لگا کہ یا امیر المومنین آپ میرا انصاف کرین کہ مغیرہ مجھ سے بہت زیادہ رقم لیتا ہے جس کو مین نہین ادا کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کتنی؟ اُس نے جواب دیا دو درم روزانہ۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تو کام کیا کرتا ہے۔ اُس نے کہا بڑھئی۔ لُہار اور نقاش کا کام کرتا ہون۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایسے ہوشیار کاریگر کے واسطے یہ کچھ زیادہ نہین ہے۔ حضرت عمرؓ نے اُس سے یہ بھی کہا کہ مین نے سُنا ہے کہ تو ایسی چکی بناتا ہے جو ہوا سے چلتی ہے۔ اُس نے کہا ہان۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایسی چکی ہمارے لیئے بنا دے۔ اُس نے مُنھ بگاڑ کر جواب دیا کہ اگر زندہ رہے تو ایسی چکی بنا دون گا جس کی شہرت مشرق سے مغرب تک ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور حضرت عمرؓ نے دل مین کہا کہ یہ مجھ کو دھمکی دے گیا ہے۔

دوسرے دن کی صبح کو نماز فجر کے واسطے جب مسجد مین لوگ جمع ہوئے تو ابو لولو بھی کہین انھین مین مل کر بیٹھ گیا اور جب حضرت عمرؓ امامت کے لیئے کھڑے ہوئے تو وہ پہلی صف مین نمازیون مین کھڑا ہوا۔ حضرت عمرؓ صرف تکبیر کہنے پائے تھے اور بعض روایت کے بموجب ایک رکعت نماز

بڑھ کر کھڑے ہوئے تھے کہ ابولولو نے دفعۃً آگے بڑھ کر اُن پر حملہ کیا اور ایک تیز دُو رُخے خنجر سے چھ جگہہ یا تین جگہہ پر زخم لگائے اور بھاگتے ادھر اُدھر اور کئی آدمیون کو زخمی کر ڈالا اور آخر اپنے آپ کو اُسی خنجر سے مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ گر گئے تھے۔ اُٹھا کر اُن کو گھر لے گئے۔ اُنھون نے عبد الرحمن بن عوف کو نماز پڑھا دینے کو کہا۔ زخم سینے کی کوشش کی گئی پٹ باندھ دیا گیا۔ مگر زندگی کی امید منقطع ہو چکی تھی۔

حضرت عمرؓ کے اس طرح ایک ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جانے سے ایک اور بڑا نقصان یہ ہوا کہ وہ اپنے جانشین کی نسبت کچھ فیصلہ نہ کر سکے۔ اُن کو ہمیشہ اس بات کی فکر رہتی تھی اور سوچتے تھے کہ کس کو اپنا جانشین موسوم کرین۔ مگر کوئی آخری فیصلہ وہ نہین کرنے پائے تھے۔ اور اس وقت بھی وہ اپنے فیصلے پر بھروسہ نہین کر سکے۔ اُنھون نے چھ اصحاب حضرت علی اور حضرت عثمان۔ طلحہ اور زبیر اور عبد الرحمن بن عوف اور سعد کو موسوم کیا کہ وہ اپنی متفقہ راے سے ایک شخص کو خلافت کے واسطے تجویز اور منتخب کر لین۔ طلحہ اُس وقت مدینے مین موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر وہ تین دن تک آ جائے تو اُس کو شریک مشورہ کر لینا ورنہ پانچون ہی بیٹھ کر فیصلہ کر لینا۔ تا انفصال امامت کے واسطے صہیب کو نامزد کیا۔ اس مین نہایت دانشمندی تھی کیونکہ اگر انھین بزرگون مین سے کسی شخص کو امامت کے واسطے کہتے تو اُس کی نسبت یہ خصوصیت فیصلہ پر اثر ڈالنے کو پیدا ہو جاتی جیسے کہ حضرت ابوبکرؓ کے معاملے مین ہوا تھا۔ اسی سبب سے اُنھون نے ایک ایسے شخص کو امامت کے واسطے کہا جس کو خلافت کے خیال سے کچھ تعلق نہ تھا۔ ان پانچون اصحاب کو انتخاب کے لیے موسوم کرنے کے بعد اُن کو باری باری سے وصیت کی اور انتخاب کرنے کی ذمہ واری اور اپنے قبیلہ کی رعایت کرنے کے خیال کے خطرے سے اُن کو آگاہ کیا۔ حضرت علیؓ سے کہا کہ اللہ سے ڈرنا اور اگر لوگون کے امور سے کسی چیز کا والی ہو تو بنی ہاشم کو اُن کا والی نہ بنانا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کو کہا کہ اپنے اقربا اور قبیلہ کے لوگون کو ترجیح نہ دینا۔ اُن کی وصیتین مختلف اور مختلف طرح سے بیان کی گئی ہین۔ جاریہ بن قدامہ سعدی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر نے پہلے اصحاب

رسول اللہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ پھر انصار پھر اہل شام اور پھر اہل عراق کو۔ لوگ اُن کے پاس جاتے تھے اور روکر اور اُن کی صفت کہ کر چلے آتے تھے۔ سب کے آخر ہم گئے دیکھا کہ اُن کا پیٹ سیاہ چادر سے بندھا ہوا ہے اور خون ٹپک رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہمین وصیت کیجئے تو فرمانے لگے کہ "کتاب اللہ پر عمل کرنا۔ اگر تم اس کا اتباع نہ کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور مہاجرین کے واسطے تم کو وصیت کرتا ہون کہ لوگ بہت ہین اور وہ تھوڑے ہین اور انصار کی بھی وصیت کرتا ہون کہ وہ دین کا گھر ہین اور اعراب کی بھی وصیت کرتا ہون کہ تمھارا اصل اور مادہ ہے اور اہل ذمہ کی بھی وصیت کرتا ہون کہ وہ تمھارے نبی کا طریق اور تمھارے کنبون کا رزق ہے" مسور بن مخرمہ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب کہ اُن کی ایک اُنگلی زخمی تھی۔ مین نے کہتے ہوے سنا کہ "اے قریش کے لوگون ہین تم پر لوگون سے کچھ خوف نہین کرتا۔ تم سے لوگون پر خوف کرتا ہون تمھارے درمیان مین دو چیزین چھوڑ چلا ہون جب تک اُن کو لازم سمجھوگے نیکی کو پہونچوگے حکم اور تقسیم ہین فیصلہ اور انصاف کرنا اور تمھارے مین مین؛ و شتون کی قطار کی روش چھوڑ چلا ہون۔ خبردار کوئی قوم ٹیڑھی نہ ہو جاے ورنہ وہ روش بھی ٹیڑھی ہو جاے گی" غرض جو وصیت اُنھون نے اپنے جانشین کے واسطے کی اُس کا ماحصل خوف خدا۔ انصار کی خاطرداری اور اعراب کی حق شناسی اور اہل ذمہ کے ساتھ حسن سلوک۔ اُن کے معاہدون کو پورا کرنا۔ اُن کی حفاظت کرنا۔ اُن کے دشمنون سے لڑنا اور برداشت سے زیادہ اُن کو تکلیف نہ دینا تھا" اس کے بعد وہ ناطاقتی سے تھوڑی دیر کے واسطے خاموش ہوگئے۔ اور پھر اپنے بیٹے عبداللہ سے پوچھا کہ مجھے کس نے زخمی کیا جب معلوم ہوا کہ ابولولو نے کیا ہے تو فرمایا کہ الحمد للہ وہ ایسا شخص نہ تھا جو خدا کی عبادت کے واسطے جھکا ہو یعنی غیر مسلمان کے ہاتھون سے شہید ہوا ہون۔ پھر عبداللہ کو کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس جاکر اُن سے اجازت مانگو کہ مجھے اپنے حجرے مین آنحضرت صلعم کے پہلو مین دفن کیے جانے کی اجازت دین اور کہا کہ اگر وہ اجازت نہ دین تو مسلمانون کے قبرستان بقیع مین مجھے دفن کردینا۔ حضرت عائشہ نے اگرچہ کہا کہ حجرے مین ایک ہی قبر کی اور جگہ تھی جو مین نے اپنے لیئے رکھ چھوڑی تھی مگر حضرت عمر کا وہان

دفن کیا جانا منظور کر لیا۔ آخر تک حضرت عمرؓ نے اپنے خاندان کو خلافت سے جدا رکھنے کا خیال پورا کیا اپنے بیٹے عبداللہ کو اہل شوریٰ یعنی منتخب کرنے والون مین داخل تو کیا مگر اس شرط پر کہ وہ منتخب ہون گے اور وصیت کی کہ "اے عبداللہ یاد رکھ اگر وہ (اہل شوریٰ) انتخاب مین اختلاف کرین تو تجھ کو کثرت راے کا طرفدار ہونا چاہیے۔ اگر ان کی راین برابر ہون تو تجھے عبدالرحمن کی راے کا طرفدار ہونا واجب ہوگا" اس کے بعد لوگون کو جو دروازے پر جمع ہو رہے تھے اندر آنے کی اجازت دی جب لوگ آنے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ میری موت کی سازش مین کوئی بڑا آدمی تو شریک نہین تھا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ "خدا نہ کرے" حضرت علیؓ بھی دریافت حال کے واسطے آئے تھے اور وہ بیٹھے تھے کہ ابن عباس بھی آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابن عباس سے پوچھا کہ اے ابن عباس اس معاملہ (انتخاب) مین تو میرے ساتھ متفق ہے یا نہین۔ ابن عباس نے جواب دیا کہ مین متفق ہون۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ دیکھنا کہین تم اور تمھارے ساتھی مجھے دھوکا نہ دین۔ طبیب نے حضرت عمرؓ کو کھجور کا پانی پینے کو دیا مگر وہ جون کا تون زخم کی راہ سے نکل گیا۔ ناف کے نیچے کا زخم کاری لگا تھا اور اُس سے جان بر نہ ہو سکے۔ آخری لمحون مین جب اُن کا سر اپنے بیٹے عبداللہ کی گود مین تھا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ظلوم لنفسی غیر انی مسلم   میرے نفس کے لیے مشکل ہوئی ہوتی اگر مین مسلمان نہ ہوتا۔

اصلی الصلوۃ کلہا واصوم   مگر تمام نمازین پڑھتا اور روزے رکھتا رہا ہون۔

اور اسی طرح نیچی آواز مین کلمہ کا ورد کرتے رہے اور اسی حال مین اُن کی روح جسم عنصری سے علحدہ ہو گئی اور اس دار فانی سے جنت برین کو سدھاری۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ۲۳ ہجری کے محرم کی چھبیسوین تاریخ تھی۔

اس طرح پر وہ واقعہ ہو گیا جس کے سبب سے اسلام پر رونے والون کو ہمیشہ رونے کے واسطے ایک وجہ ہو گئی۔ اُن کی وفات کے مرثیون مین سے شماخ کا مرثیہ دلی درد سے لکھا گیا ہے اور دل مین درد پیدا کرتا ہے جو ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

جزی اللہ خیرا من امیر و بارکت   خدا جزائے خیر دے اُس کو جو امیر المومنین ہے

یداللہ فی ذاک الادیم الممزق — اور خداوند تعالیٰ کا ہاتھ اُس جلد میں جو ضخم سے پارہ پارہ ہوگئی ہے برکت دے۔

قضیت اموراً ثم غادرت بعدہا — تم نے اپنی خلافت میں بہت سے امور عظام کا فیصلہ کیا پھر اُن کے بعد

بوائج فی اکمامہا لم تفتق — اُن کے غلافوں اور پردون میں ایسی مصیبتیں چھوڑ دین جو اب تک ظاہر نہیں ہوئی تھین۔

ابعد قتیل بالمدینۃ اظلمت — کیا بعد ایسے مقتول کے جو مدینہ مین قتل ہوا اور جس کے لیئے تمام زمین

لہ الارض تہتز العضاہ باسوق — تاریک ہوگئی بڑے بڑے درخت اپنے تنون پر لہلہا ئین گے۔

(یعنی ایسا نہ ہوگا کیونکہ اُن کا غم سب مین اثر کر گیا ہے)

تظل الحصان البکر ملقی جنینہا — پاک دامن شوہر دار عورتین ایسے حال مین ہوگئی ہین کہ اُن کے حمل کو

بما خبر فوق المطی معلق — اُس خبر کی ہیبت نے جس کو شتر سوار شہر لیئے پھرتے ہین گرا دیا ہے

وما کنت اخشی ان تکون وفاتہ — اور مجھ کو یہ خوف نہ تھا کہ اُس کی موت ایک شخص جری اور ڈھیٹ اور

بکفی سبنتی ازرق العین مطرق — گربہ چشم کمینہ کم قدر کے دونون ہاتھون سے ہوگی کیونکہ اُس کا مرتبہ اس سے بڑا تھا۔

اسی طرح پر رونے والے رویا کرین گے اور اُن کے اوصاف بیان کرنے والے اُن کے اوصاف بیان کیا کرین گے مگر وہ اتنے تھوڑے نہیں ہین کہ بیان کرنے سے بیان ہو جائین

عبداللہ بن سلام اُن کے جنازے پر اُس وقت آئے جب کہ لوگ جنازہ پڑھ چکے تھے تو کہنے لگے کہ اگر تم نے جنازہ میرے سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اُس کی ثنا کہنے مین مجھ سے سبقت نہ لے جاؤگے اور کہنے لگے "اے عمرؓ تو اسلامی بھائی اچھا تھا۔ حق کا سخی تھا۔ باطل کا بخیل تھا۔ رضا کے موقع پر تو رضی ہوتا تھا اور ناراضی کے موقع پر ناراض۔ نہ تو کسی کا مداح تھا اور نہ عیب گو۔ تیرا دل اچھا تھا اور تیری آنکھ عفیف تھی"۔ انگریزی مورخ کے الفاظ بھی ہماری ہمدردی کرین گے جو اُن کی وفات کا واقعہ بیان کرکے لکھتا ہے کہ "اس طرح وفات پائی حضرت عمرؓ نے جو پیغمبر صلعم کے بعد اسلامی

دنیا مین سب سے بڑا ہے۔ کیون کہ یہ تمام اُنھین کی دس سالہ خلافت مین تھا کہ اُن کی دانائی۔ صبر اور قوت اور سرگرمی سے شام۔ مصر اور ایران کی ولایتین فتح ہوگئین۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کو ایسی حالت مین شروع کیا کہ وہ صرف عرب کے مالک تھے اور جب وفات پائی تو ایک اتنی بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے جس مین ایران۔ مصر۔ اور اہل روما کی سلطنت کے عمدہ سے عمدہ صوبے شامل تھے۔ بااین ہمہ اس عظیم الشان خوش قسمتی کے زمانے مین ایک عاقلانہ اور سنجیدہ فیصلون کی ہم پلّگی کو نہین چھوڑا۔ اور عرب کے ایک سردار کی کفایت شعار اور سادہ زندگی سے اپنے آپ کو نہین بڑھایا۔ دور مقامات سے جب کوئی اجنبی آتا تو مسجد کے صحن مین کھڑا ہو کر پوچھتا کہ "خلیفہ کہان ہین" حال آن کہ وہ شاہنشاہ اپنی سادگی کے ساتھ وہین موجود بیٹھا ہوتا تھا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک دن ایک شخص کو نبی ناسک سے رستہ مین جاتے ہوئے دیکھ کر جو آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور سر اٹھا کر نہین رکھتا تھا اور کسی سے کلام نہین کرتا تھا پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ کسی نے کہا کہ 'ناسک' یعنی نیک مرد ہے۔ یہ سن کر فرمانے لگین کہ "خدا عمر پر رحمت نازل کرے کہ وہ بھی نیک مرد تھا۔ جب بات کہتے تھے بلند کہتے تھے۔ جب راہ مین چلتے تھے تو تیزی سے چلتے تھے۔ جب طعام دیتے تھے تو سیر کر دیتے تھے اور جب مارتے تھے تو ایسا کہ درد ہوتا تھا" حضرت عائشہ ہی نے اُن کے ذکر مین ایک دن کہا کہ "وہ زود فہم تھے اور اس بناوٹ کے ایک ہی تھے۔ اپنے ہم عصرون کو اُنھون نے معاملات کے واسطے تیار کیا" ابن عمر کا قول ہے کہ رسول اللہ کے بعد مین نے عمر سے زیادہ تیز اور کھرا کسی کو نہین دیکھا۔ حضرت عثمان کو کسی نے ایک دن کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی طرح کیون نہین ہوتے تو کہنے لگے کہ "مجھے طاقت نہین ہے کہ مین لقمان حکیم بن جاؤن" حضرت علیؓ نے ماہ رمضان مین مساجد مین قندیلین دیکھین تو کہنے لگے کہ "خدا عمر کی قبر کو ایسا روشن کرے جیسا کہ اُس نے مساجد کو روشن کیا ہے" سر ولیم میور کا قول ہے کہ "اسلامی مورخ اُس قوی اور یک طرفہ دل والے خلیفہ کو الوداع کہتے وقت اپنے دل سے آہ سرد نکالنے کا حق رکھتا ہے"

حضرت عمرؓ نے ستاون برس کی عمر میں وفات پائی۔ گو انگریزی مورخ پچپن برس اور بعض روایات مین ترسٹھ سال لکھی ہے۔ اُن کا زمانہ خلافت ساڑھے دس سال کے قریب تھا۔

حضرت عمرؓ رنگ کے گورے تھے۔ سفیدی مین بہت سرخی ملی ہوئی تھی۔ قد مین آپ سب سے بلند تھے سر کے بال کم تھے۔ ڈاڑھی سپید تھی اور حنا سے رنگ کرتے تھے۔ آپ کی جسمانی خصوصیتون مین یہ امر تھا کہ دونون ہاتھون سے یکسان کام کرتے تھے۔ زر سے روایت ہے کہ عید کے دن مین مدینہ والون کے ساتھ باہر گیا تو مین نے حضرت عمر کو دیکھا کہ ننگے پاؤن جا رہے تھے۔ بوڑھے سر پر کم بال۔ گندم گون۔ دونون ہاتھون سے کام کرنے والے۔ اور لوگون سے اتنے اونچے کہ گویا سواری پر ہین۔ واقدی اس پر کہتا ہے کہ ہم نہین جانتے کہ حضرت عمر گندم گون تھے۔ شاید راوی مذکور نے اُن کو سال رمادہ مین دیکھا ہوگا۔ کیونکہ زیتون کے کھانے سے رنگ متغیر ہوگیا تھا۔ ابو رجاء عطاردی سے روایت ہے کہ حضرت عمر طویل جسیم۔ سفید رنگ والے جس مین سرخی بہت ہو ہلکے رخسارون والے (یعنی اُن کے رخسارون پر گوشت کم تھا) اور بڑی مونچھون والے تھے جن کی طرفون مین بھورا پن تھا۔ آنکھون مین اُن کے سرخی بہت تھی۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ "حضرت عمرؓ کے لمبے چوڑے تھے اور قد مین بلند کہ لوگون کے گروہ سے اونچے نظر آرہے ہوتے تھے۔ قدم اُن کا لمبا پڑتا تھا اور صورت مین رعب و داب تھا۔ طبعاً وہ جلدی کرنے والے اور غصہ ور تھے۔ غصہ کی حالت مین اپنی مونچھون کو بٹ دے کر نیچے منھ مین لے آتے تھے۔ لیکن وقت نے اُن کی طبیعت کو نرم کردیا تھا اور اس تحکمانہ اور رعب و داب والی صورت کے نیچے اُن کا دل نرم اور ملنسار اور متواضع تھا۔"

طبری نے حضرت عمرؓ کے ازواج کی تعداد سات بیان کی ہے جن مین سے تین سے جاہلیت مین نکاح کیا تھا۔ اُن کے نام زینب اور ملکہ اور قریبہ لکھے ہین۔ اور یہ کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو وہ اُن سے جدا ہوگئین۔ اور مدینہ مین اُنھون نے ام حکیم۔ اور جمیلہ اور ام کلثوم دختر حضرت علی از فاطمہ رضی اللہ عنہا اور عاتکہ بنت زید چار عورتون سے نکاح کیا۔

لیکن ایک دوسری تاریخ مین اُن کے ازواج کی تعداد چھ بیان کی گئی ہے اور حالات مین بھی

اختلاف ہے۔

پہلی زینب بنت مظعون جمحی جو عثمان اور قدامہ کی بہن تھی۔ جاہلیت مین اُس سے نکاح کیا تھا اسلام لائی اور ہجرت کرکے ساتھ گئی۔

دوسری عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل عدوی۔ آپ کے چچازاد بھائی کی بیٹی تھی۔ اور سعید بن زید کی جو عشرہ مبشرہ مین سے ایک ہین بہن تھی۔ اُس سے جاہلیت مین نکاح کیا وہ اسلام لائی اور ہجرت کرکے ساتھ گئی۔

تیسری ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی افلح انصاری۔ اس کا نام عاصیہ تھا اور حضرت عمرؓ نے اُس کا نام جمیلہ رکھا تھا اور بعض کا قول ہے کہ آن حضرت صلعم نے یہ نام رکھا تھا

چوتھی ام کلیم بنت حارث بن ہشام مخزومی۔ ابوجہل کی بھتیجی جس کا باپ اسلام لایا تھا۔

پانچوین ام کلثوم ملیکہ بنت جرول خزاعی۔

چھٹی۔ ام کلثوم بنت علیؓ ابن ابی طالب۔ بعض نے اس کا نام رقیہ بیان کیا ہے اور وہ سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا کے پیٹ سے تھین۔ اپنی خلافت کے زمانے مین حضرت عمرؓ نے اس سے نکاح کیا۔

طبری نے حضرت عمرؓ کی اولاد آٹھ لڑکے اور چار لڑکیان لکھی ہین۔ مگر دوسرے مورخ کا بیان ہے کہ نو بیٹے اور چار بیٹیان تھین۔ جن کے نام عبداللہ۔ عبیداللہ۔ عبدالرحمن اکبر۔ عبدالرحمن اوسط۔ عبدالرحمن اصغر۔ زید اکبر۔ زید اصغر۔ عیاض۔ عاصم۔ اور بیٹیون کے نام حفصہ۔ رقیہ۔ فاطمہ۔ زینب تھے۔

عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے سب بیٹون سے افضل تھے۔ اُن کی کنیت ابوعبدالرحمن تھی۔ اُن کی مان زینب مظعون تھین۔ اپنے باپ کے ساتھ صغرسنی مین اسلام لائے اور اپنے والدین کے ساتھ ہی ہجرت کی۔ بدر اور احد کے بعد سب لڑائیون مین حاضر رہے کیونکہ ان دونون لڑائیون مین وہ کم سن تھے۔ لیکن بعض نے اُن کا احد مین حاضر ہونا بھی بیان کیا ہے

مگر یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے۔
وہ بہت بڑے عالم۔ مجتہد۔ عابد۔ سُنت پر پورے چلنے والے۔ اور بدعت سے بھاگنے والے اور لوگون کو وعظ و نصیحت کرنے والے تھے۔ زہری کا قول ہے کہ ہم عبد اللہ ابن عمر کی راے کے برابر کسی کی راے کو نہین سمجھتے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے اور رسولؐ اللہ اور اصحاب کے حال سے کوئی چیز اُن سے مخفی نہ تھی۔ حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ عبادلہ (عبد اللہ بن مسعود۔ عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عمر) اور صحابہ مین سے وہ سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے۔ سنت رسول اللہ پر چلنے اور عمل کرنے کا اُن کو عشق نہ تھا بلکہ جنون تھا۔ یہان تک پیروی کے دلدادہ تھے کہ جن کوچون سے رسولؐ اللہ گذرے تھے دہان سے وہ بھی گذرتے تھے۔ اُن کے پاؤن پر پاؤن رکھتے تھے۔ جہان بیٹھکر رسول اللہ نے وضو کیا وہان اُنھون نے بھی بیٹھکر وضو کیا۔ اُن کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ جب تک اپنے باپ جیسے نہ ہوئے اُنھون نے وفات نہ پائی۔
سفیان ثوری عبد اللہ بن عمر کی ایک عجیب و غریب عادات بیان کرتا ہے کہ جب اُن کو اپنے مال سے کوئی چیز پسند آئی تھی تو اُس کو صدقہ کر دیتے تھے۔ اُن کے غلام اس بات کو جانتے تھے اور اس سے عجب طرح سے فائدہ اُٹھاتے تھے کہ نماز اور روزہ اور عبادت مین بہت سرگرمی ظاہر کرتے تھے۔ ابن عمر جب یہ حال اُن کا دیکھتے تو اُن کو آزاد کر دیتے۔ کسی نے اُن سے کہا کہ یہ تم کو دھوکا دیتے ہین تو کہنے لگے کہ خدا کی عبادت کرنے مین جو دھوکا دے اُس کا دھوکا کھا لینے مین کچھ عیب نہین۔ اُن کے غلام نافع کا بیان ہے کہ اپنی زندگی مین اُنھون نے دس لاکھ غلام آزاد کیے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک ایک مجلس مین تیس تیس ہزار صدقہ کر دیتے تھے۔
اُن کے شرف کے واسطے اس سے زیادہ کیا چاہیے کہ رسول اللہ صلعم نے اُن کی نسبت فرمایا کہ "عبد اللہ صالح آدمی ہے" اور ابن عباس کی روایت مین ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "ہر امت مین عالم ہوتا ہے اس امت کا عالم عبد اللہ بن عمر ہے" اپنی زندگی مین اُنھون

بڑے بڑے انقلاب دیکھے۔ مگر کسی امر خلافت مین دخل نہین دیا۔ صحابہ کے درمیان جو جنگ اور لڑائیان ہوئین وہ اُن سب سے الگ رہے۔ اپنے مرنے کے قریب کہا کرتے تھے کہ مین اپنی زندگی مین کوئی چیز ایسی نہین پاتا جس پر افسوس کرون۔ اور اب اُس کے کرنے کا موقع نہ رہا ہو۔ بجز اس کے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر باغی گروہ سے لڑائی نہ کی۔ مکہ مین ۷۳ھ کے آخر یا ۷۴ھ کے آغاز مین اُنھون نے وفات پائی۔ سبب اُن کی وفات کا یہ تھا کہ حاجیون کے انبوہ مین اُن کے پانون مین نیزے کا پھل چبھ گیا تھا۔ اُس کے زخم سے چند روز بعد وفات فرمائے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ دانستہ اُن کے پانون مین حجاج بن یوسف نے نیزہ چبھوایا تھا سبب اس کا یہ تھا کہ عبدالملک بن مردان حجاج کو ابن عمر کے اقتدا کے واسطے کہا کرتا تھا۔ اور بعض موقعون پر عرفہ وغیرہ مین ابن عمر حجاج سے آگے ہوتے تھے اور یہ اُس کو شاق گذرتا تھا۔ پس حجاج نے ایک شخص مقرر کیا جس نے زہر مین بجھا ہوا نیزہ کا پھل اُن کے پانون مین چبھویا۔ عبداللہ ابن عمر نے رسول اللہ سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) حدیثین روایت کی ہین۔ اصحاب کی ایک بڑی جماعت اور تابعین کے ایک گروہ نے اُن سے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم۔ عبداللہ۔ عبید اللہ۔ عبد الرحمن۔ عاصم۔ حمزہ۔ زید اور بلال تھے۔ ہر ایک اُن مین صاحب علم و فضل تھا۔ اور سالم سب پر فائق تھے صحابہ کے بعد تابعین کیا جو فقہائے سبعہ شمار کیئے جاتے ہین سالم اُن مین سے ایک تھے۔ اور اپنے باپ سے بہت مشابہ تھے۔

حضرت عمرؓ کا دوسرا بیٹا عبدالرحمن اکبر عبداللہ کا حقیقی بھائی تھا۔ آنحضرت صلعم کو اُس نے دیکھا ہے۔ مگر کوئی حدیث اُس سے مروی نہین ہے۔

تیسرا عیاض تھا جس کی مان عاتکہ تھی۔

چوتھا عاصم تھا اُس کی مان جمیلہ تھی۔ رسول اللہ صلعم کی حیات مین پیدا ہوا علم مین بھی عمدہ درجہ رکھتا تھا۔ اپنے باپ اور صحابہ سے حدیث روایت کی ہے اور اُن سے اُن کے بیٹون

حفص اور عبید اللہ اور راور لوگون نے۔ عمر بن عبد العزیز انھین کے نواسے تھے۔ عاصم نے سنہ ہجری مین وفات پائی۔

پانچوان زید اکبر تھا۔ اس کی مان ام کلثوم بنت علیؑ تھی۔ تیس برس کی عمر مین بنی عدی کی ایک لڑائی مین اُس کا سر پھٹ گیا اور چند روز بعد اُس نے اور اُس کی مان نے ایک ہی دن وفات پائی۔

چھٹا زید اصغر ام کلثوم بنت جرول سے تھا۔

ساتوان عبید اللہ اس کی مان بھی ام کلثوم بنت جرول تھی۔ یہ نہایت دلیر اور جنگ جو شخص تھا حضرت عمر جب شہید ہوے تو عبد الرحمن بن ابو بکر نے ان سے کہا کہ ایک دن اُس نے ابو لولو کو ہرمزان اور جفینہ کے ساتھ جو حیرہ کا ایک عیسائی تھا باہم مشورہ کرتے دیکھا ہے اور اُن کے پاس ایک دو دھارا دو طرفہ خنجر تھا۔ اس سے ان کو حضرت عمر کے قتل کی نسبت سازش کا شبہہ ہوا اور تلوار لے کر ان دونون کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمان کے سامنے اس کا مقدمہ ہوا۔ حضرت علی اور بعض اصحاب کی راے تھی کہ عبید اللہ کو قصاص مین قتل کرنا چاہیے مگر عمرو بن العاص وغیرہ نے اس سے مخالفت کی اور فدیہ دلوا دینے کی تجویز ٹھہری۔ عبید اللہ ؁۳۷ ہجری تک زندہ رہا۔ اور صفین کی لڑائی مین معاویہ سے مل کر لڑا اور مارا گیا۔ حضرت علی کی طرف سے اُس کے دل مین وہ پیچ رہ گیا تھا۔

آٹھوان عبد الرحمن اوسط جو لہیہ لونڈی کے شکم سے تھا کنیت اُس کی ابو شحمہ تھی۔ اسی کو حضرت عمرؓ نے حد ماری تھی جو واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

نوان عبد الرحمن اصغر۔ اس کی مان بھی ام ولد تھی۔

حضرت عمرؓ کے بیٹیون مین سے اول حضرت حفصہ عبد اللہ و عبد الرحمن اکبر کی بہن ہین جن کا نکاح اول مکہ مین خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا اور اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئی تھین خنیس کا مدینہ مین انتقال ہو گیا تو جناب رسول اللہ نے دوسرے سال ہجرت مین اُن

سے نکاح کیا۔ ساٹھ حدیثین اُن سے مروی ہین۔ مدینہ مین ۴۵ ہجری مین فوت ہوئین۔

دوسری رقیہ ہین جو زید اکبر کی حقیقی بہن ہے۔ ابراہیم بن نعیم سے اُس کا نکاح ہوا تھا۔

تیسری فاطمہ ام کلثوم کے پیٹ سے ان کا نکاح ان کے چچازاد بھائی عبدالرحمن بن زید بن خطاب سے ہوا تھا۔

چوتھی زینب جو ام ولد فکیہ کے پیٹ سے تھی عبداللہ بن عبداللہ بن سراقہ عدوی سے اُنکا نکاح ہوا۔

حضرت عمر کی اولاد ذکور مین سے عبداللہ اور عبیداللہ اور عاصم کی اولاد رہی اور خدا نے اُن کی نسل سے بڑے بڑے علما اور صلحا اور حافظ حدیث اور حامل آثار اور صاحب جاہ پیدا کیئے۔ ہندوستان مین بھی بہت سے فاروقی خاندان موجود ہین۔ دہلی کے چراغ اور فخر شاہ ولی اللہ صاحب اسی خاندان کی پرفیض نشانی تھے اور دکن کے ملک حیدرآباد کے اس زمانے کے مدار المہام اور وزیر اعظم

ہز اکسلنسی نواب محمد مظہر الدین خان رفعت جنگ بشیر الدولہ
عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر سر آسمان جاہ بہادر
کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔

کا سلسلۂ نسب حضرت فاروق اعظم تک پہونچتا ہے۔

حضرت عمر کے خطوط اور خطبات کا ذکر کرنے سے ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ ہم اُن کے خطوط اور خطبات کو اس کتاب مین نقل کرین۔ کیونکہ وہ اتنے تھوڑے نہین ہین کہ بجائے خود ضخیم کتابون سے کم مین اُن کی گنجائش ہو سکے۔ حضرت عمر کے خطوط بے شمار ہین جو وہ سرداران فوج اور عمال کو لکھتے تھے۔ ضروری امور پر جو خطوط لکھے جاتے تھے اور جنگ اور صلح اور قیام اور کوچ اور معاہدون اور شرطون کی نسبت ہوتے تھے وہی گنتے مشکل ہین۔ اس کے سوا عدالتی امور

کے فیصلے اور امور اہم اور واقعات کی اطلاع پر بہت خطوط لکھے گئے ہین۔ ان کے علاوہ عام طور پر ہدایات ضروری اور پند ونصائح اور تحسین اور ملامت وغیرہ مضامین پر اسی قدر خطوط لکھے جاتے تھے۔ اُن کے خطوط مین خوبی یہ بھی کہ عموماً انحصار لیے ہوے ہوتے تھے۔ اور اسلامی دنیا کے فرامین اور احکام اور خطوط کے واسطے وہ سب سے عمدہ نمونے کا کام دے سکتے ہین حضرت عمرؓ کے دو منشی عبد الرحمن بن خلف خزاعی اور زید بن ثابت تھے۔

خطبات حضرت عمرؓ کے جمعہ کے دن اور اسلامی تقریبات اور اور مختلف موقعون پر کہے گئے ہین بہت کثرت سے ہین اُن مین بھی پند ونصائح اور امور ضروری کا ذکر اور بیان ہوتا تھا۔ اس زمانے مین گو خطبہ کو جو جمعہ اور عید کے دن پڑھا جاتا ہے چند خاص الفاظ مین محدود کر دیا گیا ہے مگر حضرت عمرؓ کے خطبے اس بات کا ثبوت ہین کہ ہر ایک قسم کے اخلاقی اور علمی اور ملکی وغیرہ تذکرون اور ہدایتون کے واسطے وہ نہایت وسیع گنجایش رکھتے تھے اور مجالس اور جلسون کی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔ اُن کے خطبات سے اُن کی فصاحت و بلاغت اور علم و تجربہ اور برجستہ گوئی کی قوت معلوم ہوتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے اقوال جو کتابون مین کثرت سے بیان ہوے ہین وہ انھین خطوط اور خطبات اور عام طور پر جو اُنھون نے لوگون کو پند ونصیحت کے طور پر فرمائے ہین اخذ کیے گئے ہین اُن مین سے چند اقوال ہم ذیل مین درج کرین گے۔ بلاشبہ ایک ایسی بزرگ اور کامیاب زندگی کے وہ ایسے اقوال ہین اور اس قابل ہین کہ اُن کو آب زر سے لکھا جائے۔ اور ہر ایک شخص ہر زمانے مین اُن کو اپنی زندگی کا راہ نما اور اصول مقرر کرے۔

اقوال

قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جائے۔ امانت یہ ہے کہ باطن ظاہر کے مخالف نہ ہو۔ پرہیزگاری بچنے کا نام ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اُسے بچاتا ہے۔

اے لوگو۔ علم کا حاصل کرنا لازمی سمجھو۔ یہ ایک چادر ہے جو خدا طالب علم کو اُڑھاتا ہے۔

ایک عالم کی موت جو اللہ کے حلال و حرام کو جانتا ہو ہزار عابد قائم اللیل۔ صائم النہار کی موت سے زیادہ افسوس ناک ہے۔

مین اس امت پر کسی امر کا اتنا خوف نہین کرتا جتنا کہ ایک عالم منافق کا۔ جس کا علم اُس کی زبان پر ہو اور دل جاہل ہو۔

علم ریا اور فخر اور سرکشی کے واسطے نہ سیکھنا چاہیئے اور اُس کے طلب مین شرم نہ کرنی چاہیئے

تمیم داری کو اُنھون نے پوچھا کیا چیز سرداری کراتی ہے۔ اُس نے کہا عقل۔ حضرت عمرؓ نے کہا سچ کہا۔

علم نجوم کو بحر و بر مین رستہ تلاش کرنے کے واسطے سیکھو اور غرض سے نہین۔

کسی کی مدح کرنا اُس کو ذبح کرنا ہے۔

جو شخص زیادہ ہنسے اُس کی ہیبت کم ہوتی ہے جو تمسخر کرے اُس کو لوگ خفیف سمجھتے ہین جو زیادہ گو ہے زیادہ غصہ ور ہوتا ہے۔ جو زیادہ غصہ ور ہوتا ہے وہ کم لحاظ ہوتا ہے۔ جو کم لحاظ ہو وہ پرہیزگار کم ہوتا ہے۔ جو پرہیزگار نہ ہو اُس کا دل مردہ ہوتا ہے۔

اس سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہین کہ لوگون کو اُس بات کی تہمت لگائے جو آپ کرتا ہو اور عیب وہ نکالتا ہو جو خود اُس مین ہون اور لایعنی باتون سے وقت ضایع کرتا ہو۔

جو شخص حرص اور طمع اور غصب سے بچا اُس نے مخلصی پائی۔

امام کے علم سے زیادہ کوئی علم اللہ کو پیارا اور نفع بخش نہین ہے اور امام کی جہالت سے زیادہ بُری اور مُضر کوئی شے نہین ہے۔

تواضع یہ ہے کہ مسلمانون کو پہلے سلام کرے۔ مجلس مین کم تر جگہ پر بیٹھے اور خوشامد کو بُرا سمجھے۔

طمع فقر ہے اور بے غرضی غنا ہے۔

اُس شخص پر خدا رحمت کرے جو اپنے بھائی کو اُس کے عیبون سے مطلع کرے

فاجر کی صحبت نہ کر اور اپنا راز اُسے نہ بتا۔ نیک سے مشورہ لے۔

اپنے نفسوں سے حساب کرو پیشتر اس کے کہ تمھارا حساب ہو۔

توبۃ النصوح یہ ہے کہ بُرے عمل سے ایسی توبہ کی جائے کہ اُس پر پھر عمل نہ ہو۔

حاکمون مین سعید وہ ہے جس کی رعایا سعید ہو۔

کوئی شخص اللہ کے حکم کو لوگون مین نہین قائم کر سکتا جب تک مضبوط ارادہ والا اور تجربہ کار نہ ہو۔ لوگ اُس کے عیبون پر مطلع نہ ہون۔ حق کرنے مین کسی بڑے آدمی سے اور کسی کی ملامت سے نہ ڈرے۔

ایمان باللہ کے بعد سب سے اچھی چیز نیک خلیق محبت کرنے والی۔ اور صاحب اولاد عورت ہے۔ اور کفر کے بعد سب سے بُری چیز بدخلق اور زبان دراز عورت ہے۔

جو کلمہ تیرے مسلمان بھائی کے مُنھ سے نکلے جب تک اُس کا اچھا محل پا سکتا ہے اُس کو شرارت نہ خیال کر۔

تین چیزین تیری دوستی کو تیرے بھائی کے دل مین پختہ کرین گی۔ جب اُس سے ملے سلام کہنے مین پیش دستی کرے۔ اُس کو پسندیدہ نام سے بُلائے۔ اور اپنی مجلس مین اُس کے واسطے جگہ فراخ کرے۔

مین پسند کرتا ہون کہ ایک شخص اپنے کنبہ مین بچے کی طرح ہو اور جب کاروبار مین ہو تو مرد کی طرح۔

آدمی تین قسم کے ہین۔ کامل۔ کاہل۔ اور لاشے۔ کامل وہ صاحب الرائے ہے جو لوگون سے بھی مشورہ لے اور اُن کی رائے کا موازنہ کرے۔ اُس سے کم وہ صاحب الرائے (کاہل) ہے جو اپنی رائے پر چلے دوسرون سے مشورہ نہ لے۔ تیسرا لاشے ہے جو نہ خود عقل رکھتا ہو نہ دوسرے سے رائے لے۔

خشوع دل مین ہوتا ہے۔ جو شخص لوگون کے واسطے دل سے زیادہ اپنا خشوع ظاہر

کرے وہ اپنے نفاق کا اظہار کرتا ہے۔
آدمی کے نماز و روزے کی طرف نہین دیکھنا چاہیئے۔ اُس کی عقل اور سچ کی طرف دیکھنا چاہیے۔
آدمی کی عزت اُس کا دین ہے۔ اُس کا حسب اُس کا خلق خواہ فارسی ہو یا نبطی۔
بُرے آدمیون کے ملنے سے ہجرت کرنے مین آرام ہے۔
جو شخص خود کہے مین عالم ہون وہ جاہل ہے۔ جو خود کہے مین بہشتی ہون وہ دوزخی ہے
گیت سوار کا زاد راہ ہے۔
لڑکا سات سال مین دانت نکالتا ہے۔ چودہ سال مین بالغ۔ اکیس سال مین قد پورا ہوتا
ہے۔ اٹھائیس سال مین عقل پوری ہوتی ہے۔ اور کامل آدمی چالیس سال مین ہوتا ہے۔
آج کے کام کو کل پر مت چھوڑ کیون کہ تیرے پر بہت کام ہو جائین گے اور ضایع بھی ہو
جائین گے۔
حرص کی پیروی سے بچنا۔ کیون کہ آدمی کی خواہشین پے درپے ہوتی ہین۔
زاہدون کے اقوال کو لکھو۔ کیون کہ اللہ نے اُن پر فرشتے مقرر کیے ہوئے ہین جو اُن کے
مُنھ پر ہاتھ رکھے رہتے ہین۔ اور خلاف حق کوئی بات نہین کہنے دیتے۔
قرآن کی تفسیر اور رسول اللہ سے روایت تھوڑی کیا کرو۔ اس مین مین بھی تمھارا شریک ہون۔
احمق کی دوستی سے بچنا جو نفع کے ارادے سے نقصان کر بیٹھتا ہے۔
چار چیزون کا واپس آنا ممکن نہین۔ کہی ہوئی بات۔ واقع ہو چکا امر۔ چھُٹا ہوا تیر۔ گذری
ہوئی عُمر۔
حضرت عمرؓ کا کلام اکثر "اللہ اکبر" ہوا کرتا تھا۔

تمت بالخیر